Done

#

Cat by

فتوح البلدان 1932

سلسلۂ نصابِ علمیہ جامعۂ عثمانیہ

فتوح البلدان

تالیف

احمد بن یحییٰ بن جابر الشہیر بالبلاذری (المتوفی سنہ ۲۷۹ھ)

جزوِ اوّل

(ترجمہ)

سیّد ابوالخیر مودودی

رکن سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکارعالی

۱۳۵۱ھ ۱۳۴۲ف ۱۹۳۲ء

دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

فہرس ابواب

حصہ اول — جزیرۃ العرب

حصۂ دوم ـــــ الشام

حصۂ سوم —— الجزیرہ

حصۂ چہارم —— ارمینیہ

حصۂ پنجم ــــــ مصر و المغرب

حصۂ ششم ــــــ افریقیہ

حصۂ ہفتم ــــــ السواد

حصۂ ہشتم — الجبال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمۃ المصنف

صاحب "فتوح البلدان" کے متعلق ہماری معلومات بہت کم ہیں، اور اس کے خاندان وغیرہ کے متعلق تو یہ کہنا چاہئے کہ ہم کچھ جانتے ہی نہیں۔ اس کے بزرگوں میں ہم صرف اس کے دادا جابر کا نام جانتے ہیں، اور اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ ہمیں جو بات معلوم ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہارون الرشید کے زمانے میں مصر کے صاحبِ بیت المال خصیب کا کاتب (سکرٹری) تھا، لیکن اس کے باپ کے متعلق ہمیں اتنی واقفیت بھی نہیں ہے، ہم صرف اس کا نام ہی جانتے ہیں۔

مولف کے حالاتِ زندگی تراجم کی کتابوں میں گو ایک سے زائد مقامات پر درج ہیں لیکن ہمیں ان میں سے صرف چند اقتباسات ملے ہیں، کیوں کہ ان میں سے اکثر اب ناپید ہیں۔

مولفینِ تراجم نے اس کے نام میں اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں اس کا نام احمد تھا اور بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ وہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوا، بغداد میں پرورش پائی اور یہیں کے اکابر سے علوم کی تحصیل کی۔ کہا جاتا ہے اس نے بعض خلفاء کے زمانے میں کسی دفتر کی خدمت بھی انجام دی تھی، مگر وہ خدمت کیا تھی؟ اس کی نوعیت متعین نہیں کی گئی۔ وہ سب یک زبان ہیں کہ وہ اس وقت سے، جبکہ اس کے ناخن نرم تھے (یعنی بدو شعور سے) دول اسلامیہ کی ایک جامع تاریخ کی تدوین میں مشغول تھا جس میں اس نے اپنے عہد کے خلیفہ کو ناراض کئے بغیر تاریخی حقائق قلم بند کئے تھے اور

اس نازک کام میں اس نے زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔

وہ خلیفۂ المتوکل کے مقربین میں ان خاص لوگوں میں سے تھا جن کے بغیر المتوکل کو کسی کھانے میں مزہ ہی نہیں آتا تھا۔ اسی طرح وہ المستعین کا بھی مقرب تھا، اور وہ اس کو بہت کچھ انعام اکرام دیا کرتا تھا۔ المستعین کے خلافت سے دستکش ہونے کے بعد اَلمُعتَز کے زمانے میں اس کی قدر و منزلت اور بڑھی، اور اس نے اپنے بیٹے[1] کا اس کو اتالیق بنا دیا جو اس وقت پانچ برس کا تھا۔

یہ کتاب اُس نے اَلمُعتَز کی وفات کے بعد لکھنی شروع کی، کیونکہ اس کتاب میں جن خلفاء کا ذکر ہے ان میں وہی آخری خلیفہ ہے، یا شاید یہ ہو کہ اُس نے اَلمُستَعِین کے عہد میں شروع کی ہو اور اَلمُعتَز کے زمانے میں ختم کی ہو۔ اس کے علاوہ اس کی اور بھی کئی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:۔

ایک 'عہد اردشیر' کا ترجمہ ہے جو اس نے فارسی سے عربی میں کیا تھا، اور یہ منظوم ترجمہ تھا۔

دوسری 'انساب الاشراف' ہے۔ اس کی ضرورت ان لوگوں سے مخفی نہیں ہے جو تاریخ قدیم سے بحث کرتے ہیں۔

صاحب کتاب 'الفہرست' کہتا ہے: البلاذری نے فتوحات پر بڑی چھوٹی دو کتابیں لکھی تھیں، یہ کتاب جو ہم تک پہنچی ہے آخر الذکر ہے، کیونکہ بڑی کتاب جیسا کہ خود اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں کر سکا۔ حاجی خلیفہ بھی اس کی تائید کرتا ہے، اس نے لکھا ہے:

---

[1] اس کا نام ابوالعباس عبداللہ (بن اَلمُعتَز بن اَلمُتَوَکِّل بن اَلمُعتَصِم بن الرشید بن المهدی) تھا۔ المقتدر کے خلع کے بعد ایک دن رات خلیفہ رہا، المقتدر کی جماعت نے اس کے ہواخواہوں سے جنگ کی اور ان کو منتشر کر دیا، یہ ایک جوہری (ابن الجصاص) کے گھر میں روپوش ہوگیا، المقتدر نے حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لایا جائے، اور جب لایا گیا تو حکم دیا کہ قتل کر دو (ربیع الاول ۲۹۶ھ)۔ عبداللہ اپنے زمانے میں شعر و ادب میں یکتا تھا، اس کا ایک قصیدۂ بائیہ ہے جس میں اس نے علویین پر طعن کئے ہیں، اس نے بہت سی کتابیں تالیف کیں، از آں جملہ کتاب 'الزہر والریاض'، کتاب البدیع' (اس کا قلمی نسخہ مکتبۂ اسکوریال میں موجود ہے) کتاب مکاتبات الاخوان بالشعر، کتاب الجوارح والصید، کتاب السرقات، کتاب اشعار الملوک (مکتبۂ اطوارت میں ہے) کتاب الآداب' (متحف البریطانی میں ہے) کتاب حلی الاخبار، کتاب مختصر طبقات الشعراء (مکتبۂ اسکوریال میں ہے) کتاب الجامع فی الغنا، کتاب ارجوزۃ فی ذم الصبوح ہیں۔ (ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۵۰۔ طبقات الادباء ص ۲۹۹۔ الاغانی، ج ۹، ص ۱۴۰۔ الفہرست ص ۱۱۶)

"البلاذری نے مرنے سے پہلے بڑی کتاب کے لئے بہت سا مواد جمع کیا تھا جس سے چالیس جلدوں کی ایک عظیم الشان تالیف مرتب ہوتی"۔

اَلبلاذُری صرف مورخ ہی نہیں تھا بلکہ شاعر بھی تھا، اور بہت سی لطیف ہزلیات و اَہاجی اس کی نتیجۂ فکر تھیں جن میں سے اب بہت کم باقی ہیں۔

اس کے کثیر التعداد شاگردوں میں ابن الندیم صاحب کتاب الفہرست، اور جعفر بن قُدامہ صاحب کتاب الخراج جیسے لوگ ہیں۔

ساری عمر جمع وتصنیف میں بسر کرنے کے بعد زندگی کے آخر دنوں میں اس پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی جس نے اس کا صفائے عیش مکدر کر دیا، یعنی اس نے بغیر قصد بھلاوے کے چند دانے کھالئے جن کا یہ اثر ہوا کہ اس پر جنون کے دورے پڑنے لگے۔ اس حالت میں لوگ مجبور ہوتے تھے کہ اس کو باندھیں اور بیمارستان میں ڈال دیں، حتیٰ کہ وہ ۲۷۹ھ میں مر گیا۔ یہ وہی سنہ ہے جس میں المُعتَضِد باللہ والئے خلافت ہوا۔

اس حادثے سے اس کے معاصرین کو بہت صدمہ ہوا، اور انھوں نے اس چیز کی نسبت سے جسے کھا کر اس کی یہ حالت ہوئی تھی، اس کا نام اَلبلاذُری رکھدیا۔ اس تسمیہ سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ بَلاذُر (یعنی بھلانوے) کی نذر ہوا۔

یہ سارا بیان مجملاً ایک تذکرے میں آیا ہے جو لیڈن کے کتب خانے میں محفوظ ہے، اور یہ ترجمہ اس تذکرے کے بیچ میں ہے۔ اگرچہ ہمیں اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہے، لیکن اس وجہ سے کہ ان سطور کا خط ان کتابوں سے بہت مشابہ ہے جو المَقرِیزی (المتوفی ۸۴۵ھ) کی تالیف سے اسی کتب خانے میں محفوظ ہیں، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی المَقرِیزی کی تصنیف ہو۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

> "اَلحَمدُ لِلّٰہ اس کتاب کا مصنف ابو بکر علی مشہور ہے، لیکن بعض کہتے ہیں: اس کا نام ابو جعفر تھا، اور بعض کہتے ہیں: ابو الحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البغدادی الکاتب تھا۔ اس کا عرف مشہور و اَبلاذُر کی نسبت سے البلاذُری ہے۔
>
> اس نے عبد اللہ بن صالح العِجلی، عَفّان، ہَوذَہ، ابو الحسن المدائنی ہشام بن عَمّار، محمد بن مُصَفّیٰ، خَلَف بن ہِشام، شَیبان بن فَرّوخ، اَبُو عُبَیدہ، علی

بن المدائینی، احمد بن ابراہیم الدَّوْرَقی محمد بن صَبّاح الدّولابی، محمد بن سَعْد کاتب الواقدی، عبد الاعلیٰ بن حَمّاد، محمد بن حاتم السَّمین، عبّاس بن الولید النَّرْسی، عبد الواحد بن غِیاث، عُثمان بن ابی شَیْبَہ، ابو عُبید القاسم بن سلّام، ابو الرَّبیع الزُّہرانی، احمد بن الولید بن بُرہ الأنطاکی، و محمد بن الرحمٰن الأنطاکی سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

المُتوکّل کے آخر عہد میں اس کا جلیس و ندیم رہا، پھر عبد اللہ بن المُعتز کا معلم مقرر ہوا۔ اس نے المامون کی شان میں بہت سی مدحیں لکھی تھیں۔

عبد اللہ بن احمد ابوطاہر کسی اہل بلاغت کے حوالے سے کہتا ہے کہ البَلاذُری کاتب و شاعر تھا، و اس کا دادا خَصِیب، امیر مصر کا کاتب تھا۔ اس کی بہت سی اچھی اچھی کتابیں ہیں، کتاب البلدان یعنی اس کتاب کا وہی مصنف ہے، اور یہ اس کی کتابوں میں سے بہترین ہے۔

المرزبانی نے لکھا ہے: البَلاذُری آخر عمر میں پاگل ہو گیا تھا کیونکہ اس نے بھلاذُر پی لیا تھا، جس کی وجہ سے اس کی عقل میں فتور آ گیا تھا۔

محمد بن اسحاق النَّدیم کہتا ہے: اس نے بے جانے بُوجھے بھلاذُر پی لیا جس کی وجہ سے اس پر جو کچھ گزرنی تھی گزری، آخر اسے بیمارستان میں چھوڑ دیا گیا، اور وہیں وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔

کہتے ہیں: البَلاذُری شاعر تھا اور بہت سی اہاجی اس کی یادگار ہیں، وہ فارسی سے عربی میں ترجمہ بھی کرتا تھا۔ ابن النَّدیم کے سوا کسی دوسرے نے یہی باتیں لکھنے کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ "اس نے المعتمد کی خلافت میں وفات پائی"۔ مگر یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ اس سے روایت کرنے والوں میں بقول ابنِ عساکر، احمد بن عدیؔ بھی ہے؛ اس لئے بعض کا خیال ہے کہ وہ المُعتضِد کے ابتدائی زمانے تک زندہ رہا ہو تو کچھ بعید نہیں ہے۔

ابن النَّدیم نے تاریخ حَلَب میں لکھا ہے: البَلاذُری کاتب ادیب

شاعرِ مجید، اخبار و آداب کا مخزن، اور بہت سی اچھی کتابوں کا مصنف ہے۔ ان میں سے ایک کتاب الاشراف ہے اور یہ نہایت مفید کتاب ہے۔ اس نے حلَب، مَنبج، اَنطاکیہ اور ثغور (= سرحدوں) کی سیاحت کی تھی۔

ابن النَّدیم، ابو علی التنوخی کے حوالے سے ایک ایسے شخص کی سند پر جسکا نام اس نے نہیں بتایا، کہتا ہے: ایک زمانے میں البلاذری کا ہاتھ تنگ تھا، تاہم وہ نہ کسی سے کچھ مانگتا تھا اور نہ کوئی پیشہ کرتا تھا؛ لوگوں نے وجہ پوچھی، اُس نے کہا: میں ایک دن چند شعراء کے ساتھ المُستَعین کے پاس گیا، اس نے ہم لوگوں سے کہا: تم میں ایسا کون ہے جس نے میری شان میں ایسا کہا ہو جیسا البحتری نے میرے چچا المتوکل کی شان میں کہا تھا: ؎

وَلَوْ اَنَّ مُشْتَاقًا تَكَلَّفَ فَوقَ مَا ... فِي وُسْعِهِ لَمَشٰى اِلَيْكَ الْمِنْبَرُ[1]

(اگر کوئی مشتاق اپنی قدرت سے زیادہ تکلف کرے تو اُسے تیری ہی طرف رجوع کرنا پڑے گا، کیونکہ تو ایسا مجموعۂ خوبی ہے کہ تیری ثنا کے لئے تیرے سوا کہیں اور سے صفاتِ حسنہ مستعار نہیں مل سکتیں۔)

اگر کوئی ایسا ہے تو مجھے کچھ سنائیے"۔ ہم سب نے کہا: ہم میں سے کسی نے آپ کی شان میں ایسی مدح نہیں کہی ہے"۔ یہ کہہ کر ہم لوگ واپس آگئے۔ تھوڑے دن بعد میں پھر اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: "اے امیرالمومنین میں آپ کی شان میں اس سے بہتر کہہ کر لایا ہوں جیسا البحتری نے آپ کے چچا کی شان میں کہا تھا"۔ اس نے کہا: "یہ بات ہے تو میں تمھیں وہ انعام دوں گا جس کے تم مستحق ہو گے"۔ میں نے کہا: ؎

وَلَوْ اَنَّ بُرْدَ الْمُصْطَفٰى اِذْ حَوَيْتَهُ ... يَظُنُّ لَظَنَّ الْبُرْدُ اَنَّكَ صَاحِبُهُ

وَقَالَ وَقَدْ اُعْطِيتَهُ فَلَبِسْتَهُ ... نَعَمْ هٰذِهِ اَعْطَافُهُ وَمَنَاكِبُهُ

(اگر آپ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھیں تو اس حالت میں

---

[1] لیڈن اور قاہرہ کے نسخوں میں یہ شعر غلط چھپا ہے، اصل میں یوں ہے: ؎

وَلَوْ اَنَّ مُشْتَاقًا تَكَلَّفَ فَوقَ مَا ... فِي وُسْعِهِ لَسَعٰى اِلَيْكَ الْمِنْبَرُ

(اگر کسی مشتاق پر اس کی قدرت سے زیادہ بار ڈالا جاتا تو منبر خود تیرے استقبال کو دوڑتا۔)

وہ چادر اگر کوئی گمان کر سکے گی تو وہ گمان یہی ہوگا کہ آپ ہی اس کے مالک ہیں۔ اور جب وہ آپ کو دیدی جائے گی، اور آپ اس کو اوڑھ لیں گے، تو وہ کہے گی: ہاں، یہ انہی کے پہلو اور انہی کے شانے ہیں)

المستعین نے کہا: واقعی خوب کہا ہے تم گھر جاکے میرے قاصد کا انتظار کرو میں گھر پہنچا ہی تھا کہ اسکا قاصد آیا اور اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ لایا جس میں یہ تحریر تھا کہ "میں نے تمھیں سات ہزار دینار عطا کئے ہیں۔ میں جانتا ہوں میرے بعد تم پر مصیبتیں آئیں گی تمھیں گوشۂ عزلت میں ڈال دیا جائے گا اور تم (اس درجے کو پہنچ جاؤ گے کہ) لوگوں سے مانگو گے مگر کوئی تمھیں کچھ نہیں دے گا۔ اس لئے تم یہ دینار اپنے پاس حفاظت سے رکھو اور جب ایسا وقت آئے تو یہ دینار خرچ کرنا اور کسی سے کچھ نہ مانگنا۔ اب یہ بار مجھ پر ہے کہ جب تک تم زندہ ہو اسوقت تک تمھیں اپنی ضروریات زندگی کے لئے کسی کی محتاجی نہ رہے۔" البلاذری کہتا ہے: اس کے بعد اس نے میرے لئے وظیفے جاری کر دیئے، اچھے سے اچھا کھلایا اور ہمیشہ انعام دیتا رہا۔ اس کے انہی انعاموں اور سات ہزار دیناروں کی وجہ ہے کہ میں اس دن سے آج تک اپنی ضروریات زندگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہوا۔ اب میں وہی دینار خرچ کر رہا ہوں اور اپنے دل میں کسی سے کچھ مانگنے کی خواہش نہیں پاتا، اور اس کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہوں۔

مجھ سے میرے والد محمدؒ بن عدی نے محمدؒ بن خلف کے حوالے سے بیان کیا کہ ان سے البلاذری نے کہا: ایک دفعہ محمود الوراق نے مجھ سے فرمائش کی کہ "کوئی ایسا شعر کہو جس سے تمہارا ذکر باقی رہے اور شعر گوئی کے گناہ تم سے دھل جائیں"۔ اس پر میں نے یہ شعر کہے: ؎

استعدّی یا نفسُ للموت واسْعیٰ — لنجاۃٍ فالحازمُ المُستعِدّ
قد تبیّنتِ انہ لیس للحیّ — خُلودٌ ولا من الموتِ بُدّ
انما انتِ مستعیرۃٌ ما سَوفَ — تَرُدّین والعواری تُرَدّ
انتِ تسھلین[1] والحوادث لاتسھو — وتلھین والمنایا تجدّ

---

[1] قاہرہ کے نسخے میں انت تسھلین ہے اور لیڈن کے نسخے میں انت ساھیۃ۔ لیکن

(اے نفس! موت کے لئے مستعد ہوجا اور نجات کی کوشش کر، کہ محتاط آدمی موت
کے لئے مستعد ہی ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی جاندار کے لئے ہمیشگی نہیں ہے
اور نہ موت سے مفر ہے۔ تو ایک مستعار چیز ہے جسے عنقریب واپس جانا
ہے اور تمام مستعار چیزیں واپس ہی جاتی ہیں۔ بااین ہمہ تو غافل ہے
حالانکہ حوادث غافل نہیں ہیں، اور تو مبتلائے لہو ہے حالانکہ موت اپنی
کوشش میں لگی ہوی ہے۔)

البلاذری سے محمد بن الندیم، احمد بن عمّار، جعفر بن قدامہ، و یعقوب
بن نُعَیم نے روایت کی ہے اور عبداللہ بن ابی سعد الوَرّاق و محمد بن خلف
وکیع القاضی نے قرأت کی ہے اور اس کا ترجمہ منجملہ دیگر ارباب تراجم کے
یاقوت نے معجم الادباء میں، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور الذہبی
نے المیدان میں لکھا ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ البلاذری کو اس کے معاصر اور اہل وطن بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے
تھے کیوں کہ ہم اس کے متعلق جہاں دیکھتے ہیں اقرار جمیل ہی دیکھتے ہیں۔

اس کی اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انھیں پوری طرح قابلِ
اعتبار و لایقِ سند بنانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اس نے بغداد کے معتبر ترین علما
ہی سے ان کی سماعت پر اکتفا نہیں کی، بلکہ اُس نے (ان کی تحقیق کے لئے) سفر کی صعوبتیں
برداشت کیں، اور گم کردہ حقیقت مطلوبہ کی تلاش میں سمندر عبور کئے۔ ابن الندیم کہتا ہے:
وہ شمال الشام کے تمام شہروں میں پھرا، اور وہاں سے مابین النہرین (یعنی الجزیرہ)
کے شہروں کی طرف گیا اور تکریت کی سیاحت کی۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ان
مقامات کے باشندوں میں جو روایتیں محفوظ ہیں انھیں جمع کرکے، ان روایتوں سے
ان کا مقابلہ کرے جو اس نے علماء بغداد سے یاد کی تھیں۔

ایک المانی مورخ جس نے اس کی روایات کے فیوض سے بہت کچھ استفادہ
کیا ہے، کہتا ہے: "البلاذری ان مورخوں میں سے ہے جو اپنے جمع کردہ مواد میں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) اس سے معنوں میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پہلے کے معنے یہ ہیں: "تو غفلت کرتی ہے"
اور دوسرے کے معنے یہ ہیں: "تو غافل ہے"۔ میں نے ترجمے میں آخرالذکر الفاظ اختیار کئے ہیں۔

قابلِ بیان روایتیں چھانٹنے میں سلامتیٔ ذوق کے لئے ممتاز ہیں"۔ اس مورخ کو البلاذُری سے جو حسن اعتقاد ہے مجھے اس میں اس کے ساتھ پورا اتفاق ہے، لیکن میری رائے میں اس نے مصنف کی تعریف کا پورا حق ادا نہیں کیا، کیوں کہ اس کتاب سے ہمیں ایسے دقیق تاریخی حقائق پر اطلاع حاصل ہوتی ہے، جن پر کسی دوسری کتاب سے حاصل ہونی از بس متعذر ہے باخصوصاً جہاں اس نے العراق کے ان قدیم شہروں کا ذکر کیا ہے جن کے آثار مرور ایام سے مٹ گئے ہیں، اور جن کی قدیم شان وشوکت کے آثار میں اب صرف پرانے ٹیلے ہی باقی ہیں۔ ان بے شمار فوائد کے پیش کرنے میں اس بات نے اس کی مدد کی کہ وہ ان لوگوں میں سے بہتوں کا ہم عصر تھا جنہوں نے ان شہروں کو ان کی پوری عظمت و مدنیت کے زمانے میں دیکھا تھا۔

عربوں نے جو مقامات وممالک فتح کئے اگرچہ البلاذُری نے ان کی تاریخ بطریق اختصار لکھی ہے، لیکن ہم اس پر اسے کسی طرح ملامت نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ اس کی یہ کتاب، اس اصل کتاب کا، جسے وہ مکمل نہیں کر سکا تھا، محض ایک خلاصہ ہے۔ بہت ممکن ہے اس نے بڑی کتاب میں یہ تمام باتیں بالتفصیل لکھی ہوں جو اس ملخص میں مختصراً لکھی ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے جس کے لئے البلاذُری کی تعریف کیجاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ خلفاء دولت العباسیہ کے دامن دولت میں پلا اور انہی کے سائے میں اس نے پرورش پائی، اور پھر المُتوکّل والمستعین جیسے خلفاء کے مقربوں میں رہا جن کے اس پر بڑے بڑے احسانات تھے، تاہم اس نے اپنی کتاب میں ان کی حکومت کے متعلق مجرد حقائق ہی لکھے ہیں؛ اس نے نہ ان کے خلفاء کی مدح کی، اور نہ ان کے دشمنوں پر طعن کئے۔ اس نے اسی لئے اپنی کتاب میں سرے سے کوئی مقدمہ ہی نہیں لکھا، جس میں اس زمانے کی عادت کے مطابق اپنے عہد کے خلفاء کی مدح وثنا اور ان کی عظمت وفخامت کے بیان میں مبالغۂ زیادہ سے زیادہ، جو بات دولت العباسیہ کی طرف اس کا میلان ظاہر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ان کے افراد کو تو خلفاء کا لقب دیا ہے مگر بنی امیہ میں عمر بن عبدالعزیز کے سوا کسی کو یہ لقب نہیں دیا۔ لیکن اگر اس وجہ سے ہم اس کو عباسیوں

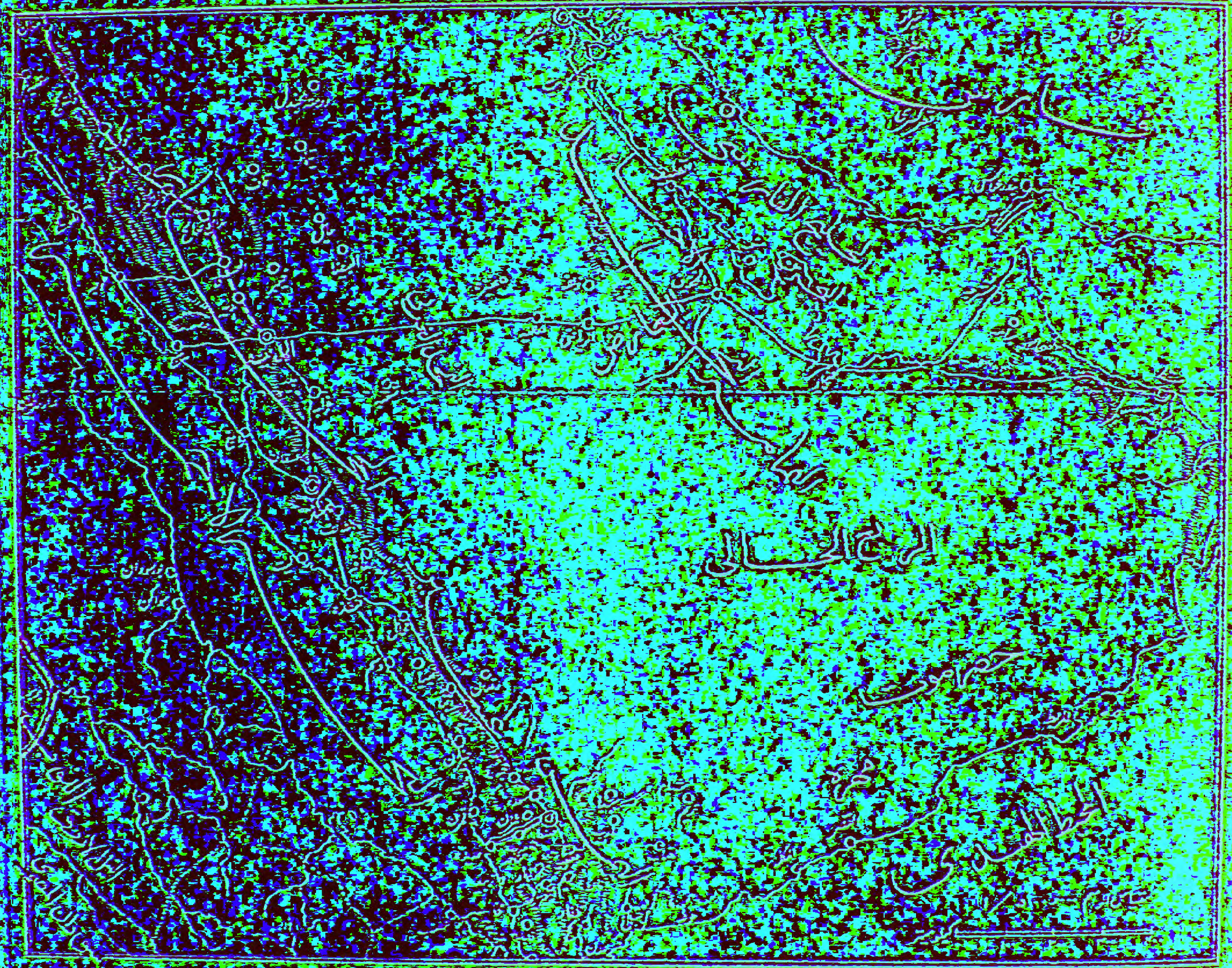
کی جانب داری کا الزام دیں تو ہم یہ نتیجہ اس کے مفہوم سے نکالیں گے، اس کے الفاظ سے نہیں نکال سکتے۔

اگر ہم نفسِ کتاب کے متعلق کچھ کہیں اور اس کی تعریف کرنی چاہیں تو اس کے لئے الفاظ ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ یہاں ہم صرف یہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایک بڑی حد تک آئینے کی طرح ہے جس میں دول اسلامیہ کے ابتدائی عہد کی تصویر نظر آتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ دولتِ اسلامیہ کے موسس عمرؓ بن الخطاب ایک بہترین پیشوا اور اسلامی فضائل کا نمونہ تھے: مُتّقِی، متواضع، کفایت شعار، ضعیفوں پر مہربان، اور دشمنانِ دین پر سخت۔ وہ لوگوں کے مال میں طمع کرنے اور نمود و نمائش کو بُرا سمجھتے تھے، شہریوں کو بدویوں کی لوٹ مار سے بچاتے اور اشرافِ مکہ کی زیادتیوں سے حقوقِ صحابہ کی حفاظت کرتے تھے۔ اسی کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا یہ بھی دیکھتا ہے کہ بہادرانِ عرب نے روم و ایران کے ممالک پر کس طرح ترک تازیاں کیں؛ اور یہ کہ انھوں نے اپنی شجاعت و حربیت سے، اُس اُمیّت و بدویت اور اصولِ تمدن سے ناواقفیت کے باوجود جس میں وہ ایک زمانے سے مبتلا تھے، کس طرح مشکلات پر غالب آکر اپنے مقصدِ وحید یعنی نشرِ دینِ اسلامی و اعلاء شانِ اُمّتِ عربیہ میں کامیابی حاصل کی۔

ایم، جی، ڈی خویہ

حصّہ اوّل

جزیرۃ العرب



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ استعین

المدینہ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

(۲) احمد بن یحیٰی بن جابر کہتا ہے مجھے حدیث سیرۃ اور فتوح ممالک کے علماء کی ایک جماعت نے خبر دی ہے (میں نے ان کے بیان کا سیاق درست و مختصر کر دیا ہے اور اس کی ترتیب بدل دی ہے۔) کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے المدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو قُبَاء میں کُلثُوم بن الہدم بن اِمراءُ القَیس بن الحارث بن زید بن عُبَید بن اُمیہ بن زید بن مالک بن عَوف بن عمرو بن عَوف بن مالک بن اَوس کے ہاں قیام فرمایا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں سَعد بن خَیثمہ بن الحارِث بن مالک یکے از خاندان بنی سَالِم بن امرءُ القَیس بن مالک بن اَوس گفتگو کر رہے تھے، اس سے لوگوں نے سمجھا کہ آپ نے انہی کے ہاں قیام فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جو پہلے ہجرت کر آئے تھے اور انصار کے جو قبیلے یہاں آباد تھے، انھوں نے یہاں ایک مسجد بنائی تھی اور سب اسی میں نماز پڑھتے تھے۔ اس زمانے میں نماز کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قُبَاء میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے بھی اُن لوگوں کے ساتھ اسی مسجد میں نماز ادا فرمائی، اس وجہ سے اہلِ قُبَاء کہتے ہیں: یہ وہی مسجد ہے جس کی نسبت یہ ارشاد باری ہے: لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ (قرآن، ۹:۱۰۹) ۱۔ محمد

وہ مسجد جس کی بنیاد اول یوم سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے یقیناً اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں نماز پڑھو)؛ اور یہ بھی روایت ہے کہ جس مسجد کے متعلق أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى آیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی عَفَّان بن مسلم الصَّفَّار نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمّاد بن سَلَمَہ نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہشام بن عُروہ نے اور انھیں عُروہ
(۳) نے کہ:- اس آیۃ: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (قرآن ۹: ۱۰۷ - وہ لوگ جنھوں نے کفر و شرارت پھیلانے اور تفریق بین المومنین کے لئے ایک مسجد اس شخص کے انتظار میں بنائی ہے جو پہلے ہی اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے ......) کی شان نزول یہ ہے کہ مسجد قُبا سعد بن خَیثمہ نے بنائی تھی اور یہ جگہ لَبَّہ کی تھی جہاں وہ اپنا گدھا باندھتا تھا۔ اس پر جھگڑالو طبیعتوں نے کہا، "کیا ہم اس جگہ نماز پڑھیں جہاں لَبَّہ اپنا گدھا باندھتا تھا، نہیں ہم اس میں ہرگز نماز نہیں پڑھیں گے، ہم اپنی مسجد الگ بناتے ہیں اور اسی میں نماز پڑھیں گے، حتیٰ کہ ابو عامر ہمارے پاس آئے اور ہمارے ساتھ نماز پڑھے"۔ یہ ابو عامر وہ تھا جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ کر اہل مکہ کے پاس گیا تھا اور پھر شام جا کے نصرانی ہو گیا تھا۔ اس مسجد کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (اور جن لوگوں نے کفر و شرارت پھیلانے اور تفریق بین المومنین کیلئے اس شخص کے انتظار میں مسجد بنائی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی لڑ چکا ہے.....) اس میں اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ سے مراد ابو عامر ہے"۔

ہم سے حدیث بیان کی رَوح بن عبد المومن المقری نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی بہز بن اسد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حماد بن زید نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ایوب نے اور انھیں سعید بن جُبَیر نے، کہ:- بنی عمرو بن عَوف نے ایک مسجد بنائی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس پر ان کے رشتے دار بنی غنم بن عوف کو رشک ہوا، انھوں نے کہا،

ہم بھی ایک مسجد بناتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجتے ہیں کہ آپ ہمارے ہاں نماز پڑھئے جس طرح آپ نے ہمارے رشتے داروں کے ہاں نماز پڑھی ہے۔ اور کاش ابوعامر بھی الشام سے واپسی میں ہمارے پاس ہوتا ہوا جائے اور اس مسجد میں ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔" اس خیال سے انھوں نے یہ مسجد بنائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجکر درخواست کی کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لاکر نماز پڑھیئے۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے جانے کے لئے اُٹھ رہے تھے کہ یہ وحی نازل ہوئی، وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور جن لوگوں نے کفر و ضرر رسانی اور تفریق بین المومنین کی غرض سے اس شخص کے انتظار میں مسجد بنائی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی لڑ چکا ہے......") راوی کہتا ہے (اس آیتہ میں جس کی طرف اشارہ ہے) وہ ابوعامر ہے (اور جس مسجد کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئیں،) لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ (۴)
(اے محمدؐ) تم ہرگز ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا۔ اس کی زیادہ مستحق تو وہ مسجد ہے جو اول یوم سے پرہیزگاری کی بنیادوں پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس کی بنیاد تقوے اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہے) وہ مسجدِ قُبا ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم بن میمون نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، اُن سے ہشام نے اور ان سے الحسن نے کہ:۔ جب یہ آیتہ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا (اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیجکر اہلِ قُبا سے دریافت فرمایا: "وہ کونسی پاکی ہے جس کا تمھارے متعلق ذکر کیا گیا ہے؟" انھوں نے کہا: "ہم بول و براز کا اثر دھو لیا کرتے ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے، اور ان سے عامر نے کہ:۔ اہل قُبا میں سے بعض

پانی سے استنجا کرتے تھے اس لئے ان کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی "فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا......"

مجھ سے حدیث بیان کی عمرو ابن محمد النَّاقِد، اور احمد بن ہشام بن بَہْرام نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکِیع بن الجَرّاح نے، ان سے رَبِیعہ بن عُثمان نے، ان سے عِمران بن اُبی انس نے، اور ان سے سَہل بن سَعْد نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو آدمیوں نے اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کے مَحْمُول میں اختلاف کیا۔ ایک نے کہا: اس کا مَحْمُول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے، اور دوسرے نے کہا: نہیں مسجد قُبَاء ہے۔ پھر دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی، آپ نے فرمایا: هو مسجدی هذا ("وہ یہی میری مسجد ہے")۔

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو بن محمد اور محمد بن حاتم بن مَیْمُون نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکِیع نے، ان سے رَبِیعہ بن عُثمان التَّیمی نے، ان سے عثمان بن عُبید اللہ بن ابی رافع نے، اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ:۔ جس مسجد کے متعلق اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى آیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو نُعیم الفضل بن دُکَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن عامر الاسلمی نے، ان سے عِمران بن ابی أنس نے، ان سے سَہل بن سَعْد نے، اور ان سے اُبَیّ بن کَعْب نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسجد کے متعلق پوچھا گیا جس کے متعلق اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى آیا ہے، فرمایا: "وہ یہی میری مسجد ہے۔"

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم نے، اُن سے مُدَبِّر بن خالد نے، ان سے ابو ہلال الرَّاسِبِی نے، ان سے قَتَادَہ نے، اور ان سے سعید بن المُسَیَّب نے، کہ:۔ اس قول (باری) لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اعظم ہے۔" (٥)

ہم سے حدیث بیان کی علی بن عبد اللہ المدینی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سُفیان بن عُیَیْنَہ نے، ان سے ابی الزِّناد نے، اور اُن سے خارجہ بن زید بن ثابت نے، کہ:۔ جس مسجد کی نسبت اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کہا گیا ہے وہ مسجدِ رسول علیہ السلام ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی عفّان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وُہیب نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی داؤد بن ابی ہند نے، اور ان سے سعید بن المسیب نے، کہ:۔ جس مسجد کی نسبت اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی کہا گیا ہے وہ المدینہ کی مسجد اعظم ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم بن میمون السّمین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکیع نے، ان سے اُسامہ بن زید نے اُن سے عبد الرحمن بن ابو سعید الخُدری نے، اور ان سے اُن کے والد نے، کہ:۔ جس مسجد کی نسبت اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی آیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔"

کہتے ہیں:۔ بعد میں مسجد قُبَاء وسیع کی گئی اور اس میں کچھ اضافہ کیا گیا۔ (حضرت) عبد اللہ بن عمرؓ جب یہاں آتے تو اُسی پرانے ستون کے پاس نماز پڑھتے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قُبَار میں پیر منگل بدھ اور جمعرات کو قیام[1] فرما کر جمعہ کو المدینہ کے ارادہ سے سوار ہو گئے، جمعے[2] کی نماز بنی سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن الخزرج کی مسجد میں ادا فرمائی، اور یہ پہلا جمعہ تھا جو اس مسجد میں پڑھا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے مکانوں کے سامنے سے گزرے اور مکان پر مکان چھوڑتے چلے گئے، لوگ حاضر ہو ہو کے درخواست کرتے تھے کہ حضور ہمارے ہاں قیام فرمائیں، حتیٰ کہ آپ اس مقام پر پہنچے جہاں مسجد نبوی ہے، یہاں آپ کی ناقہ بیٹھ گئی، آپ اس پر سے اترے، ابو ایوّب خالد بن زید بن کُلَیب بن ثعلبہ بن عَبد بن عَوف بن غَنْم بن مالک بن النّجّار بن ثَعْلَبہ بن عمرو بن الخزرج نے بڑھ کے آپ کا کجاوہ اُتار لیا اور آپ نے ابو ایوب کے ہاں قیام فرمایا۔ خزرجیوں میں سے ایک قوم نے چاہا کہ آپ ان کے ہاں قیام فرمائیں، مگر آپ نے فرمایا: المرء مع رحلہ (آدمی اپنے کجاوہ کے ساتھ ہے)۔ ابو ایوبؓ کے ہاں آپ کا قیام سات مہینے رہا۔ اسی زمانے میں مہینہ بھر بعد آپ پر پوری نماز اُتری۔

انصار نے اپنی مقبوضات کے تمام فاضل قطعے بطور ہبہ پیش کئے اور کہا:

---

[1] یعنی چار دن قیام فرمایا۔ لیکن امام بخاری نے لکھا ہے: چودہ دن قیام فرمایا (تاریخ صغیر)
[2] عینی نے جمعرات کا دن لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری)

یانبی اللہ! ہماری منازل[1] میں سے جو پسند ہو قبول فرمالیجیے"۔ فرمایا۔ "خیر۔"[2]

ابو اُمامہ اَسْعد بن زُرارہ بن عُدَس بن عُبَید بن غَنْم بن مالک بن النجّار جو نقیب النقبا تھے آس پاس کے مسلمانوں کو اپنی مسجد میں جمع کر لیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی المدینہ تشریف لانے کے بعد (مسجد نبوی کے تعمیر ہونے تک) اسی میں نماز ادا فرمائی، اس سے متصل ایک زمین تھی جو سَہل و سُہَیل دو یتیموں کی ملک تھی یہ دونوں رافع بن اُبی عَمرو بن عابد بن ثعلبہ کے بیٹے تھے اور اَسْعد کی سرپرستی میں رہتے تھے آپ نے اَسْعد سے فرمایا: "یہ زمین میرے ہاتھ بیچ دو" انھوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ قبول فرمالیں، میں ان یتیموں کو اس کی قیمت دیدوں گا" مگر آپ نے یتیموں کا مال اس طرح لینا منظور نہیں فرمایا اور دس دینار میں ان سے معاملہ طے فرمایا جو (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں سے اسی وقت انھیں دلوائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اینٹیں لانے کا حکم دیا، اینٹیں لائی گئیں، مسجد بننی شروع ہوئی، نیو پتھر سے اٹھائی گئی، ستون درختوں کے تنوں کے بنائے گئے، اور چھت کھجور کی شاخوں سے پاٹی گئی۔ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس میں کوئی نئی چیز نہیں بنائی۔ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں توسیع کی، اور اس کے لئے (حضرت) عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کہا: "تم اپنا مکان بیچ دو میں مسجد میں شامل کروں گا" مگر انھوں نے اس کو اللہ اور رسول کے لئے ہبہ کردیا اور وہ مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ پھر (حضرت) عثمان بن عَفّان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں پتھر اور گچ سے (از سرِ نو) اس کی تعمیر کرائی، پتھر کے ستون لگوائے، سال کی چھت بنوائی اور العقیق سے بجری منگوا کے ڈلوائی۔

پہلی مرتبہ جس نے مسجدِ نبوی صلعم میں مقصورہ بنوایا وہ مروان بن الحکم بن العاصی بن اُمیّہ تھا اور یہ اس نے منقوش پتھروں سے بنوایا تھا۔ اس کے بعد

---

[1] منازل منزل کی جمع ہے۔ منزل اس مکان کو کہتے ہیں جس میں بیوت (= کمرے)، صحن، سُقُف (= برآمدہ) اور مطبخ وغیرہ ہو، اور جس میں ایک شخص مع اپنے اہل و عیال کے اچھی طرح رہ سکے۔

[2] "خیر" عربی میں ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں ہمارے ہاں آپ کی چیز آپ کو مبارک یا آپکی عنایت ہے! بولا جاتا ہے۔

الولید بن عبدالملک بن مروان کے والی (بادشاہ) ہونے تک اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ الوَلیدُ نے اپنے والد کے بعد تخت نشین ہو کر عمر بن عبدالعزیز کو جو اس کی طرف سے المدینہ کے عامل تھے، مسجد (نبوی صلعم) کو منہدم کر کے (از سرِ نو) تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کام کے لئے ان کے پاس روپیہ، فُسَیفِسَاء[1]، سنگِ رُخام اور الشّام (۷)
و مصر کے ۸۰ رومی و قبطی معمار بھیجے، تعمیر شروع ہوی اور اس میں (بہت کچھ) اضافے ہوے، اس کے بعد مسجد کے انتظام و انصرام اور اخراجات کے لئے صالح بن کَیسان غلام آزاد کردۂ سُعدَی مولاۃِ آل مُعَیقیب بن ابی فاطمۃ الدَّوسی کو متولی مقرر کیا۔ یہ سنہ ۸۸ھ کا واقعہ ہے اور بعض کہتے ہیں سنہ ۹۱ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد خُلَفَاء میں سے کسی نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، حتےٰ کہ امیرالمومنین المہدی صلوٰۃ اللہ علیہ نے خلافت حاصل کی۔

الواقدی کہتا ہے :۔ المَہدِی نے عبدالملک بن شَبِیب الغَسَّانی کو اور (اس کے ساتھ) ایک اور شخص کو جو (حضرت) عمر ابن عبدالعزیزؒ کی اولاد میں سے تھا[2] مسجد کی تعمیر و توسیع کے لئے المدینہ بھیجا اس زمانے میں یہاں کا حاکم جعفر بن سلیمان تھا اس کام میں یہ دونوں سال بھر مشغول رہے اور انھوں نے مسجد کے آخری حصے میں سو گز کا اضافہ کیا، جس سے اس کا طول تین سو گز اور عرض دو سو گز ہو گیا۔

علی بن محمد المدائنی کہتا ہے :۔ امیرالمومنین المَہدِی نے جعفر بن سلیمان کو مکہ و المدینہ الیمامہ کا والی کیا، اس نے مکہ و المدینہ کی مسجدوں میں (کچھ) اضافے کئے، المدینہ کی مسجد کی تعمیر سنہ ۱۶۲ھ میں ختم ہوئی۔ المَہدِی سنہ ۱۶۰ھ میں حج کرنے سے قبل المدینہ حاضر ہوا، اور اس نے حکم دیا کہ مقصورہ توڑ کر مسجد کے برابر کر دیا جائے۔ پھر سنہ ۲۴۶ھ میں امیرالمومنین جعفر المتوکل علی اللہ رحمۃ اللہ نے المدینہ کی مسجد کی مرمت کا حکم دیا اور اس کے لئے بڑی مقدار میں فُسَیفِسَاء بھیجے۔ اس کام سے سنہ ۲۴۷ھ میں فراغت ہوئی۔

---

[1] فُسَیفِسَاء، پتھر اور چینی کے ان مہرہ ہائے رنگارنگ کو کہتے ہیں جو خوشنمائی کے لئے فرش اور دیواروں میں لگائے جاتے ہیں۔ ان کو موجودہ زمانے کے ٹائیلس کی قدیم صورت سمجھنا چاہیئے۔

[2] عبداللہ بن عاصم (وفاء الوفاء)

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو بن حَمّاد بن ابو حَنِیفہ نے، انھوں نے کہا ہم سے
حدیث بیان کی مالک بن اَنس نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام
بن عُروَہ نے، اُن سے اُن کے والد نے، اور اُن سے (حضرت) عائشہ (صدیقہ)
رضی اللہ عنہا نے" کہ:۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خواہ کوئی مصر دیینہ
زبر دستی فتح کیا گیا ہو مگر المدینہ قرآن سے فتح کیا گیا ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن أَبی شَیبَۃ الأُبُلّی نے، اُنھوں نے کہا ہم سے
حدیث بیان کی ابو الأَشہَب نے، اور اُنھوں نے کہا ہمیں خبر دی الحسن نے" کہ:۔
رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کا ایک حَرَم ہوتا ہے میں نے المدینہ کو
اس کے دو آتش زدہ سنگستانوں کے درمیان اپنا حرم بنایا ہے، جس طرح ابراہیم
علیہ السلام نے مکہ کو اپنا حَرَم بنایا تھا۔ پس نہ اس کی گھانس کاٹی جائے، نہ اس کا (۸)
درخت توڑا جائے، نہ اس میں قتل و خوں ریزی کے لئے ہتیار اٹھائے جائیں، اور
جو کوئی یہاں (ان باتوں میں سے کوئی بات) کرے گا یا ایسے لوگوں کو پناہ دیگا
اس پر اللہ اور اس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی؛ اور اس کی کوئی
توبہ، اور اس کا کوئی فدیہ[1] قبول نہیں کیا جائے گا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی رَوح بن عبدالمؤمنُ البَصری المقری نے، انھوں نے
کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو عَوَانہ نے، اُن سے عُمر بن ابو سَلَمَہ بن عبدالرحمٰن
نے ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ابو ہُرَیرَہ نے، کہ:۔ رسُول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدا! ابراہیمؑ تیرے بندے اور رسُول تھے، میں بھی تیرا
بندہ اور رسُول ہوں، میں نے المدینہ کو اس کی دو آتش زدہ پہاڑیوں کے درمیان
اپنا حُرم بنایا ہے، جس طرح ابراہیمؑ نے مکہ کو اپنا حرم بنایا تھا۔" ابو ہُرَیرَہ کہا کرتے
تھے: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے بُطحان میں
بھی ہرن مل جائیں تو میں اُنھیں آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھوں گا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شَیبَان بن اَبی شَیبَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے
حدیث بیان کی القاسم بن الفَضل الحُدّانی نے، ان سے محمّد بن زیاد نے،

---

[1] جو چیز کسی عمل کے بدلے پیش کی جائے اس کو فدیہ کہتے ہیں۔

اور ان سے ان کے دادا نے (جو عثمان بن مظعون کے غلام تھے، اور ان کے پاس الحَرّہ میں آلِ مظعون کی ایک زمین تھی)، کہ :- (حضرت) عمر بن الخطاب کبھی دوپہر کو سر پر کپڑا ڈالے میرے پاس آتے اور مجھ سے باتیں کرتے تھے اور میں ان کیلئے ترکاریاں اور ککڑیاں لاتا تھا۔ ایک دن وہ تشریف لائے (اور جب میں ترکاریاں لانے جانے کو اٹھا تو) مجھ سے کہا: "نہ جاؤ، میں نے تمھیں یہاں کی سب چیزوں پر حاکم بنایا ہے۔ تمھیں چاہئے کہ کسی کو المدینہ کے درختوں میں سے کسی درخت کی شاخیں توڑنے یا کاٹنے کی ہرگز اجازت نہ دو، اور اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھو تو اس کی رسی اور کلھاڑی چھین لو۔" وہ کہتے ہیں، "میں نے پوچھا: "کیا اس کا کپڑا بھی چھین لوں"؟ کہا: "نہیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابو مسعود بن القتّات نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن أبی یحیٰی المدنی نے، ان سے جعفر بن محمدؒ نے، اور اُن سے ان کے والد نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد سے عَیر تک کے درختوں کو حرم قرار دیا ہے؛ البتہ ایسے شخص کو جس کے پاس صرف ایک ہی آب کش اونٹنی ہو، عَضَباء اور مجارثہ دعر بہ (خشک اور سبز گھانس) کاٹ لینے کی اجازت دی ہے جو اس کے کام آسکے[1]۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الھَیثم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ بن صالح نے، ان سے لَیث بن سَعد نے، ان سے ہشام بن سَعد نے، ان سے زید بن أسلَم نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ :- میں نے (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ایک شخص سے جسے انھوں نے حِمَی الرَّبَذہ کا عامل مقرر کیا تھا (بکر اس کا نام بھول گئے[2]) یہ کہتے سنا کہ :- اپنا ہاتھ ہر مسلمان (۹)
پر دراز ہونے سے روک، اور مظلوم کی بددعا سے ڈر، کہ وہ قبول ہوتی ہے۔ کم ادنومان

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ایسے درختوں کی لکڑیاں کاٹ لینے کی اجازت ہے جو ہل وغیرہ بنانے یا درست کرنے میں کام آتی ہیں۔
غَضَباءٗ ایک قسم کا گھن دار درخت ہوتا ہے، اس کی لکڑی بہت سخت اور آگ دیرپا ہوتی ہے اکی لکڑیاں عموماً ہلوں اور گاڑیوں کے بنانے میں کام آتی ہیں۔
[2] ان کا نام ہُنَی تھا (البخاری)، یہ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ (ابن سعد، ج ۵، ص ۶)

اور کم بکریوں والوں کو داخل ہونے دے اور ابن عفانؓ وابن عوفؓ کے اونٹوں سے مجھے معاف رکھ، کیوں کہ اگر ان کے اونٹ مر بھی جائیں گے تو یہ زراعت کی طرف رجوع ہو جائیں گے، لیکن اگر ان کے اونٹ مر جائیں گے. تو وہ (پریشان ہو کر) یا امیر المومنین! یا امیر المومنین! پکارتے ہوئے آئیں گے. پس مسلمانوں کے لئے یہ زیادہ آسان ہے کہ انھیں گھانس دیدیں، بہ نسبت اس کے کہ اس کے عوض سونا اور چاندی دیں۔ خدا کی قسم یہ انھیں کی زمین ہے، جاہلیت میں انھوں نے اس پر خوں ریزی کی اور اسلام میں اس پر سلامتی پھیلائی، اگر میں ایسا نہ کروں گا تو وہ سمجھیں گے کہ میں ان پر ظلم کر رہا ہوں۔ اگر وہ اونٹ نہ ہوتے جن پر خدا کی راہ میں بار کیا جاتا ہے تو میں لوگوں کی حمایت انکے شہروں میں کسی چیز سے ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔"

ہم سے حدیث بیان کی اُلقاسم بن سَلّام ابو عبید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن ابی مریم نے، ان سے العُمَری نے، ان سے نافعؒ نے، اور ان سے ابن عمرؓ نے، کہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے النَّقیع کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے چرنے کے لئے قیود حرم سے مستثنیٰ فرمادیا۔ ابو عبید نے مجھ سے (نَقیع) نون کے ساتھ کہا، اور کہا: النَّقیع سِپتؔ[1] وشتی کے میدان کو کہتے ہیں، اور سِپتؔ دشتی کو خَندَقُوق بھی کہتے ہیں۔"

مجھ سے مُصْعَبؔ بن عبد اللہ الزُّبَیرِی نے حدیث بیان کی، ان سے انکے والد نے، ان سے ابن الدَّرَاوَرْدِی نے، ان سے محمدؐ بن ابراہیم التَّیمی نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے سَعد بن ابی وقّاص نے، کہ :۔ میں نے ایک غلام کو حِمیٰ میں درخت کاٹتے دیکھا اور مار کر اس کی کلھاڑی چھین لی، اس پر اس کے آقا یا عزیزوں میں سے ایک عورت نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکے میری شکایت کی، عمرؓ نے مجھ سے کہا: "اے ابو اسحٰق! اس کے کپڑے اور کلھاڑی دیدو۔" میں نے دینے سے انکار کیا اور کہا: "میں ایسا مال ہرگز واپس

---

[1] بفتح اول وکسر ثانی وسکون ثالث۔ یہ ایک قسم کی گھانس ہوتی ہے، اس کے کھانے سے جانور فربہ ہو جاتے ہیں۔

نہیں کروں گا جو رسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے غنیمت قرار دیا ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اس زمین پر جسے سبز گھانس کاٹتے دیکھو مارو اور اس کی چیزیں چھین لو۔" (چنانچہ انھوں نے کوئی چیز واپس نہیں دی)۔ کلھاڑی کا بیلچہ یا کھرپا بنا لیا اور جب تک زندہ رہے اپنی زمین میں اسی سے کام کرتے رہے۔"

ہم سے ابوالحسن المدائنی نے حدیث بیان کی، اور ان سے ابن جُعْدُبہ و ابومَعْشَر نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غَزْوَہ ذِی قَرَدْ سے واپسی کے وقت ظُرَیب میں تھے، انصار میں سے قبیلۂ بنی حارثہ نے ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کر کے عرض کی: "یارسول اللہ! یہ ہمارے اونٹوں اور بکریوں کے چرنے اور ہماری عورتوں کی چہل قدمی کرنے کی جگہ ہے، اور اس کا نام غابہ ہے۔" آپ نے فرمایا "جس نے اس میں سے ایک درخت کاٹا ہے وہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگائے اور دِیَت ادا کرے"۔ پس اس حکم کے مطابق اس میں درخت لگائے گئے۔"

(۱۰) مجھ سے حدیث بیان کی عبدالاعلیٰ بن حمّاد النَّرسی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سَلَمَہ نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی محمّد بن اسحٰق نے، ان سے ابو مالک بن ثَعْلَبہ نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَادِیٔ مَہْزُور کے معاملے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ "پانی روک کر ٹخنوں ٹخنوں کھڑا کیا جائے پھر اوپر والا نیچے والے کی طرف بہنے دے۔"

ہم سے حدیث بیان کی اسحٰق بن ابی اسرائیل نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن ابی الزِّنَاد نے، اور ان سے عبدالرحمٰن بن الحارث نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیل مَہْزُور کے معاملے کا یہ فیصلہ فرمایا "اوپر والے اس حد تک پانی روکیں کہ ٹخنوں تک کھڑا ہو جائے، پھر نیچے والوں کی طرف بہنے دیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو بن حمّاد بن ابی حَنِیفَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مالک بن أَنَس نے، ان سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمّد بن عُمَر بن حَزْم الانصاری نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے سَیْلِ مَہزُور و مُذَینِب کے معاملے میں یہ حکم دیا: "پہلے پانی روک کر ٹخنوں تک کھڑا کر لیا جائے، اور پھر اوپر والے نیچے والوں کی طرف بہنے دیں"۔ مالک نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ سیل بطحان میں بھی فرمایا تھا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسْوَدُ العِجلی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن عبد العزیز نے، ان سے محمدؐ بن اسحٰق نے، ان سے ابو مالک بن ثعلبہ بن ابو مالک نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- بنی قُرَیظہ کی وَادِیٔ مَہزُور کا جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا' آپ نے فیصلہ فرمایا: "جب پانی ٹخنوں تک کھڑا ہو جائے تو اوپر والے نیچے والوں کی طرف بہنے سے نہ روکیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَفْص بن غیاث نے' ان سے جعفر بن محمدؐ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَیْلِ مَہزُور کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ "نخلستان والوں کو عَقِبَیْن (=پاشنے) تک، اور کھیتی والوں کو شراکین (=پشت قدم پر چپل کے تسمے باندھنے کی جگہ) تک پانی ملے، اور پھر ان کے لئے چھوڑ دیا جائے جو ان سے نیچے ہیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی حَفْص بن عُمَر الدُّوْرِی نے، انھوں نے کہا ہم سے

(۱۱) حدیث بیان کی عَبَّاد بن عَبَّاد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُرْوَہ نے، اور ان سے عُرْوَہ نے' کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بُطحَان جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر ہے"۔

مجھ سے حدیث بیان کی علی بن محمدؐ المدائنی ابو الحسن نے، اور ان سے ابن جُعدُبَہ وغیرہ نے، کہ:- (حضرت) عثمانؓ کی خلافت میں مَہزُور کے سیلاب کی وجہ سے المدینہ ڈوبنے کے بالکل قریب تھا، انھوں نے اس کے لئے بند بندھوایا۔ ابو الحسن نے کہا: اسی طرح ایک دفعہ ۱۵۶ھ میں بھی سیلاب کی وجہ سے سخت خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں مدینہ (منورہ) کا والی عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن العباس تھا؛ اس نے (لوگوں کی جانوں اور ان کے اموال کی حفاظت کا انتظام کرنے کیلئے)

عبداللہ بن ابو سَلَمۃَ العُمَرِی کو بھیجا اور عبداللہ نے نماز عصر کے بعد لوگوں کو (خطرے سے) نکالا، اس وقت پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں بھر چکا تھا۔ اہل العالیہ میں سے ایک بڑھیا نے اس کو ایک جگہ کا پتہ بتایا جس کا ذکر وہ لوگوں سے سنتی تھی، وہ جگہ کھودی گئی، وہاں سے پانی کو باہر نکلنے کا راستہ مل گیا اور سارا پانی وادیٔ بُطحان کی طرف بہ گیا۔ ابو الحسن نے کہا، مَهزُور سے مُذَینِب تک ایک پہاڑی رستہ ہے جس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن أبان الواسطی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو ہلال الرَّاسِبی نے، اور انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحسن نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المدینہ و اہل المدینہ کے لئے دعا فرمائی اور اس کا نام طَیبَہ رکھا۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابو عمر حَفص بن عمر الدُّوری نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عُبَّاد بن عُبَّاد نے، ان سے ہشام بن عُروَہ نے، ان سے اُن کے والد نے، اور ان سے اُمّ المومنین (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے کہ:۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو یہاں آکر بہت سے مسلمان بیمار پڑ گئے، اور ان میں جن کی بیماری زیادہ شدید تھی وہ ابو بکرؓ اور بلالؓ اور عامر بن فُہَیرہ تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ حالت تکلیف میں فرماتے:۔

كُلُّ امرِیٍٔ مُصَبَّحٌ فِی اَهلِهٖ ۔۔۔ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

(ہر شخص پر اس کے اہل و عیال کے درمیان غارت گری کی جاتی ہے، اور موت آدمی کی جوتی کے تسموں سے بھی قریب تر ہے۔)

اور بلال رضی اللہ عنہ کہتے:۔

وَ لَا لَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً ۔۔۔ بِفَخٍّ وَحَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ
وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ ۔۔۔ وَهَلْ تَبْدُوَنْ لِیْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

(کیا پھر بھی کبھی وہ دن آئے گا کہ میں اس وادی میں ایک رات بسر کروں جس میں اِذخِر اور جَلِیل میرے پاس ہوں۔ اور کیا وہ دن مجھے پھر بھی

کبھی دیکھنا نصیب ہو گا کہ میں مَجَنَّہ کے چشمے پر اتروں اور شامَہ و طُفَیل مجھے دکھائی دیں۔"

اور ابو عامر بن فُہَیرَہ کہتے ہیں:-

(۱۲) لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ — اِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهُ مِنْ فَوْقِهِ

كُلُّ امْرِئٍ مُجَاهِدٌ بِطَوْقِهِ — كَالثَّوْرِ يَحْمِي جِلْدَهُ بِرَوْقِهِ

(میں نے موت کا مزہ اس کے آنے سے پہلے ہی چکھ لیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔ ہر شخص بقدر طاقت کوشش کرتا ہے جس طرح بیل اپنی جلد کو اپنے سینگ سے بچاتا ہے۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بیماری کی خبر کی گئی، آپ نے دعا فرمائی کہ "خدایا! ہمارے لئے المدینہ ویسا ہی خوشگوار بنا دے جیسا ہمارے لئے مکہ تھا، اور ہمارے لئے یہاں کے مُدّ اور صاع[1] میں برکت عطا فرما۔"

ہم سے حدیث بیان کی الولید بن صالح نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الواقدی نے، اُن سے محمد بن عبد اللہ نے، ان سے الزُّہری نے، اور ان سے عُرْوَہ نے، کہ:- انصار میں سے ایک شخص نے اشراج الحَرَّہ کے معاملے میں الزُّبَیر بن العَوَّام سے جھگڑا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "اے زُبَیر تم اپنے لئے پانی لے لو اور پھر اپنے ہمسایوں کی طرف بہنے دو۔"

مجھ سے علی الأَثْرَم نے ابو عُبَیدہ کے حوالے سے کہا:- اشراج پانی کے اُن رستوں کو کہتے ہیں جو سنگلاخ زمین میں بنے ہوئے ہوں، اور الحَرَّہ اس زمین کو کہتے ہیں جو پتھروں سے پٹی ہوئی ہو۔ لیکن الأَصْمَعی نے اشراج کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ پانی بہنے کے وہ رستے ہیں جو سنگلاخ زمین سے نرم زمین کی طرف جاتے ہیں[2]۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن علی ابن الأَسْوَد العِجْلی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی

---

[1] مُدّ اور صاع دو پیمانے ہیں، مُدّ تقریباً سیر بھر کا ہوتا ہے اور صاع تین سیر کا۔

[2] الزمخشری: الفائق، ج ۱، ص ۵۹۸۔

یزید بن عبدالعزیز نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُروہ نے، اور اُن سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے العقیق جاگیروں میں دینی شروع کی حتیٰ کہ ساری زمین بانٹ کر اس کے آخری حصے میں پہنچے اور کہا: "میں نے ایسی زمین اب تک کسی کو نہیں دی" اس پر خوّات بن جُبیر الانصاری نے کہا: "یہ مجھے دید و"۔ اور انھوں نے وہ زمین ان کو دیدی۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے یزید بن عبدالعزیز نے، ان سے ہشام نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمرؓ نے العقیق کے بالائی حصے سے زیریں حصے تک جاگیریں دیں۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَفص بن غِیاث نے اور ان سے ہشام بن عُروہ نے، کہ:۔ (حضرت) عمرؓ لوگوں کو جاگیریں دینے نکلے، الزُّبیرؓ ان کے ساتھ تھے، وہ زمینیں تقسیم کرتے ہوئے العقیق تک پہنچے پوچھا: وہ جاگیریں لینے والے کہاں ہیں؟ میں اب تک اس سے بہتر کسی ٹکڑے سے نہیں گزرا" الزُّبیر نے کہا: "یہ مجھے دید و" اور انھوں نے وہ ٹکڑا ان کو دے دیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو مُعَاویۃ الضَّریر نے، ان سے ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمرؓ نے ساری (وادی) العقیق جاگیروں میں بانٹ دی اور خَوّات بن جُبیر الانصاری کے قطعے پر پہنچ کے کہا، "وہ جاگیریں لینے والے کہاں ہیں؟ میں نے آج اس سے بہتر قطعہ تقسیم نہیں کیا"

(۱۴) ہم سے حدیث بیان کی خلف ابن ہشام البزّار نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو بکر بن عَیَّاش نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے خَوّات بن جُبیر الانصاری کو ایک بنجر زمین جاگیر میں دی

جو ہم نے اُن سے خرید لی۔

اسی حدیث کی مثل مجھ سے الحُسین بن الأسود نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے ابو بکر بن عَیَّاش نے، ان سے ہشام نے، اور ان سے ان کے والد نے ایک حدیث بیان کی۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے حدیث بیان کی ابو معاویہ نے، ان سے ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے عُروہ نے، کہ:۔ (حضرت) ابو بکرؓ نے الزُّبیرؓ کو الجُرُف سے قَنَاۃ تک کا حصہ جاگیر میں دیا۔ ابو الحسن المدائنی نے مجھے بتایا کہ قَنَاۃ ایک وادی ہے جو الطائف سے آتی ہے۔ اور الأرحَضِیَّہ وقَسرہ قَرقَرۃُ الکُدر کی طرف سے بہتی ہوئی سَدِّ مُعَاویہ کو مڑتی ہے اور طَرَفُ القَدُوم پر سے گذر کر شہدائے اُحُد کی قبروں کے نیچے بہتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابو عُبَید القَاسِم بن سَلَّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی اِسحاق بن عیسیٰ نے، ان سے مالک بن اَنَس نے، ان سے رَبِیعَہ نے، اور ان سے علماء کی ایک جماعت نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن الحارث المُزَنی کو ناحیۂ الفُرع میں معدن جاگیر میں عطا فرمائے۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو النَّاقد اور ابن سَہم الانطاکی نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الہَیثَم بن جمیل الانطاکی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حماد بن سَلَمَہ نے ان سے ابی مَکین نے، اور اُن سے ابی عِکرِمَہ غلام آزاد کردۂ بلال بن الحارث المُزَنی نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جس میں ایک پہاڑ تھا اور ایک کان تھی۔ بلال کی اولاد نے اس زمین کا ایک حصہ عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ بیچ دیا، اس میں ایک کان نکل آئی اور بعض کہتے ہیں: دو کانیں نکل آئیں، اس پر آلِ بلال نے ان سے کہا: "ہم نے تمہارے ہاتھ کاشت کی زمین بیچی ہے کانیں نہیں بیچیں" اور اپنی تائید میں ایک جریدے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کیا، عمر بن العزیزؒ نے اس جریدے کو چوما، اور آنکھو

لگایا، اور اپنے مُنیب کو بُلا کے کہا، "حساب میں دیکھو کہ اب تک اس میں سے کیا نکلا اور کیا خرچ ہوا؛ جو باقی ہے وہ ان کے حوالے کردو اور جتنا خرچ ہوا ہو اس کا ان کو معاوضہ دو۔"

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے، اُنھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی نُعَیم بن حَمّاد نے، ان سے عبدالعزیز بن محمّد نے، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے، ان سے الحارث بن بلال بن الحارث المزنی نے، اور ان سے اُن کے والد بلال بن الحارث نے، کہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوری (وادی) العقیق جاگیر میں عطا فرمائی۔

مجھ سے حدیث بیان کی مُصعَب الزُّبیری نے، اور اُن سے مالک بن اَنَس نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن الحارث کو ناحیۂ الفُرع میں (۱۴۲) معدن جاگیر میں عطا فرمائے۔"

جہاں تک میں جانتا ہوں اس معاملے میں ہمارے علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ معدن میں عُشر کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ ہے۔

راوی کہتا ہے: مُصعَب الزُّہری کے متعلق یہ روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے: معدن میں زکوٰۃ ہے۔ اور انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ اس میں خمس (یعنی پانچواں حصہ) ہے، جیسا کہ اہل العراق کا قول ہے۔ الفُرُع، نجران، ذی المروہ اور وادی القریٰ وغیرہ کی معادن پر سفیان الثوری و ابی حنیفہ و ابی یوسف کے قول کے مطابق اب تک خمس لیا جاتا ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکیع بن الجَراح نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحَسَن بن صالح بن حَیّ نے، اور ان سے جعفر بن محمّد نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو چار جاگیریں عطا فرمائیں، دو الفُقَیرَین میں، ایک بئیر قیس میں اور ایک الشَّجرہ میں۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، ان سے یحیٰی بن آدم نے، ان سے الحَسن بن صالح نے، اور ان سے جعفر بن محمّد نے، اور وہ اسی کی مثل تھی۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو بن محمدؒ النّاقِد نے' انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَفْص بن غیاث نے' ان سے جعفر بن محمدؒ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو یَنْبُعْ جاگیر میں دیا۔ اور پھر اس پر ایک اور جاگیر اضافہ کی۔

مجھ سے الحسین نے' ان سے یحییٰ بن آدم نے' ان سے حَفْص بن غیاث نے ان سے جَعْفَر بن محمد نے، اور ان سے ان کے والد نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

مجھ سے ایک ایسے شخص نے جس پر میں اعتماد کرتا ہوں مُصْعَب بن عبداللہ الزُّبَیری کے حوالے سے بیان کیا کہ:۔ بِیر عُروَہ، عُروَہ بن الزُّبیر کی طرف منسوب ہے۔ حوض عَمرو، عَمرو بن الزُبَیرؓ کی طرف منسوب ہے۔ خلیج بنات نَائِلَہ' نَائِلَہ بنت الفرافصۃ الکلبیّۃ کی اولاد کی طرف منسوب ہے۔ جو (حضرت) عثمانؓ بن عفّان کی بیوی تھیں۔ (حضرت) عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ اس کا پانی اس زمین تک لے گئے جو الحُرُصَہ میں تھی اور اس میں کھیتی باڑی کی۔ ارض ابو ہُرَیرہ (حضرت) ابو ہُرَیرہ کی طرف منسوب ہے۔ الفُہَیرَہ جَبَلِ جُہَینَہ میں (حضرت) عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما کا صدقہ ہے۔ قصر نَفِیس ایک خَزرَجی تاجر نفیس بن محمدؒ بن زید بن عُبَید بن المعَلّیٰ بن لَوذَان بن حارثہ بن زید کی طرف منسوب ہے؛ یہ الخَزرَج میں سے بنی زُرَیق بن عبد حارثہ کے حُلفاء
(۵) میں سے تھا اور یہ قصر حَرَّۃ وَاقِم میں تھا جو المدینہ میں ہے۔ عبید بن المعَلّیٰ یوم اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ راوی کہتا ہے: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ نَفِیس بن محمدؒ بن زید بن عُبَید بن مُرّہ، غلام آزاد کردۂ المعلّیٰ ہے۔ یہ عبید اور اس کا باپ عَینَ التَّمر کے ایران جنگ میں سے تھا۔ عُبَید بن مُرّہ ایام الحرّہ میں مرا اس کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ راوی کہتا ہے: بِیر عائشہ' عائشہ بن نُمَیر بن واقف کی طرف منسوب ہے؛ عائشہ قبیلۂ اَوس میں سے ایک مرد تھا۔ بِیر المُطَّلِب جو العراق کے رستے میں ہے المطَّلِب بن عبداللہ بن حَنطَب بن الحارث بن عُبَید بن عَمرو بن مَخزُوم کی طرف منسوب ہے۔ بیر المُرتَفِع' محمد بن المُرتَفِع بن النُّضَیر العَبدَرِی کی طرف منسوب ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمدؒ بن سَعد نے' ان سے الواقدی نے' ان سے عبداللہ بن جعفر نے' ان سے شَرِیک بن عبداللہ نے' ان سے ابی نَمِر اللَّیثی نے،

اور ان سے عطاء بن یسار غلام آزاد کردہ میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر الہلالیہ نے، کہ:۔۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المدینہ میں بازار لگانے کا قصد فرمایا تو فرمایا: یہ تمھارا بازار ہے اور اس میں تم پر کوئی خراج نہیں ہے۔"

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا محمد بن السائب اور شرقی بن القطامی الکلبی نے، کہ:۔۔ جب بختنصر نے بیت المقدس مسمار کیا اور بنی اسرائیل میں سے جسے چاہا جلا وطن کیا اور جسے چاہا قید کیا تو ان میں سے ایک جماعت الحجاز کی طرف آکر وادی القریٰ و تیماء و یثرب میں مقیم ہو گئی؛ یثرب میں جرہم اور بقایائے عمالیق نے نخلستان اور کھیتیاں بنا رکھی تھیں، یہ بھی ان کے ساتھ رہنے لگے اور ان میں مل جل گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھ گئی اور جرہم و عمالیق کم ہوتے گئے، حتیٰ کہ انھوں نے جرہم و عمالیق کو یثرب سے نکال دیا، اس پر قابض ہو گئے اور اس کی عمارتوں پر اپنا عمل دخل کر کے ایک زمانے تک فراغت سے آباد رہے۔ پھر یہ ہوا کہ الیمن میں سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد نے سرکشی و طغیان پر کمر باندھی اور اللہ نے انکو کشادگی و فارغ البالی کی جو نعمتیں عطا کر رکھی تھیں ان کی ناشکری کرنے لگے (اس کی پاداش میں) اللہ نے ان کے لئے چوہے پیدا کئے اور انھوں نے اس بند میں سوراخ کرنا شروع کیا جس کا نام سدِ عرم تھا اور جو انھوں نے دو پہاڑوں کے بیچ میں بنایا تھا اور جس میں ایسی نالیاں تھیں جن کو کھول کر وہ بقدرِ حاجت پانی لے لیتے تھے، حتیٰ کہ وہ ٹوٹ (۱۶) گیا، اس میں اللہ نے ان کے باغ ڈبو دئیے اور ان کے سارے درخت بہا دئیے اور ان کی جگہ پیلو، جھاؤ اور بیر کے درخت پیدا کر دئیے۔ جب مزیقیا نے جو عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس بن مازن بن الازد بن غوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا یہ حال دیکھا تو اپنے مواشی وغیرہ اور سارا مال متاع بیچ دیا اور الازد کو اپنے ساتھ لے کر بلادِ عک کی طرف چلا گیا (اور اپنے ساتھیوں سے) کہا: بے جانے بوجھے آگے بڑھنا غلطی ہے ہمیں یہیں مقیم ہو جانا چاہئے اور سب وہیں مقیم ہو گئے۔ لیکن جب اہل عک نے ازدیوں کو اپنے بہترین مواضع پر غالب ہوتے دیکھا تو انھیں غصہ آیا اور انھوں نے

ازدیوں سے کہا: "تم یہاں سے چلے جاؤ" اس پر اَزدیوں میں سے ایک شخص جسے
جِذع کہتے تھے اور جو بھینگا اور بہرا تھا، ان کی ایک جماعت پر پل پڑا اور اس نے ان
میں سے چند کو قتل کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں جنگ ہوئی جس میں ازدیوں نے
شکست کھائی اور پسپا ہوئے، جِذع نے کہا :-

نَحْنُ بَنُو مَازِنٍ غَيْرَ شَكٍّ غَسَّانُ غَسَّانَ وَعَكٌّ عَكٌّ
سَيَعْلَمُونَ أَيُّنَا أَرَكٌّ

(بے شک ہم مَازِن کی اولاد ہیں۔ غَسّان غَسّان ہی ہیں اور عَکّ عَکّ
ہی۔ انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں سے کون کمزور ہے)
چوں کہ یہ لوگ اس چشمے پر اترے تھے جسے غَسّان کہتے تھے، اس لئے یہ اسی کی نسبت
سے مشہور و موسوم ہو گئے۔

اس کے بعد اَزْدِی یہاں سے چل کر بلادِ حَکَم بن سَعْدُ العَشِیْرہ بن مالک بن
اُدَدْ بن زید بن یَشْجُب بن عَرِیب بن زید بن کَہْلان بن سَبا بن یَشْجُب بن یَعْرُب
بن قَحْطَان کی طرف گئے اور ان سے لڑے اور ان پر فتح پائی۔ لیکن تھوڑے دن بعد
(ان میں ایک جماعت کو بضرورت) یہاں سے نکلنا پڑا، ان میں سے کچھ یہیں رہے
اور باقی نَجْران آئے، یہاں نجرانیوں سے ان کی جنگ ہوئی جس میں نجرانیوں
کو شکست ہوئی اور یہ نَجْرَان میں مقیم ہو گئے۔ پھر انھوں نے یہاں سے بھی کوچ
کیا اور ایک جماعت کے سوا جو بعض وجوہ سے یہاں رہنے پر مجبور تھی باقیوں نے
مکہ کا رُخ کیا جہاں جُرْہُم آباد تھے اور یہاں بَطْنِ مَرّ میں مقیم ہو گئے۔ پھر ثعلبہ بن
عَمْرو مُزَیْقِیَا نے جُرْہُم سے درخواست کی کہ ہمیں مکہ کی نرم و ہموار زمین دے دو،
انھوں نے دینے سے انکار کیا، اس نے ان سے جنگ کی، یہ ان کی میدانی زمین پر
غالب ہو کر ان کے گھروں پر قابض ہو گیا پھر ان کو رزق کی تنگی نے یہاں سے
نکلنے پر مجبور کیا اور متفرق و منتشر کر دیا۔ بعض ان میں سے عمان چلے گئے، بعض نے
(۱۷) اَلسَّرَاۃ کا رخ کیا، بعض اَلْاَنبار وَالْحِیْرہ و الشام گئے اور بعض [illegible] سے مکہ ہی
میں رہے۔ اس پر جذع نے کہا: "یا معاشر الازد! تم سب ایک ایک جانب کو ہو لئے
اور تم میں سے ایک جماعت مُنْخَزِع ہو گئی، مجھے ڈر ہے کہیں تم لوگ عرب میں ایک

ذلیل و درماندہ قوم بن کر نہ رہ جاؤ" اس وجہ سے وہ لوگ جو مکہ میں رہے خُزَاعہ کہلائے۔ ثعلبہ بن عَمرو مُزَیْقِیَا اپنی اولاد اور ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے نکل کر یثرب آیا جہاں یہودی آباد تھے اور شہر کے باہر مقیم ہوگیا۔ یہاں یہ لوگ خوب پھلے پھولے خدا نے ان کی تعداد میں افزونی بخشی اور ان کو عزت سے بھی سرفراز کیا، حتیٰ کہ انھوں نے یہودیوں کو شہر سے نکال دیا، وہ باہر نکل کر رہنے لگے اور یہ شہر پر قابض ہوگئے

اُوس والخزرج کی یہ اصلیت ہے۔ یہ دونوں حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو مزیقیا بن عامر کے بیٹے تھے اور ان کی ماں قَیْلَہ بنت اَرْقَم بن عَمرو تھی۔ لیکن بعض کہتے ہیں، وہ (قبیلہ) الازد سے غسانیہ تھی۔ اور بعض کہتے ہیں عُذْرِیَّہ تھی۔

اسلام سے پہلے ان کے بہت سے وقائع و ایام ہیں جن میں یہ لڑائیوں کے ایسے ماہر اور جنگ و پیکار کے ایسے عادی ہوگئے کہ سارے عرب میں ان کی قوت مشہور ہوگئی، ان کی شجاعت کے چرچے ہونے لگے، ان کی عظمت کا ڈنکہ بجگیا اور انھوں نے سب پر اپنی ہیبت کا سکہ بٹھا دیا، جس کی وجہ سے ان کا مقبوضہ علاقہ محفوظ اور ان کا ہمسایہ معزز ہوگیا، اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اللہ نے ان کو اپنے نبی (فدیتہ بابی وامی) کی نصرت و اعانت کا شرف بخشنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تشریف لانے کے بعد یثرب کے یہودیوں سے معاہدہ فرماکے اپنے اور ان کے درمیان ایک اقرارنامہ تحریر فرمادیا۔ پھر ان میں سے جنھوں نے نقضِ عہد کرنے میں پہل کی، وہ یہود قینقاع تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو المدینہ سے خارج فرمادیا۔ اس کے بعد پہلی زمین جو آپ نے فتح فرمائی، وہ بنی النضیر کی زمین تھی۔

....

اَمْوَالِ بَنِی النَّضِیر

راوی کہتا ہے[۱]:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودِ بنی النَّضِیر کے پاس تشریف لے گئے (حضرت) ابوبکر و عمر و اُسَید بن حُضَیر آپ کے ساتھ تھے، آپ نے ان سے بنی کلاب بن رَبِیعَہ کے ان دو آدمیوں کی دِیَت کے معاملے میں مدد چاہی جنھیں عَمرو بن اُمَیَّۃُ الضَّمْرِی نے قتل کر دیا تھا اور اس کا انھوں نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ لیکن انھوں نے مدد کرنے کی بجائے آپ پر چکی کا پاٹ پھینکنے کا ارادہ کیا[۲]۔ آپ ان کے ہاں سے تشریف لے آئے اور انھیں شہر خالی کر دینے کا حکم دیا۔ (۱۷)

---

[۱] مصنف کا عام انداز یہ ہے کہ جہاں اس کو رواۃ کی کڑیاں نہیں ملتیں وہاں وہ قال یا قالوا لکھ کے وقائع شروع کر دیتا ہے۔ میں نے ان الفاظ کا ترجمہ حسب موقع "راوی نے کہا" یا راوی کہتا ہے" یا "اُس نے کہا" یا "کہتے ہیں" کیا ہے۔

[۲] یہ مصنف کے الفاظ کا پابند ترجمہ ہے۔ آزاد ترجمہ، جس سے مطلب پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور جس کے لئے میں نے ابن ہشام (ص ۶۵۲) ابن سعد (ج ۲ ص ۴۰) الواقدی (ص ۳۵۲) سے مدد لی ہے، یہ ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر کے ہاں تشریف لے گئے جو آپ سے مصالحت کر چکے تھے، اور ان سے بنی کلاب بن ربیعہ کے اِن دو آدمیوں کی دیت کے معاملے میں مدد چاہی جنھیں عمرو بن امیۃ الضمری نے قتل کر دیا تھا۔ عمرو کا قبیلہ بنی النضیر کا حلیف تھا اور بنی النضیر نے معاہدے میں یہ ذمہ داری لی تھی کہ وہ خوں بہا دلوانے میں آپ کی مدد کریں گے، لیکن ایفاء عہد کا وقت آیا تو بدعہدی کی اور یہ ارادہ کیا کہ آپ پر بالاخانے سے چکی کا پاٹ پھینک کر آپ کا کام تمام کر دیں"۔

[۳] جو شخص اس نیت سے بالاخانے پر چڑھا تھا ابن ہشام نے اسکا نام عمرو بن جحاش لکھا ہے۔

کیوں کہ یہ ان کی طرف سے کھلی بدعہدی و غداری تھی۔ انھوں نے امتثالِ امر سے انکار کیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر فوج کشی فرمائی اور ان کا محاصرہ فرما لیا جو پندرہ راتوں[1] تک جاری رہا۔ آخر انھوں نے ان شرائط پر صلح چاہی کہ ہم آپ کا شہر خالی کر کے چلے جائیں گے اور اپنی املاک میں سے اسلحہ اور زرہوں کے علاوہ صرف وہ چیزیں لے جائیں گے جو اونٹوں پر لادے جا سکتے ہیں اور باقی تمام چیزیں یعنی اسلحہ، زرہیں، نخلستان اور اراضی رسول اللہ کا حق ہوں گی۔ اس وجہ سے بنی النضیر کے اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ ہو گئے۔ آپ ان کی زمینوں میں کھجوروں کے نیچے زراعت فرما کر اس کے محاصل سے اپنے اہل و عیال کے لئے سال بھر کی روزی حاصل فرماتے تھے اور اس سے جو کچھ بچتا اُسے گھوڑوں اور اسلحہ میں منتقل فرما دیتے تھے۔ ان زمینوں میں سے آپ نے (حضرت) ابوبکرؓ و (حضرت) عبدالرحمن بن عوفؓ و (حضرت) ابو دُجانہ سماک بن خرشۃ الساعدی وغیرہ کو جاگیریں عطا فرمائیں۔

بنی النضیر کا واقعہ ۴ھ[2] میں پیش آیا۔

الواقدی کہتا ہے۔ بنی النضیر میں مُخَیْرِیق نامی ایک شخص جو بڑا عالم و دانشمند تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے اپنا سارا مال خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا، یہ سات حوائط[3] تھے جو آپ نے تقسیم فرما دئے اور ان کے یہ نام تھے: المیثب، الصافیہ[4]، الدلال، حُسنیٰ، برقۃ الاعواف، مشربۃ[5] ام ابراہیم۔ ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا نام تھا، اور ماریہ قبطیہ ان کی والدہ تھیں۔

---

[1] عربی میں، بخلاف اردو فارسی کے، مدت کا حساب راتوں سے کیا جاتا ہے، مثلاً جس موقع پر ہم کہتے ہیں: فلاں بات کو اتنے دن گزرے، اس موقع پر اہلِ عرب کہتے ہیں فلاں بات کو اتنی راتیں گزریں۔

[2] المسعودی نے صراحت کی ہے کہ یہ ماہ ربیع اول ۴ھ کا واقعہ ہے۔

[3] حوائط، حائط کی جمع ہے۔ حائط لغت میں بستانِ دیوار بست کو کہتے ہیں، یعنے ایسا باغ جس کے گرداگرد دیوار کھنچی ہوئی ہو۔

[4] اصابہ میں صافقہ ہے (ص ۷۳)

[5] احادیث میں بالاخانہ کے لئے عموماً مَشربۃ آیا ہے، مگر اس نام سے زیادہ تر حضرت ابراہیم فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بالاخانہ مشہور رہا ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلَّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ بن صالح نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی اللیث بن سَعْد نے، انھیں عُقَیْل نے، اور انھیں الزُّہری نے، کہ:— یہود کی قوم بنی النَّضِیر کا واقعہ یوم اُحد سے چھ مہینے بعد پیش آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا، حتیٰ کہ وہ اس شرط سے جلا وطنی پر اتر آئے کہ "اپنی متاع میں سے زرہوں کے علاوہ صرف وہی چیزیں لے جائیں گے جو اونٹوں پر لاد سکتے ہیں" اور اللہ نے ان کی نسبت یہ نازل کیا: سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ ....

وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ (۱:۵۹-۵) زمین اور آسمان کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ وہ عزیز وحکیم ہے۔ اور اسی نے اہلِ کتاب میں سے کفرانِ نعمت کرنے والوں کو نکال باہر کیا ہے...... تاکہ فاسقوں کو شرمسار کرے)۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسین بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے ان سے ابن ابی زائدہ نے، اور ان سے محمّد بن اسحٰق نے، کہ:— یہ آیۃ: مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ (اللہ نے ان سے اپنے رسول کو فَےْ[1] میں جو کچھ دلوایا ہے) اموالِ بنی النَّضِیر کے متعلق ہے۔ اسلئے کہ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ (مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور سواری کے اونٹ نہیں دوڑائے تھے بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔) راوی کہتا ہے:

(۱۹) اس آیۃ میں اللہ نے مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ یہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ ہیں اور ان کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہیں۔ لیکن حضور نے وہ مہاجرین میں تقسیم فرمادئے اور جب سہل بن حُنَیف و ابو دُجانہ کے متعلق فقر کی شکایت کی گئی تو انھیں بھی ایک ایک حصہ عطا فرمایا[2]۔

---

[1] اصطلاحِ شرع میں فَےْ کا اطلاق ان اموال پر ہوتا ہے جو مسلمانوں کو غیر مسلموں سے بدون جنگ حاصل ہوں خواہ لشکر کشی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ بخلاف غنیمت کے، کہ غنیمت وہ مال ہے جو جنگ و قتال کے بعد فاتح کے ہاتھ آتا ہے۔

[2] یہ دونوں انصاری تھے اور انصار کو بجز خاص حالات کے اموال فَےْ میں سے کچھ نہیں دیا

اور اس آیتہ: مَآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (اللہ نے اپنے رسول کو گاؤں والوں سے بے لڑے جو کچھ دلوا یا ہے وہ اللہ اور رسول کے لئے ہے۔) کے متعلق کہا: یہ مسلمانوں کے درمیان ایک دوسری تقسیم ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم السَّمین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحَجّاج بن محمد نے، ان سے ابن جُرَیج نے، ان سے موسیٰ بن عُقبہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النَّضیر کے نخلستانوں میں آگ لگوائی اور انھیں کٹوادیا۔ حَسّان بن ثابت نے اس کے متعلق کہا ہے: ؎

لَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِىْ لُؤَىٍّ ۔۔۔ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

(البُوَیرہ میں بنی لُؤیّ کے سرداروں کو آگ کے شعلے دیکھنے بہت شاق گزرے[1])

ابن جُرَیج نے کہا: اس کے متعلق یہ آیتہ نازل ہوئی تھی: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى أُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفَاسِقِيْنَ (تم نے لِینَہ کے درختوں میں سے جو کاٹ پھینکے اور جو ان کی جڑوں پر بدستور قائم رہنے دیئے یہ اللہ کا حکم تھا تاکہ فاسق شرمسار ہوں) لِینَہ سے مراد نخلستان ہیں۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَجّاج نے، ان سے ابن جُرَیج نے، ان سے موسیٰ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے ابن عمرؓ نے، اور وہ اسی کی مثل تھی۔

ابو عمر الشَّیبانی الرَّاوِیہ وغیرہ رواۃ کہتے ہیں:— یہ شعر دراصل ابو سفیان بن الحارث بن عبد المُطَّلب کا ہے (اور یہ یوں ہے): ؎

لَعَزَّ عَلٰى سَرَاةِ بَنِىْ لُؤَىٍّ ۔۔۔ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) جاتا تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے وطن میں تھے اور مہاجرین غریب الوطن اور نادار تھے۔

[1] یہ شعر قریش کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے اس لئے کہ وہ بنی النضیر کے حامی و مددگار تھے اور ان میں اس امر کا معاہدہ ہوا تھا کہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کریں گے (البخاری جزء ۲)

(بنی لُؤیّ کے سرداروں کو البُوَیرَہ میں بھڑکتی ہوی آگ دیکھنی بہت شاق
گزری ۔)

بعض روایتوں میں " بالبُوَیرَہ " کی جگہ " بالبُوَیلَہ " آیا ہے۔ اس کے جواب میں حسّان
بن ثابت نے کہا :۔

أَدَامَ اللّٰهُ ذَالِكُمْ حَرِيقًا وَضُرِّمَ فِي طَوَائِفِهَا السَّعِيرُ
هُمُ أُوتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوهُ فَهُمْ عُمْيٌ عَنِ التَّوْرَاةِ بُورُ

(اللہ تمھاری یہ آگ سدا جلتی ہی رکھے بلکہ ایسا کرے کہ اس کے آس پاس
بھی شعلے بھڑک اٹھیں ۔ ان کے پاس کتاب بھیجی گئی مگر انھوں نے اسکو
ضائع کر دیا۔ وہ توراۃ سے اندھے ہیں اور زیاں کار ہو گئے ہیں ۔)

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو بن محمد النَّاقِد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان
کی سُفیَان بن عُیَینَہ نے، ان سے مَعْمَر نے، ان سے الزُّہری نے، اور ان سے
مالک بن اَوس بن الحَدَثَان نے، کہ :۔ (حضرت) عمر بن الخطاب نے کہا: بنی النضیر
کے اموال ان اموال میں سے تھے جو اللہ نے اپنے رسول کو بے لڑے عطا فرمائے
(۴۰) تھے اور جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ اس لئے
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ تھے۔ آپ ان میں سے اپنے اہل وعیال کو
سال بھر کے نفقات عطا فرماتے تھے اور اس سے جو کچھ بچتا اس کو خدا کی راہ میں
(کام آنے کے لئے) گھوڑوں اور اسلحہ میں منتقل فرما دیتے تھے"۔

ہم سے حدیث بیان کی ہشام ابن عَمّار الدِّمَشقی نے، انھوں نے کہا ہم
سے حدیث بیان کی حاتم بن اسمٰعیل نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی
اُسَامَہ بن زید نے، ان سے ابن شہاب نے، اور ان سے مالک بن اَوس بن
الحَدَثَان نے، کہ :۔ مجھے (حضرت) عمر بن الخطاب نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لئے تین غنیمتیں تھیں: بنی النَّضِیر کے اموال اور خَیبَر وفدک۔ سو اموال
بنی النضیر تو آپ کی ضروریات اور آپ کے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے
تھے۔ فدک (کی آمدنی) مسافروں کے لئے تھی۔ اور خَیبَر کے آپ نے تین حصے
فرمائے تھے: (جن میں سے) دو مسلمانوں میں تقسیم فرما دئے اور ایک اپنے اہل وعیال

کے نفقات کے لئے رکھا۔

لیکن اس میں سے جو کچھ بچ رہتا تھا وہ آپ فقراء مہاجرین کو انفاق فرما دیتے تھے۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سفیان نے، اور ان سے الزُّہری نے، کہ :۔ بنی النَّضِیر کے اموال اُن اموال میں سے تھے جو اللہ نے اپنے رسول کو فَے میں عطا فرمائے تھے، یعنے جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ اس لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ تھے۔ آپ نے یہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرما دیئے، اور انصار میں دو آدمیوں : سماک بن خرشہ ابو دجانہ اور سَہل بن حنیف کے سوا کسی کو کچھ نہیں عطا فرمایا۔ یہ دونوں فقیر تھے۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوبکر بن عَیَّاش نے، اور ان سے الکَلْبی نے، کہ :۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النَّضِیر کے اموال پر غالب ہوئے اور یہ پہلی قوم تھی جو جلاوطن کی گئی، تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا : هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (۲۹: ۳-۵۹) وہی ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے کفرانِ نعمت کرنیوالوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملیں جو ان سے پہلے جلاوطن کئے جاچکے ہیں [عہ])۔ اور یہ ان اموال میں سے تھے جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا : "تمھارے بھائی مہاجر نادار ہیں اگر تمھاری مرضی ہو تو میں یہ مال اور تمہارے اموال مجموعاً تم دونوں پر تقسیم کردوں۔ اور اگر یہ نہ چاہو تو تم اپنے اموال اپنے ہی پاس رہنے دو، میں یہ مال انہی میں تقسیم کردیتا ہوں"۔ انھوں نے عرض کی : یہ مال تو انہی میں تقسیم فرما دیجے، لیکن ہمارے

عہ اس آیۃ میں بنی قَیْنُقَاع کی طرف اشارہ ہے جو اس سے پہلے جلاوطن کئے جاچکے تھے۔

اموال میں سے بھی جتنا چاہے انھیں عطا فرمائیے"۔ ان کی نسبت یہ آیۃ نازل ہوئی:
وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (٥٩: ٩- وہ ایثار کر کے اپنے اوپر (مہاجرین کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود مفلس ہی ہو جائیں)؛ اس پر (حضرت) ابوبکرؓ نے ان سے کہا: "خدا تمھیں جزائے خیر دے۔ یا معشر الانصار! واللہ، ہماری اور تمھاری مثال بالکل ایسی ہے جیسی الغَنَوِی نے ان شعروں میں بیان کی ہے:

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا جَعْفَرًا حِيْنَ اُزْلِقَتْ | بِنَا نَعْلُنَا فِي الْوَاطِئَيْنِ فَزَلَّتِ
اَبَوْا اَنْ يَمَلُّوْنَا وَلَوْ اَنَّ اُمَّنَا | تُلَاقِي الَّذِي يَلْقَوْنَ مِنَّا لَمَلَّتِ
فَذُوْ الْمَالِ مَوْفُوْرٌ وَكُلُّ مُعَصِّبٍ | اِلَى حُجُرَاتٍ اَدْفَاَتْ وَاَظَلَّتِ

(جعفر کا خدا بھلا کرے کہ جب ہم الوطئتین میں پھسل کر گر پڑے تو اس نے ہماری دستگیری کی، حالاں کہ وہ ایسا وقت تھا کہ ہماری ماں بھی ہوتی تو ہم سے پہلو تہی کر جاتی۔ مال والے بہت ہیں اور ہر تنگ دست ایسے ہی مقام کی طرف جاتا ہے جو گرم اور سایہ دار ہو۔)

ہم سے حدیث بیان کی الحسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی قیس بن الربیع نے، انھیں ہشام بن عُروہ نے، اور انھیں ان کے والد نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزُّبیر بن العوّام کو بنی النضیر کی اراضی میں سے ایک نخلستان عطا فرمایا۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن عبدالعزیز نے، ان سے ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النضیر کے اموال میں سے جاگیریں عطا فرمائیں اور الزُّبیر کو بھی ایک جاگیر عطا فرمائی۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن سعد کاتبِ الواقدی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی اَنَس بن عِیاض اور عبداللہ بن نُمیر نے، اور ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُروہ نے، اور [illegible]

کے اموال میں سے ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جس میں کھجوروں کے درخت تھے۔ اور (حضرت) ابوبکرؓ نے ان کو الجُرُف جاگیر میں دیا، (اَنَسْ کی روایت میں ہے کہ یہ بَنجر زمین تھی۔۲)۔ عبداللہ بن نُمَیْر کہتے ہیں: (حضرت) عمر نے الزُّبَیر کو ساری (وادی) اَلعَقِیق جاگیر میں دیدی۔

اَمْوالِ بنی قُرَیظہ

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ھ ہجری کے ذی القعدہ[۱] اور ذالحجہ کی راتوں میں بنی قُرَیْظَہ کا محاصرہ فرمایا جو پندرہ راتوں[۲] تک جاری رہا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے غَزْوَہُ خَنْدَق میں، جو غَزْوَہُ احزاب بھی کہلاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو مدد دی تھی۔ پھر وہ اس پر اتر آئے کہ حَکَمْ جو فیصلہ کرے گا اسی پر عمل کریں گے۔ سَعْد بن مُعَاذَ الأوسی رضی اللہ عنہ ان کے معاملے میں حکم بنائے گئے اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ (مردوں میں) جو بالغ ہو چکے ہوں قتل کردیے جائیں، عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنائے جائیں اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے نفاذ کی اجازت عطا فرمادی اور (سَعْد سے) فرمایا: "تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم تھا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی عبدالواحد بن غِیَاث نے، انھوں نے کہا (۲۲)
ہم سے حدیث بیان کی حَمَّاد بن سَلَمَہ نے، ان سے ہِشام بن عُرْوَہ نے اپنے ان کے والد نے، اور ان سے (حضرت) عَائِشَہ رضی اللہ عنہا نے، کہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] المسعودی نے لکھا ہے : ذی القعدہ کی سات راتیں باقی تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کوچ فرمایا۔

[۲] بعض روایتوں میں مہینہ بھر ہے۔

علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد غسل فرمانے تشریف لے گئے، وہاں آپ کے پاس جبریل آئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اپنے ہتیار کھول دیے مگر ہمنے ابھی اپنے ہتیار نہیں کھولے ہیں۔" اس کے بعد آپ بنی قریظہ کی طرف نہضت فرما ہوئے۔ (حضرت) عائشہؓ کہتی ہیں: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے جبریل کو جھریوں میں سے دیکھ لیا، ان کے سر کو مٹی لگی ہوئی تھی۔"

مجھ سے حدیث بیان کی عبد الواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے، ان سے ابو جعفر الخطمی نے، ان سے عمارہ بن خزیمہ نے، اور ان سے کثیر بن السائب نے، کہ:— بنی قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیے گئے؛ ان میں سے بالغ قتل کر دیے گئے، اور نابالغ چھوڑ دیے گئے۔

مجھ سے حدیث بیان کی وہب بن بقیہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، اور ان سے ہشام نے، اور ان سے الحسن نے، کہ:— حیی بن اخطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ کی مخالفت پر کسی کی مدد نہیں کرے گا، اور اس پر اس نے اللہ کو ضامن ٹھیرایا تھا۔ قریظہ کے دن جب اس کو اور اس کے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس سے فرمایا: "ضامن نے اپنی ضمانت پوری کر دی" اور حکم دیا کہ دونوں کو قتل کر دیا جائے؛ چنانچہ اس کو اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد الرزاق نے، اور ان سے معمر نے، کہ:— میں نے الزہری سے پوچھا: کیا بنی قریظہ کے پاس کوئی زمین تھی؟ انھوں نے بصراحت کہا: ہاں تھی، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں بحصہ رسدی تقسیم فرما دی تھی۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا مجھ سے

حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے بکر بن عیّاش نے، ان سے الکلبی نے، ان سے ابو صالح نے، اور ان سے ابن عبّاس نے، کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قُرَیظہ اور خیبر کے اموال مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید القاسم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح کاتب اللّیث نے، ان سے لَیث بن سَعد نے، ان سے عُقَیل نے، اور ان سے الزُّہری نے، کہ:— نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قُرَیظہ کا محاصرہ فرمایا حتیٰ کہ وہ اس پر اتر آئے کہ سَعد بن معاذ کو حَکَم بنایا جائے،[1] اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ "ان کے مرد قتل کئے جائیں، بچے غلام بنائے جائیں اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں"۔ اس حکم کے مطابق اس روز بنی قریظہ کے اتنے اتنے آدمی قتل کئے گئے۔

---

[1] بنی قریظہ نے سَعد کو حکم بنانے کی اسلئے درخواست کی تھی کہ ان کا قبیلہ بنی قریظہ کا حلیف تھا، اور عربوں میں یہ تعلق نسبی تعلق سے بڑھ کر سمجھا جاتا تھا۔

خیبر

(۲۳) ابن عمرؓ کہتے ہیں:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر (محرم) ۷ھ میں غزا فرمایا۔ یہاں کے باشندے عرصے تک آپ کے مقابلے پر جمے رہے اور آپ کو روکے رکھا، اور مسلمانوں سے لڑتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر ان کا محاصرہ جاری رکھا، پھر انھوں نے آپ سے اس پر صلح کر لی کہ ان کے خون معاف کئے جائیں، ان کے بال بچے قید نہ کئے جائیں، وہ زمین سے جلا وطن ہو جائیں گے اور زمین سونے چاندی اور مال اسباب سمیت مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں گے، سوائے اس مال کے جو ان کے جسموں پر ہے، اور یہ کہ وہ مسلمانوں سے کوئی چیز نہیں چھپائیں گے (اس کے عوض) ان کی اولاد چھوڑ دی جائے، ان کے خون معاف کر دیئے جائیں، اور انھیں جلا وطن کر دیا جائے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں باغبانی اور آباد کاری کا کام خوب آتا ہے، آپ ہمیں یہیں رہنے دیجئے، آپ نے ان کی درخواست منظور فرمالی، ان سے پھلوں اور غلوں کی آدھی بٹائی پر معاملہ فرمالیا، اور فرمایا: "میں تمھیں برقرار رکھتا ہوں جب تک اللہ تمھیں برقرار رکھے۔" پھر یہ ہوا کہ (حضرت) عمر بن الخطابؓ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان میں وبا پھوٹ پڑی اور یہ مسلمانوں سے چالیں چلنے لگے، اس لئے انھوں نے

ان کو جلا وطن کر دیا اور خَیبَر کی زمینیں اُن مسلمانوں میں تقسیم کر دیں جن کا ان میں حصہ تھا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد بن عبد اللہ بن طفیل نے اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:۔ میں نے ابن شہاب سے خَیبَر کی نسبت پوچھا، انھوں نے کہا: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر جنگ کر کے بزور فتح فرمایا، یہ ان علاقوں میں سے تھا جو اللہ نے آپ کو فَیٔ میں عطا فرمائے تھے، لیکن آپ نے اس میں سے خُمس لے کر باقی مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ خَیبَر کے بعض باشندے جلا وطنی پر آمادہ ہو گئے تھے، مگر آپ نے اُن سے بھی معاملت فرمالی اور وہ رہنے پر راضی ہو گئے"۔

مجھ سے حدیث بیان کی عبد الاعلیٰ بن حَمَّادُ النَّرْسی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمّاد بن سَلَمَہ نے، ان سے عُبَید اللہ بن عُمَر نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عُمَرؓ نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خَیبَر کے لئے تشریف لائے، اور ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ اس پر مجبور ہو گئے کہ بھاگ کر اپنے قصر میں پناہ لیں، آپ نے ان کی زمین اور نخلستان پر قبضہ فرما لیا؛ پھر انھوں نے اس پر صلح کر لی کہ "ان کا خون معاف کر دیا جائے، وہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے، اور صرف وہی چیزیں لے جائیں گے جو اونٹوں پر لاد سکتے ہیں۔ لیکن سونا چاندی اور زرہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہیں وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی چیز نہیں چھپائیں گے، اور نہ غائب کریں گے، اور اگر ایسا کیا تو پھر ان کے لئے نہ امان ہو گی اور نہ عہد"۔ مگر انھوں وہ مشک چھپالی جس میں حیّ بن اَخْطَب کا مال اور زیور تھا، یہ مال وہ بنی النَّضِیر کی جلا وطنی کے وقت اپنے ساتھ

(۲۴) خَیبَر لایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَعْیَۃ بن عَمرو سے دریافت فرمایا کہ "حیّ کی وہ مشک کیا ہوئی جو وہ بنی النَّضِیر کے ہاں سے لایا تھا؟" اس نے

عرض کی: "اسے تو جنگوں اور کھانے پینے کے خرچوں نے ختم کر دیا۔" آپ نے فرمایا: "زمانہ قریبی ہے اور مال بہت تھا" چوں کہ حُیَیّ (قُرَیظہ کے دن) قتل کیا جا چکا تھا، اس لئے آپ نے خزانہ کا پتہ چلانے کے لئے سَعْیَۃ کو الزُبَیر کے حوالے فرمایا، انھوں نے اس پر سختی کی، اور وہ قبول دیا کہ میں نے حُیَیّ کو فلاں کھنڈر میں پھرتے دیکھا تھا، انھوں نے وہاں جا کے وہ مشک ڈھونڈی اور وہ انھیں مل گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی الحُقَیق کے دونوں بیٹوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا، جن میں سے ایک صَفِیَّہ بنت حُیَیّ بن اَخطَب کا خاوند تھا؛ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا، ان کے اموال تقسیم فرما دیئے، اور یہ ارادہ فرمایا کہ انھیں خَیبَر سے جلاوطن فرما دیں، مگر انھوں نے درخواست کی کہ "ہمیں یہیں رہنے دیجے، ہم یہاں رہکر اس کی اصلاح کریں گے اور اس میں کام کریں گے۔" چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کے پاس اتنے غلام نہیں تھے جنھیں یہاں کام پر لگایا جاتا، اور خود انھیں اتنی فرصت نہیں تھی کہ اسکا انتظام کرتے، آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی، اور سارے کھیت اور نخلستان اس شرط پر انھیں عطا فرما دیئے کہ آدھی پیداوار ان کی ہوگی؛ اور آدھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ہر سال جب بٹائی کا وقت آتا تو عبد اللہؓ بن رَوَاحہ پھلوں کا تخمینہ کرنے خَیبَر جاتے، اور ان کا نصف حصہ مقرر کر دیتے۔ ایک دفعہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن رَوَاحہ کے تخمینہ[a] کی شکایت کی، اور پھر عبد اللہ کو رشوت دینی چاہی؛ انھوں نے کہا: "اے خدا کے دشمنو! کیا تم مجھے حرام خوری کا لالچ دیتے ہو؟ خدا کی قسم! میں تمہارے پاس اس شخص کی طرف سے آیا ہوں جسے میں دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اور تم سے مجھے بندروں اور سوروں سے بھی زیادہ نفرت ہے۔ تاہم مجھے اس بات پر نہ تمہاری دشمنی

---

[a] مُوَطَّا میں ہے، یہود نے اپنی عورتوں کا زیور جمع کرکے رشوت میں پیش کیا۔ (باب ماجاء فی المساقاۃ)

نے آمادہ کیا ہے اور نہ ان کی محبت نے، کہ میں تم سے عدل کا برتاؤ نہ کروں" یہود نے کہا: "زمین اور آسمان اسی (عدل) پر قائم ہیں۔"

راوی کہتا ہے:۔ جناب صَفِیَّہ بنت حُیَیّ کی آنکھ پر[ع] سبز نشان تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: "اے صَفِیَّہ! یہ کاہے کا نشان ہے؟" بولیں: میں ایک دفعہ ابن ابی الحُقَیق کی گود میں سر رکھے سو رہی تھی، میں نے دیکھا چاند میری گود میں آگیا ہے، جاگی تو یہ خواب اس کو سنایا، اس نے میرے مُنہ پر تھپّڑ مارا اور کہا: "کیا تو بادشاہ یثرب کی تمنا کرتی ہے؟" وہ فرماتی ہیں: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ دشمنی رکھتی تھی، کیونکہ آپ نے میرے شوہر اور میرے والد اور میرے بھائی کو قتل کرا دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے مجھ سے ہمیشہ عذر فرماتے اور یہ فرماتے کہ تمہارے باپ نے عرب کو میری عداوت پر آمادہ کیا اور میرے ساتھ یہ یہ دشمنیاں کیں، یہاں تک کہ یہ بات میرے دل سے نکل گئی۔

(۲۵) راوی کہتا ہے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خَیبرؔ کے حاصلات میں سے ازواج مطہرات کو فی کس ۸۰ وَسَق کھجوریں اور ۲۰ وَسَق جَو سالانہ عطا فرماتے تھے۔

نافع نے کہا:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب کے زمانہ میں اہل خیبر نے مسلمانوں میں تباہی پھیلانی چاہی، ان کے ساتھ خیانتیں کیں، اور عبد اللہ بن عمرؓ کو بالاخانہ سے پھینک دیا جس سے ان کے ہاتھ ٹوٹ گئے، اس لئے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہٗ نے یہاں کی زمینیں اہل الحُدَیبِیَہ میں سے ان لوگوں میں تقسیم کردیں جو یوم خَیبرؔ میں شریک ہوئے تھے۔"

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسْوَد نے، ان سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، ان سے زیاد البَکّائی نے، ان سے محمد بن اسحٰق نے، اور ان سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے کہ:۔

ع ابن سعد کی روایت میں اثر خضرۃ قریباً من عینہا ہے، یعنی انکی آنکھ کے قریب سبز نشان تھا۔ (ج ۸، ص ۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو الوطیح و سُلالم میں محصور فرما لیا، اور جب انھیں یہ یقین ہو گیا کہ اب ان کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، تو انھوں نے جان بخشی و جلا وطنی کی درخواست کی، جو آپ نے منظور فرمالی اور انہیں جلاوطن فرما دیا۔ آپ نے ان اموال کے سوا جو الوطیح و سُلالم میں تھے الشق والنَّطاۃ و الکتیبۃ اور ان کے تمام قلعوں کے اموال پر قبضہ فرما لیا۔"

ہم سے الحسین بن الاسود نے کہا، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے عبدالسلام بن حرب نے، ان سے شعبہ نے، ان سے الحکم نے اور ان سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے، کہ "اس آیۃ وَاَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيباً (قرآن ۴۸: ۱۸) اور اسی نے ان کو قریبی فتح عطا فرمائی) میں خیبر کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسرے مقامات جن کے متعلق قرآن میں آیا ہے کہ فتح ہوں گے، فارس اور روم ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی عمرو الناقد نے، ان سے حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، انھیں خبر دی یحییٰ بن سعید نے، اور انھیں بشیر بن یسار نے کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر ۳۶ حصوں پر تقسیم فرمایا، اور ہر حصہ کے سو حصہ فرمائے، نصف اپنی ضرورتوں اور مہمانوں کے لئے مخصوص فرمائے اور نصف مسلمانوں میں تقسیم فرما دئیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں الشق و النَّطاۃ اور ان کے متعلقات تھے، اور جو حصہ آپ نے وقف فرمایا، اس میں الکتیبۃ اور سُلالم تھے۔ جب تمام زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آگئیں تو بونے جوتنے والوں کی قلت کے باعث پیداوار کی آدھی بٹائی پر معاملہ فرما کے انہی کے حوالے فرما دیں۔ یہ عمل آپ کی زندگی میں، اور پھر آپ کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ کے زمانے میں قائم رہا۔ لیکن جب (حضرت) عمر کا زمانہ آیا تو چونکہ اس وقت مسلمان بہت مالدار تھے اور اس قابل ہو گئے تھے کہ زمینیں آباد کر سکیں، اس لئے (حضرت عمر نے) یہود کو الشام کی طرف جلاوطن کر دیا اور تمام اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔"

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث

بیان کی عبد الرزاق نے، ان سے مَعْمَر نے، اور اُن سے الزُّہری نے کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا تو اس میں سے خُمس کے حصے میں الکتیبۃ آیا، اور مسلمانوں کے حصے میں الشِّق و النطاۃ اور الوطیح و سُلالم آئے۔ پھر یہ ٹھیرا کہ پیداوار کے نصف پر یہ سب یہود کو دیدئے جائیں، ان میں اللہ جو کچھ پیدا کرتا وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا، حتیٰ کہ (حضرت) عمرؓ کا زمانہ آیا اور انھوں نے تمام زمینیں مسلمانوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی علی بن مَعْبَد نے، اُن سے ابی المَلیح نے؛ اور ان سے میمون ابن مہران نے، کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس راتوں کے درمیان اہل خیبر کا محاصرہ فرمایا۔"

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی حمّاد بن سلمہ نے، انھیں یحییٰ بن سَعِید نے، اور انھیں بُشَیر بن یسار نے، کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے ۳۶ حصے فرمائے، ۱۸ حصے ان حقوق و ضروریات کے لئے تھے جو آپ پر واجب تھیں، اور اسی میں ان مہمانوں اور وفود کے مصارف تھے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور باقی ۱۸ حصے اس طرح تقسیم فرمائے کہ ہر حصے میں سو آدمی شریک تھے۔"

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے عبد السلام بن حرب نے، اور ان سے یحییٰ بن سَعِید نے: یحییٰ نے کہا میں نے بُشَیر بن یسار کو یہ کہتے سنا ہے کہ:۔ خیبر ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا گیا جن میں سے ہر حصہ سو سو حصوں پر مشتمل تھا، ۱۸ حصے مسلمانوں کے حصے میں آئے جو انھوں نے بقدر حصہ رسدی آپس میں بانٹ لئے، اور انہی میں ایک حصہ عام مسلمانوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا، اور باقی ۱۸ حصے مہمانوں اور سفارتوں کے اخراجات اور اُن ضرورتوں کے لئے مخصوص فرما دئے جو آپ کو لاحق ہوتی تھیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو النّاقد اور الحُسَین بن الاُسْوَد نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکِیع بن الجَرّاح نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی العُمَرِی نے، ان سے نافِعؒ نے اور اُن سے ابن عُمرؓ نے، کہ:۔ جب بٹائی کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن رَوَاحَہ کو خَیبر روانہ فرمایا، انھوں نے زمین پر ڈھیر لگا کر کھجوروں کا تخمینہ کیا، اور (اس کے دو حصے کر کے) یہود کو اختیار دے دیا کہ جون سا حصہ چاہیں لے لیں اور جون سا حصہ چاہیں رد کر دیں۔ انھوں نے کہا، "یہ حق ہے اور اسی پہ زمین و آسمان قائم ہیں"۔

ہم سے حدیث بیان کی اسحٰق بن ابی اِسْرَائیل نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحَجّاج بن محمّد نے، ان سے ابن جُرَیج نے اور ان سے یکے از اہل المدینہ نے، کہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی الحُقَیق کے بیٹوں سے اس شرط پر صلح فرمائی تھی کہ وہ خزانہ نہیں چھپائیں گے، مگر انھوں نے چھپایا، اس لئے آپ نے ان کا خون حلال فرما دیا۔" ۲۷۵

ہم سے حدیث بیان کی اُبو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی علی بن مَعْبَد نے، ان سے ابی المَلِیح نے اور ان سے میمون بن مِہران نے، کہ:۔ اہلِ خَیبر نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اس شرط پر امان حاصل کی کہ قلعہ میں جو کچھ ہے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ راوی کہتا ہے: اس قلعے میں ایک ایسا خاندان رہتا تھا جس کے افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ آپ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہو، لیکن یہ بات مجھے اس سے نہیں روک سکتی کہ میں تمھیں وہ چیز نہ دوں جو میں نے تمھارے ساتھیوں کو دی ہے۔ (مگر یاد رکھو) تم مجھے یہ اختیار دے چکے ہو کہ اگر تم نے اپنے اموال اور مقبوضات میں سے کوئی چیز چھپائی تو پھر تمھارا خون میرے لئے حلال ہو گا۔" آپ نے انسے پوچھا: "وہ خزانہ تم نے کیا کیا؟" انھوں نے کہا: "وہ تو ہم نے جنگ میں برباد کر دیا" آپ نے صحابہ کو اس کے ڈھونڈنے کا حکم دیا، وہ ڈھونڈنے لگے اور وہاں تک پہنچ گئے جہاں انھوں نے وہ خزانہ چھپایا تھا اور اسے نکال لائے۔ (چونکہ

انھوں نے بدعہدی کی تھی اس لئے آپ کے حکم سے) انھیں قتل کر دیا گیا۔"

ہم سے حدیث بیان کی عمرو النّاقد اور محمّد بن الصّبّاح نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشَیم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابن ابی لیلیٰ نے، انھیں الحَکَم بن عُتَیبَہ نے، انھیں مِقسَم نے اور انھیں ابن عبّاس نے کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر کے نخلستان اور اس کی زمین آدھی بٹائی پر اہل خَیبَر ہی کے پاس رہنے دی۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمّد بن الصّبّاح نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ہُشَیم بن بَشیر نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی داؤد بن ابی ہند نے اور انھیں الشّعبی نے، کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر آدھی بٹائی پر اہل خَیبَر ہی کے پاس رہنے دیا۔ جب بٹائی کا وقت آیا تو عبد اللہ بن رَوَاحَہ کو کھجوروں، اور بعض نے کہا کھجور کے درختوں، کے تخمینہ کے لئے روانہ فرمایا، انھوں نے درختوں سے توڑ کر کھجوریں زمین پر جمع کیں اور آدھے آدھے دو حصوں میں بانٹ کر یہود کو اختیار دیدیا کہ جون سا حصہ چاہیں لے لیں، انھوں نے کہا: "اسی (عدل) پر زمین و آسمان قائم ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی ابو یُوسف کے ایک دوست نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو یوسف نے، ان سے مسلم الاَعور نے اور انسے اُنس نے، کہ:— عبد اللہ بن رَوَاحَہ نے اہل خَیبَر سے کہا: "تم چاہو تو میں تخمینہ کر دوں اور تمھیں انتخاب کا اختیار دیدوں، اور چاہو تو تم تخمینہ کر دو اور مجھے انتخاب کا اختیار دیدو۔" انھوں نے کہا: "زمین و آسمان اسی (عدل) پر قائم ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح المِصری نے، ان سے لَیث بن سعد نے، ان سے یُونس بن زید نے، اور ان سے الزُّہری نے کہ:— نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر بزور بعدِ قتال فتح فرمایا، اور غنیمت میں جو مال ہاتھ آیا اسکے پانچ حصے فرمائے، اور ان میں سے چار مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے۔"

 ہم سے حدیث بیان کی عبدالأعلیٰ بن حمّاد النرسی نے، ان سے مالک بن اَنَس نے اور ان سے ابن شہاب نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایجتمع دینان فی جزیرۃ العرب (یعنی جزیرۃ العرب میں دو دین ہرگز جمع نہ ہونے پائیں) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی تحقیق کی، اور جب انھیں اس کی صحت کا پورا پورا یقین ہوگیا تو انھوں نے خَیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الوَلید بن صالح نے، ان سے الواقدی نے اور ان سے ان کے شیوخ نے، کہ :- خَیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا آپ نے اس میں سے مدد معاشیں مقرر فرمائیں، ازواج میں سے ہر ایک کے لیئے ۸۰ وُسُق کھجوریں اور ۲۰ وُسُق جَو مقرر فرمائے، اور اسی میں سے (حضرت) ابوبکرؓ، (حضرت) عمرؓ، (حضرت) امام حَسَنؓ اور (حضرت) امام حسینؓ وغیرہ کی بھی مدد معاشیں مقرر فرمائیں۔ اور بنی المُطّلِب بن عبد مناف کے لیئے بھی چند وُسَق مقرر فرمائے اور اس کا انھیں نوشتہ عطا فرمادیا۔"

مجھ سے الولید نے کہا، اُن سے الواقدی نے، ان سے الاَفلَح بن حُمَید نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ :- مجھے عمر ابن عبدالعزیزؒ نے الکَتِیبَہ کا حاکم مقرر کیا، اس کی پیداوار میں سے جن جن کی مدد معاشیں مقرر تھیں میں اُن کے وُرثہ کو ان کے حصے دیتا تھا اور ان کا شمار میرے پاس موجود تھا۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم السّمِین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی جَرِیر بن عبدالحمید نے، ان سے لَیث نے، اور ان سے نافِع نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبر آدھی بٹائی پر اہلِ خَیبر ہی کے پاس رہنے دیا۔ جو عہدِ رسالت سے (حضرت) عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک ان ہی کے پاس رہا۔ ایک دفعہ عبداللہ بن عمرؓ ایک ضرورت سے خَیبر آئے تو ان لوگوں نے رات کو ان پر حملہ کیا، اس پر (حضرت) عمرؓ نے ان کو خَیبر سے نکال دیا اور یہاں کی زمینیں ان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا

جو غزوۂ خَیبَر میں شریک ہوئے تھے۔ انھوں نے اس تقسیم میں ازواج مطہرات کے بھی حصے مقرر کئے اور انھیں اختیار دیدیا کہ چاہیں نخلستانی زمین لیں چاہیں زراعتی، وہ ان کے اور ان کے ورثہ کے لئے ہوگی:

مجھ سے الحُسَین بن الأسود نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابوبکر بن عَیَّاش نے کہا، ان سے الکلبی نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابن عَبّاس نے، کہ:- خَیبَر ۱۵۰۰ حصوں میں تقسیم کیا گیا کیونکہ شرکاءِ غَزوۂ خَیبَر کی تعداد اتنی ہی تھی۔ ان میں سے جو الحُدَیبِیَہ کے دن شریک ہوئے وہ ۱۴۰۰ تھے، اور جو جَعفَر بن ابی طالب کے ساتھ حَبَشَہ گئے وہ ۴۰ تھے:

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الأسوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو معاویہ نے، ان سے ہشام بن عُروہ نے اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- رسول اللہ (۲۹) صلی اللہ علیہ وسلم نے الزُّبَیرؓ کو خَیبَر میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جس میں نخلستان تھا (اور اس کے علاوہ) اور بھی درخت تھے۔

فَدَک

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر سے واپسی پر مُحَیِّصہ بن مَسعُودُ الانصاری کو اہلِ فَدَک کے پاس بھیجا کہ انھیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اس وقت ان کا سردار انہی میں کا ایک شخص یُوشَع بن نون یہودی تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی زمین دینی کر کے صلح چاہی جو آپ نے منظور فرمالی، اس وجہ سے آدھا فَدَک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ ہوگیا، کیونکہ مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ یہاں کی آمدنی مسافروں پر خرچ کی جاتی تھی۔ یہاں کے باشندے (حضرت) عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد اس زمانہ تک اپنی زمینوں پر قابض رہے کہ انھوں نے یہود کو الحجاز سے جلا وطن کیا۔ انھوں نے ابوالہیثم مالک بن تَیِّہان (بعض نیہان کہتے ہیں۔ مق) اور سَہل بن ابی حَثمہ الانصاری اور زید بن ثابت الانصاری کو (فَدَک) بھیجا، ان لوگوں نے ان کے حصے کی عادلانہ قیمتیں جانچیں جو انھیں دیدی گئیں اور ان کو الشام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

ہم سے حدیث بیان کی سَعِید بن سُلَیمان نے، ان سے لَیث بن سَعد نے

اور ان سے یحییٰ بن سعید نے کہ :۔ اہل فدک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی زمین اور اپنے نخلستان کے نصف حصے پر مصالحت کی، پھر جب (حضرت) عمرؓ نے انھیں جلاوطن کیا تو نخلستان اور اراضی میں ان کا جتنا حصہ تھا اسکی عادلانہ قیمتیں جانچنے کے لئے چند واقف کاروں کو بھیجا اور جو قیمتیں انھوں نے تجویز کیں وہ ان کو دیدیں"۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے کہا، ان سے مَعْمَر نے، اور ان سے الزُّہری نے، کہ :۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اہل فدک کو ان کی زمین اور نخلستان کے نصف حصے کی قیمت دیدی"۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَیْن بن الأسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن ابی زائدہ نے، ان سے محمدؐ بن اسحٰق نے اور ان سے الزُّہری و عبداللہ بن ابی بکر اور یکے از اولاد محمد بن مَسْلَمَہ نے، کہ :۔ جب اہل خیبر میں سے باقی ماندوں نے جو قلعہ گیر ہوگئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کا خون معاف کر دیا جائے اور انھیں جلاوطن کر دیا جائے تو یہ خبر سن کر اہل فَدَک بھی اسی پر اتر آئے، اس وجہ سے فدک رسول اللہ
(۳۰) صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ ہوگیا، کیوں کہ مسلمانوں نے اسپر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے"۔

ایسی ہی حدیث ہم سے الحُسَیْن نے بیان کی، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے زیاد البَکّائی نے، ان سے ابن اسحاق نے، اور ان سے عبداللہ بن ابی بکر نے، لیکن اس حدیث میں یہ بات زیادہ ہے کہ :۔ مُحَیِّصَہ بن مسعود ان لوگوں میں سے تھے جو اہلِ فَدَک کے درمیان چل پھر چکے تھے۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَیْن نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے ابراہیم بن حُمَید نے، ان سے اُسَامَہ بن زید نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے مالک بن اَوس بن الحَدَثان نے، اور ان سے (حضرت)

عمر رضی اللہ عنہ نے، کہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے تین اموال مخصوص تھے، فدک کی آمدنی آپ مسافروں پر خرچ فرماتے تھے، بنی النضیر کی اراضی آپ کی ضروریات کے لیئے وقف تھی، اور خیبرؓ کے آپ نے تین حصے فرمادیئے تھے۔"

ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح العجلی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی صفوان ابن عیسیٰ نے، ان سے اُسامہ بن زید نے، ان سے ابن شہاب نے، اور ان سے عُروہ بن الزُّبیر نے، کہ :۔ خیبرؓ اور فدک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا ازواج مطہرات نے اس میں سے اپنی میراثوں کا مطالبہ کرنے کے لیئے (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس بھیجا، (حضرت) عائشہؓ نے یہ سُن کر ان سے کہا: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سُنا کہ ہماری کوئی میراث نہیں ہے؟ اور یہ کہ ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے صدقہ ہے، اور میری رحلت کے بعد اس کا ہے جو والی امر ہو۔" راوی کہتا ہے: یہ سُنکر وہ سب خاموش ہوگئیں۔"

ہم سے احمد بن ابراہیم الدَّورَقی نے بیان کیا، ان سے صفوان ابن عیسیٰ الزُّہری نے، ان سے اُسامہ نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے عُروہ نے، اور وہ وہی تھا جو حدیث بالا میں گزرا۔

مجھ سے ابراہیم بن محمد نے کہا، اُن سے عَزعَرہ نے، ان سے عبد الرَّزاق نے، ان سے مَعمَر نے اور ان سے الکلبی نے، کہ :۔ بنی امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بدل کر فدک کو اپنی خالصہ جائداد بنا لیا، مگر جب عمر ابن عبد العزیز والیٔ امر ہوئے تو انھوں نے اس کو پھر اسی گزشتہ حالت پر لوٹا دیا۔

ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن میمون المُکتِب نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی فُضیل بن عیاض نے، انھیں مالک بن جَعوَنہ نے، اور انھیں اُن کے والد نے، کہ :۔ (حضرت) فاطمہؓ نے (حضرت) ابوبکرؓ سے

فرمایا: "فَدَک مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے مخصوص
فرمادیا تھا۔" اور شہادت میں (حضرت) علی ابن ابیطالب کو پیش کیا، انھوں
نے دوسرا گواہ مانگا، آپ نے اُمّ اَیمن کو پیش کیا، انھوں نے کہا: "اے
(۳۱) بنت رسول اللہ! آپ جانتی ہیں کہ شہادت بغیر اس کے جائز نہیں ہوتی کہ
یا دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔" یہ سن کر وہ واپس چلی گئیں۔"

مجھ سے بیان کیا رَوح الکَرابیسی نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا زید بن الحُبَاب نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی خالد بن طَہمان نے اور ان سے ایک اور شخص نے جسے رَوح نے جعفر بن محمد سمجھا، کہ:۔
(حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "فَدَک مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیدیا تھا۔" انھوں نے ثبوت مانگا، (آپ نے) اُمّ اَیمن اور رَباح کو، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، پیش فرمایا، دونوں نے شہادتیں دیں، (حضرت) ابوبکرؓ نے کہا: کسی معاملہ میں یہ ثبوت کافی نہیں ہوسکتا۔ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ہونی چاہیئے۔"

ہم سے ابن عائشۃ التیمی نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے حمّاد بن سَلَمۃ نے بیان کیا، ان سے محمد بن السّائب الکلبی نے، ان سے ابو صالح باذام نے اور اُن سے اُمّ ہانی نے، کہ:۔ (حضرت) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور پوچھا: "جب تم مرجاؤ گے تو تمھارا وارث کون ہوگا؟" انھوں نے کہا: "میری اولاد۔" (جناب سیّدہ نے) کہا: "پھر یہ کیا ہے کہ تم ہمارے ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بن گئے ہو؟" انھوں نے کہا: "اے بنت رسول اللہ! خدا کی قسم میں نے آپ کے والد سے سونے یا چاندی یا کسی اور چیز کی کوئی وراثت نہیں پائی ہے۔" بولیں: "خیبر ہمارا حصہ اور فَدَک ہمارا صدقہ ہے۔" انھوں نے کہا: "اے بنت رسول! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے: "یہ وجہ معاش اللہ

میری زندگی تک کے لئے عطا فرمائی ہے۔ جب میں مروں تو اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

ہم سے عثمان بن ابی شَیْبَہ نے کہا، ان سے جَرِیْر بن عبد الحمید نے، اور ان سے مُغِیرہ نے، کہ :۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنی اُمَیَّہ کو جمع کر کے کہا: فَدَکْ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، آپ اس کی آمدنی خورد و نوش کے اخراجات، اور فقرائے بنی ہاشم کی ضروریات، اور ان کی بیواؤں کی شادیوں پر خرچ فرماتے تھے۔ (حضرت) فاطمہؓ نے اس کو اپنے نام ہبہ کرانا چاہا مگر آپ نے انکار فرمادیا۔ آپ کی وفات کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ کے زمانے میں وہی عمل رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، اور ان کے بعد (حضرت) عمرؓ بھی اسی طریق پر عامل رہے۔ اب میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو پھر اسی حالت پر قائم کرتا ہوں جس حالت پر کہ یہ پہلے تھا۔"

ہم سے بیان کیا سُرَیْج بن یُونس نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی اسمٰعیل بن ابراہیم نے، انھیں ایوب نے اور انھیں الزُّہری نے، کہ :۔ اس قول باری: فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (۵۹: ۶۔ اور اس پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے) سے مراد فَدَکْ وغیرہ قُرائے عَرَبِیَّہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھے۔"

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَیْد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث (۳۲
بیان کی سعید بن عُفَیْر نے اور ان سے مالک بن اَنس نے (ابو عُبَیْد نے کہا مجھے یہ یاد نہیں کہ مالک نے الزُّہری سے روایت کی یا کسی اور سے) کہ :۔ (حضرت) عمرؓ نے یہود خَیْبَر کو جلا وطن کر دیا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ مگر یہود فدک آدھی زمین اور آدھی پیداوار کے حصہ دار تھے کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی پر صلح کی تھی؛ اس لئے (حضرت) عُمر نے ان کو نصف زمین اور نصف پیداوار کے معاوضے میں سونے چاندی اور اونٹوں کے پالان دئے اور ان کو جلا وطن کر دیا۔"

مجھ سے عَمرو النَّاقِد نے کہا، ان سے حَجَّاج بن ابی مَنِیْع الرُّصَافی نے،

ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ابی بُرقان نے، کہ:۔ جب عُمر ابن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے خطبہ دیا اور اس میں کہا: فدک ان زمینوں میں سے تھا جو اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمائیں تھیں کیونکہ مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے؛ جب (حضرت) فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے اس کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا: "نہ تمھیں یہ حق پہنچتا ہے کہ مجھ سے مانگو، اور نہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ تمھیں دوں"۔ یہاں کی آمدنی آپ مسافروں پر خرچ فرماتے تھے۔ آپ کے بعد (حضرت) ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان (حضرت) علی رضی اللہ عنہم کا اپنے اپنے زمانوں میں یہی عمل رہا، لیکن جب معاویہ والی (=بادشاہ) ہوئے تو انھوں نے (اس عمل میں تغیر کیا اور) فدک مروان بن الحکم کو جاگیر میں دیدیا؛ اس نے میرے والد عبدالملک کو ہبہ کیا، اور ان سے مجھے اور میرے بھائی الوَلید اور سُلیمان کو ملا۔ پھر جب الولید والی (بادشاہ) ہوا تو میں نے اس سے اس کا حصہ مانگ لیا اور اس نے مجھے دیدیا، اور سُلیمان سے بھی اس کا حصہ مانگ لیا اور اس نے مجھے دیدیا۔ اس طرح میں نے فدک کے تمام حصے اپنے پاس جمع کر لئے۔ مجھے اس سے زیادہ کوئی جائداد محبوب نہیں تھی۔ پس تم سب گواہ رہو کہ میں اس کو پھر اسی پچھلی حالت پر قائم کرتا ہوں۔"

اس کے بعد ۲۱۰ھ میں امیرالمومنین المامون عبداللہ بن ہارون الرشید نے فدک (حضرت) فاطمہؓ کی اولاد کو واپس دیئے جانے کا حکم دیا اور اسکے متعلق قُثَم بن جَعفَرؔ کو جو المدینہ میں ان کا عامل تھا، لکھا:۔

"اما بعد، امیرالمومنین دین الٰہی میں اپنے مرتبے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور قریبی عزیز ہونیکی حیثیت سے اس بات کے سب سے زیادہ سزاوار ہیں کہ آپکی سنت کا اتباع، اور آپ کے احکام کا نفاذ کریں؛ اور جس کسی کو آپ نے کوئی چیز عنایت فرمائی ہو یا کوئی صدقہ یا عطیہ دیا ہو وہ اس کے حوالے کر دیں۔ توفیق و نگہداشت الٰہی امیرالمومنین کے ساتھ ہے اور انھیں ہر کام سے اسی کی خوشنودی منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک اپنی صاجزادی (حضرت) فاطمہؓ کو

عطا فرمایا تھا، اور یہ ایسی ظاہر و معروف بات تھی کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بنا بریں فدک امیر المومنین سے اس چیز کا تقاضا کر رہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوص کی بنا پر ان کے لئے اولیٰ و انسب ہے۔ لہذا امیر المومنین مناسب سمجھتے ہیں کہ فدک (حضرت) فاطمہؓ کے وارثوں کو واپس کر دیں، اور ان کے حوالے کر کے اللہ کے ساتھ اس کے حق و عدل کی اقامت سے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے حکم و صدقہ کے نفاذ سے، تقرب حاصل کریں؛ پس امیر المومنین حکم دیتے ہیں کہ یہ بات ان کے دفتروں میں ثبت کر دی جائے، اور ان کے عمّال کو اس سے خبردار کر دیا جائے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ہر موسم حج میں یہ منادی کرادی جاتی تھی کہ جنھیں کوئی صدقہ دیا گیا ہو یا کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو، یا ان سے کوئی وعدہ کیا گیا ہو تو وہ آکر بیان کر دیں، اور ان کی بات قبول کی جاتی تھی اور ان کا حصہ انھیں دیدیا جاتا تھا تو (حضرت) فاطمہؓ اس کی زیادہ مستحق تھیں کہ اس چیز کے بارے میں ان کا قول صحیح تسلیم کیا جاتا جو ان کے لئے مخصوص کر دی گئی تھی۔

امیر المومنین نے اپنے آزاد کردہ غلام مبارک الطبری کو حکم دیا ہے کہ فدک اپنی اصلی حدود کے ساتھ مع ان تمام حقوق کے جو اسے حاصل ہیں اور مع ان (آبادکار) غلاموں اور آمدنیوں کے (حضرت) فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثہ، محمد بن یحییٰ بن الحسین بن زید بن علی بن الحسین بن علی ابن ابیطالب اور محمد بن عبد اللہ بن الحسن؏ بن علی بن الحسین بن علی ابن ابیطالب کو دے دیا جائے، کیونکہ امیر المومنین نے ان دونوں کو اہل فدک کے لئے قیام امور کا متولی بنا دیا ہے۔ پس جان لو کہ یہ امیر المومنین کی رائے ہے اور وہ چیز ہے جو اللہ نے اس اطاعت و فرماں برداری کے باعث جو وہ کرتے ہیں ان کے دل میں ڈالی ہے، اور جس کی توفیق اللہ نے

؏ قدامہ نے عبد اللہ بن الحسین لکھا ہے (کتاب الخراج)

اس تقرب کے باعث جو ان کو اللہ اور اس کے رسول سے حاصل ہے انھیں عطا فرمائی ہے۔ تم اپنی طرف سے مبارک الطبری کو اس معاملہ سے خبردار کردو اور محمد بن یحیٰی اور محمد بن عبداللہ سے جنھیں امیرالمومنین نے عامل مقرر کیا ہے وہی معاملہ برتو جو مبارک الطبری سے برتتے تھے، اور اس کام میں انکی اعانت کرو جس میں خدا نے چاہا تو فدک کی ترقی اور صلاح و فلاح اور اس کی پیداواروں کی توفیر مد نظر ہو۔ والسلام۔

یہ فرمان بدھ کے دن ذی قعدہ سنہ ۲۱۰ھ کی دوسری تاریخ کو لکھا گیا۔"

لیکن جب المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ خلیفہ ہوا تو اس نے فدک کا پھر وہی انتظام کر دیا جو المامون رحمہ اللہ سے پہلے تھا۔

وادیِ القُریٰ اور تیما کا معاملہ

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی میں وادی القُریٰ
تشریف لائے اور اس کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے اس سے (۳۴
انکار کیا اور جنگ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فتح فرمالیا اوراللہ
نے ان کے اموال آپ کے لئے غنیمت کر دیئے۔ آپ نے خُمس ان میں سے لے لیا او اراضی
ونخلستان انہی کے پاس رہنے دیئے، اور ان سے ویسا ہی معاملہ فرمالیا جیسا
اہل خیبر سے فرمایا تھا۔

کہا جاتا ہے :۔ (حضرت) عمرؓ نے یہاں کے یہود کو جلا وطن کر دیا تھا
اور ان کی زمینیں اور نخلستان ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے تھے جو یہاں کی
جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں کے یہود کو جلاوطن
نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ علاقہ الحجاز سے خارج ہے۔ آج کل یہ علاقہ المدینہ اور اس کے
نواحی کی حکومت کے ماتحت ہے۔

مجھے متعدد اہل العلم نے خبر دی کہ :۔ رِفاعۃ بن زَیدُ الجُذَامی نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا جس کا نام مِدْعَم تھا، ہدیۃً پیش کیا،

غزوہ وادی القریٰ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کجاوے کی نگہبانی کر رہا تھا، کسی نے اس کے تیر مارا، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: "یا رسول اللہ آپ کے غلام کو مبارک ہو کہ وہ تیر سے شہید ہو گیا۔" آپ نے فرمایا: "ہرگز نہیں۔ اس نے خیبر کے دن غنیمت میں سے جو لبادہ لیا تھا وہ اس پر آگ بن کر بھڑکے گا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شیبان بن فروخ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو الاشہب نے اور اُن سے الحسن نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: "حضور کا فلاں نوجوان شہید ہو گیا۔" فرمایا "وہ اس عباء میں آگ کی طرف گھسیٹا جائے گا جو اس نے غنیمت میں سے چرائی تھی۔"

مجھ سے عبد الواحد بن غیاث نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی، اُن سے الجریری نے، ان سے عبد اللہ بن سفیان نے، اُن سے حبیب بن الشہید نے، اور اُن سے الحسن نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: "حضور کو مبارک ہو حضور کا فلاں غلام شہید ہو گیا۔" فرمایا: "وہ اس لبادہ میں آگ کی طرف گھسیٹا جائے گا جو اس نے غنیمت میں سے چرایا تھا۔"

کہتے ہیں:- اہل تیماء نے جب یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وادی القریٰ کو مغلوب فرما لیا ہے تو انھوں نے بھی جزیہ پر صلح کر لی اور اس طرح وہ اپنے شہروں میں بدستور مقیم رہے اور ان کی زمینیں انہی کے قبضے میں رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سعید بن العاصی بن اُمیہ کو وادی القریٰ کا والی مقرر فرمایا۔ اور تیماء کا حاکم اس کو فتح کرنے کے بعد یزید بن ابو سفیان کو مقرر فرمایا جو فتح تہامہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔

مجھ سے عبد الاعلیٰ بن حماد النرسی نے کہا، ان سے حماد بن سلمہ نے ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے اسمٰعیل بن حکیم نے، اور ان سے عمر ابن

عبد العزیز نے ، کہ :— (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے فَدَک ، تَیمَا ، اور ۲۵۱
خَیبَر کے باشندوں کو جلا وطن کر دیا۔ اہل وادی القُرٰی سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جمادی الآخر ۷ھ میں غزوہ فرمایا تھا۔"

مجھ سے العباس بن ہشام الکَلبیؒ نے حدیث بیان کی ، ان سے انکے
والد نے اور ان سے ان کے دادا نے ، کہ :— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حَمزَہ بن النُّعمان بن ہَوذَۃ العُذرِی کو وادی القُریٰ میں وہ جگہ جاگیر
میں عطا فرمائی جہاں انھوں نے اپنا کوڑا پھینکا تھا۔ یہ حمزہ بن النعمان بنی عُذرہ
کے سردار تھے اور اہل الحجاز میں پہلے شخص تھے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قبیلے کا صدقہ پیش کیا۔"

مجھ سے بیان کیا علی بن محمد بن عبد اللہ غلام آزاد کردہ قُرَیش نے ،
اُن سے اُلعبّاس بن عامر نے ، اور ان سے ان کے چچا نے ، کہ :— عبد الملک
بن مروان نے یزید بن معاویہ سے کہا : "اے امیر المومنین ! امیر المومنین معاویہ
نے وادی القریٰ میں ایک یہودی سے ایک زمین خریدی تھی ، اور پھر اس کے
ساتھ ایک اور زمین (خرید کر) شامل کر دی تھی ، جو آپ کی توجہ سے محروم ہونے
کے باعث خراب ہو رہی ہے اور اس کی پیداوار روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔
آپ یہ زمین مجھے دیدیجے میں اس کی خبر گیری کروں گا۔" یزید نے کہا : "ہم
نہ بڑی چیزوں میں بخل کرتے ہیں اور نہ چھوٹی چیزوں سے کم نگہی برتتے ہیں"
عبد الملک نے کہا "اے امیر المومنین ! اس کی اتنی اتنی آمدنی ہے"۔ یزید نے کہا :
"وہ بھی تیری ہے"۔ جب وہ چلا گیا تو یزید نے کہا : "اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ
ہمارے بعد والی (بادشاہ) ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم نے اس کو رشوت دی۔ اور
اگر جھوٹ ہے تو ہم نے اس کو انعام دیا۔"

مَکّہ

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْحُدَیْبِیَہ کے سال قریش سے معاہدہ فرماکر التوائے جنگ پر صلح نامہ تحریر فرمایا جس میں یہ قرار پایا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا چاہے وہ ان کے ساتھ ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ ہونا چاہے وہ اس کے ساتھ ہو جائے نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو لوگ قریش کے پاس جائیں گے وہ اُن کو واپس نہیں کریں گے، لیکن جو قریش یا ان کے حلیفوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے انھیں وہ واپس کر دیں گے۔ جو لوگ کِنَانَہ میں سے تھے وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: "ہم قریش کے عہد اور اُن کی شرائط میں شریک ہوتے ہیں۔" اور جو خُزَاعَہ میں سے تھے وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: "ہم محمدؐ کے عہد اور ان کی شرائط میں شریک ہوتے ہیں۔" خُزَاعَہ اور عبدالمطلب کے درمیان مدت سے معاہدہ تھا۔ اسی بنا پر عمرو بن سالم بن حَصِیْرَۃُ الْخُزَاعِیُّ نے کہا (جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی مظلومی اور قریش کی معاہدہ شکنی کی فریاد لیکر گیا تھا) :۔

(۳۶) لَاهُمَّ اِنِّی نَاشِدٌ مُحَمَّدًا حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

(کچھ غم نہیں، میں محمدؐ کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو مدت ہوئی ہمارے اور اُن کے خاندان کے درمیان ہوا تھا۔)

پھر یہ ہوا کہ ایک خُزَاعی کے سامنے ایک کِنَانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی، خزاعی نے اس پر حملہ کیا اور اس کا سر پھوڑ دیا، اس پر دونوں قبیلوں میں شر و قتال کا بازار گرم ہو گیا، قریش نے کِنَانَہ کا ساتھ دیا اور عہد و معاہدہ کے خلاف کنانہ کے ساتھ مل کر خُزاعہ پر شبخون مارا[1]، عمرو بن سالم بن حَضِیرَۃ الخُزَاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدد مانگنے حاضر ہوا، اور یہی غزوہ مکہ کا سبب تھا۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عبید القاسم بن سَلَّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عثمان بن صالح نے، ان سے ابن لَہِیعہ نے، ان سے ابو الاَسْوَد نے، اور ان سے ایک طویل حدیث میں عُرْوَہ نے، کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر مصالحت کی کہ دونوں ایک دوسرے کو اَغلال و اَسلال[2] سے، اور بعض نے کہا اَرْسال سے امن دیں گے۔ (مسلمانوں میں سے جو لوگ حج یا عُمرہ کے لئے یا الیمن والطائف جانے کے لئے مکہ آئیں گے وہ امن میں ہوں گے۔ اور اسی طرح مشرکوں میں سے جو لوگ الشام اور مشرق کی طرف جانے کے ارادے سے المدینہ آئیں گے وہ امن میں ہوں گے۔ انھوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں بنی کَعْب کو شامل فرمایا، اور قریش نے بنی کِنَانَہ کو۔

ہم سے حدیث بیان کی عبد الواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمّاد بن سَلَمَہ نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی اَیُّوب نے، اور انھیں عِکْرِمَہ نے، کہ: صلح میں کِنَانَہ میں سے بنی بَکْر، قریش کے حلیف تھے۔ اور خُزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دونوں میں

---

[1] ابن ہشام میں ہے: خُزَاعہ نے حرم میں پناہ لی، مگر قریش کی تلواریں یہاں بھی نہ رکیں، خُزاعہ نے خدا کا واسطہ دیا، قریش نے کہا: لا الٰہ الیوم = آج کے دن خدا کوئی چیز نہیں ہے۔ (ج ۲، ص ۲۰۹)

[2] اَغلال و اَسلال: خیانت اور سرقہ۔ اغلال کے ایک معنے "زرہ پہننے" اور اَسلال کے "تلوار سونتنے" کے بھی آتے ہیں (النقائق)۔ اور ارسال کے یہاں یہ معنی ہوں گے کہ حملوں سے۔

لڑائی ہو گئی، قریش نے بنی بکر کا ساتھ دیا، اسلحہ سے ان کی مدد کی، پانی (۳/۴)
پلایا، اور ان کے لئے سایہ کا انتظام کیا، اس پر خُزاعہ نے قریش سے کہا:
"تم نے بد عہدی کی" قریش نے کہا: "خدا کی قسم! ہم نے بد عہدی نہیں کی،
ہم نے تو صرف ان کی مدد کی ہے، پانی پلایا ہے اور انھیں سائے میں پناہ
دی ہے"۔ اس کے بعد؏ انھوں نے ابو سُفیان بن حَرب سے تجدید حلف کرانے
اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے (المدینہ جانے کو) کہا، وہ المدینہ
آیا، اور (حضرت) ابو بکرؓ سے ملا، اور ان سے کہا: "آپ حلف کی تجدید کرا دیجے
اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دیجے"۔ انھوں نے کہا: "عمرؓ سے ملو۔ وہ ان
کے پاس گیا اور ان سے بھی یہی خواہش کی، انھوں نے کہا: "اس میں
سے جو منتصل ہو اس کو اللہ منقطع کر دے، اور جو جدید ہو اُس کو کہنہ و فرسودہ
کر دے"۔ ابو سُفیان نے کہا: "خدا کی قسم! میں نے تم سے زیادہ شریر کسی
قوم کا نمائندہ نہیں دیکھا"۔ پھر وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس آیا، انھوں نے کہا
علیؓ کے پاس جاؤ، وہ (حضرت) علیؓ کے پاس گیا اور یہی درخواست کی، فرمایا
"تم قریش کے بزرگ اور سردار ہو! تمھیں حلف کی تجدید کر دو اور لوگوں
کے درمیان صلح کرا دو"۔ اس پر اس نے اپنا سیدھا ہاتھ اپنے الٹے ہاتھ پر
مارا اور کہا: "میں نے حَلَف کی تجدید کر دی اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دی"
اور مکہ چلا گیا۔ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "ابو سُفیان
آتا ہے اور بغیر مطلب پورا کئے راضی ہو کر چلا جائے گا"۔ جب وہ مکہ پہنچا اور وہاں
لوگوں کو یہ واقعہ سنایا تو سب نے اُسے بیوقوف بنایا اور کہا: "خدا کی قسم! ہم نے
تجھ سا احمق نہیں دیکھا۔ تو نہ ہمارے لئے جنگ لیکر آیا ہے کہ اس کی طیاری
کریں، اور نہ صلح لے کر آیا ہے کہ مطمئن ہو جائیں"۔ ادھر خُزاعہ رسول اللہ

؏ اس کے بعد نہیں، بلکہ اس کے بعد جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس پیام کا کہ "یا مقتولوں کا خون بہا دلوایا جائے، یا قریش کنانہ سے الگ ہو جائیں، اور
یا یہ اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ الحدیبیہ قائم نہیں رہا" غیر مصالحانہ اور جنگ طلب جواب دیا اور پھر
اپنی حرکت پر پچھتائے، تو ابو سفیان کو تجدید صلح کے لئے بھیجا (الزَّرقانی)

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان پر جو کچھ گزری تھی اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: مجھے دو شہروں (مکہ یا طائف) میں سے ایک کی طرف جانے کا حکم ہوا ہے۔" پھر کوچ کا حکم دیا، اور صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے، اور یہ دعا فرمائی: اللهم اضرب علی اذانهم فلا يسمعوا حتی تبعتهم بغتة (قرآن، ۱۸: ۱۱۔ خدایا! تو ان کے کانوں پر ایسی مہریں لگا دے کہ جب تک میں اُن کے سروں پر نہ پہنچ جاؤں، انھیں میرے کوچ کی خبر نہ ہو) اور تیزی سے منزلیں طے فرماتے ہوئے مَرُّالظَّهران پر خیمہ زن ہوئے۔ ادھر مکہ سے ابوسفیان آرہا تھا، کیونکہ قریش نے اس کو پھر المدینہ جانے کو کہا تھا۔ جب وہ مَرُّالظَّهران پہنچا تو اس نے خیمے اور آگ کے شعلے دیکھے، بولا "یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ تو کچھ عَرَفَہ کی شام کی سی گھما گھمی معلوم ہوتی ہے!" وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں نے اُسے جا لیا اور گرفتار کر کے خدمت اقدس میں لے چلے۔ (حضرت) عمرؓ نے دیکھا تو قتل کرنا چاہا، (حضرت) عباسؓ نے انھیں روکا، وہ اسلام لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صبح کی نماز کے وقت، جب لوگ وضو کرنے اُٹھے تو اس نے (حضرت) عباس بن عبدالمطلب سے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھے قتل کیا جائے گا؟" انھوں نے کہا: "نہیں، یہ نماز کی طیاری کر رہے ہیں۔" جب مسلمان نمازوں میں مشغول ہوئے تو وہ یہ دیکھکر بہت متاثر ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرماتے ہیں تو سب رکوع کرتے ہیں، اور جب سجدہ فرماتے ہیں تو سب سجدہ کرتے ہیں۔ اور کہنے لگا: "خدا کی قسم میں نے جیسی فرماں برداری آج دیکھی ہے کبھی نہیں دیکھی۔ کوئی قوم جو اِدھر اور اُدھر سے آئی ہو، ایسی فرماں بردار نہیں دیکھی گئی؛ اس کی مثال نہ معزز فارس میں ہے اور نہ زلفوں والے روم میں۔" پھر (حضرت) عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ کے پاس جانے کی اجازت مانگی تاکہ انھیں اسلام کی دعوت دیں، آپ نے اجازت دیدی، مگر بعد میں لوگوں کو

ﺳﮧ الزمخشری، الفائق، ص ۲۳۶؛ الرسم ذات (ادذوات) القرون۔

دوڑ ایا کہ میرے چچا کو میرے پاس لے آؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ مشرک انھیں قتل کردیں مگر وہ نہیں آئے اور مکہ پہنچکر للکارے، کہ "اے میری قوم! اسلام لا اور سلامتی پا (یاد رکھو کہ) تیری شامت آگئی ہے، تیری شامت آگئی ہے، ایک لشکر گراں[ع] نے تجھے آ لیا ہے جس کے مقابلے کا تجھ میں دم نہیں ہے۔ ادھر مکہ کے نیچے خالد ہیں اور اُدھر مکہ کے اوپر الزُبیرؓ ہیں، اور بیچ میں انصار و مہاجرین اور خُزاعہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ قریش نے کہا: "نکمّے خُزاعہ تو کیا مال ہیں جن سے ہم ڈریں"۔

ہم سے حدیث بیان عبدالواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمّاد بن سَلَمہ نے، ان سے محمّد بن عَمرو نے، ان سے ابو سَلَمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابو ہریرہ نے کہ:۔ خُزاعہ میں سے ایک کہنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا:۔

لَاھُمَّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا ۔۔۔ حِلفَ أَبِيْنَا وَأَبِيْهِ الْاَتْلَدَا

فَانْصُرْ ھَدَاكَ اللّٰہُ نَصْرًا أَيِّدًا ۔۔۔ وَادْعُ عِبَادَ اللّٰہِ يَاْتُوا مَدَدًا

(اے خدا! میں محمّدؐ کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو مدت ہوئی ہمارے اور اُن کے خاندان میں ہوا تھا۔ خدا تمھاری رہنمائی کرے، تم زبردست امداد سے ہماری مدد کرو۔ اور خدا کے بندوں کو بلا، وہ سب ہماری مدد کو آئیں گے۔)

حَمّاد نے کہا مجھ سے علی بن زید نے عِکرِمہ کی روایت سے بیان کیا کہ:۔ خُزاعہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا دی آپ غسل فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: "لبیکم"۔

[ع] اصل لفظ ہے: اشہب بازل۔ اشہب، امر صعب و شدید کو کہتے ہیں، اور بازل استعارہ ہے اونٹ کی شدت سے، اسلئے کہ بزل اونٹ کی انتہائی قوت کو کہتے ہیں۔ الزمخشری نے اشہب کے معنوں میں لکھا ہے: جب بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین خشک ہو جاتی ہے اور نباتات کی سبزی جاتی رہتی ہے تو کہتے ہیں: اشہبتہم السنۃ (سال ان پر سخت گزرا) اور اصابتهم شهبة من قر ومن سنة (یعنی سال میں ان پر سختی نازل ہوئی) اسی سے عام الاشہب اور اشہب بازل نکلا ہے۔ (الفائق ج ۱ ص ۶۳۲) یہاں اشہب بازل سے مراد لشکر گراں ہے۔ اس لشکر گراں میں دس ہزار نفوس زکیہ و مطمئنہ تھے (بخاری)

الواقدی وغیرہ کہتے ہیں :۔ فتح مکہ کے دن قریش میں سے ایک جماعت ہتھیار بند ہو گئی، اور اس نے کہا: محمدؐ بغیر جنگ کئے داخل نہیں ہو سکتے"۔ ان لوگوں نے خالد بن الولید سے جنگ کی۔ خالد پہلے شخص تھے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ اس جنگ میں قریش کے ۲۴، اور ہُذَیل کے ۴ آدمی مارے گئے۔ بعض کہتے ہیں قریش کے ۲۳ آدمی مارے گئے اور باقی ہزیمت کھا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور وہیں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس جھڑپ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کُرز بن جابر الفِہری اور خالد الاَشعر الکَعبی شہید ہوئے۔ لیکن ہشام بن الکلبی کہتا ہے: یہ حُبَیش الاَشعَر بن خالد الکعبی تھے اور خُزاعہ میں سے تھے"۔

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن شَیبَۃ الاُبلّی نے ، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سُلیمان بن المُغیرہ نے ، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ثابت البُنانی نے، اور ان سے عبد اللہ بن رباح نے، کہ :۔ معاویہ کے پاس رمضان کے مہینے میں وفود آئے، اس وقت ہم ایک دوسرے کے لئے کھانا پکار ہے تھے۔ ابو ہُریرہ ان لوگوں میں سے تھے جو ہمیں اکثر اپنی قیام گاہ پر بلاتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے کھانا پکا کر سب کو دعوت دی، ابو ہریرہ بھی آئے، اور انھوں نے کہا "کیا میں تمھیں تمھارے قصوں میں سے کوئی قصہ سنا کر تمھارا دل نہ بہلاؤں؟" پھر انھوں نے فتح مکہ کا ذکر کیا، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوچ فرما کر مکہ پہنچے، الزُّبَیر کو مُجَنِّبَتَین (= چپ و راست) میں سے کسی ایک جانب، اور خالد کو دوسری جانب روانہ فرمایا، اور ناکہ بندی پر ابو عُبَیدہ بن الجَرّاح کو مامور فرمایا اور وہ بطن وادی پر پہنچکر ناکہ بند ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر میں سے مجھے دیکھا اور فرمایا: "اے ابو ہُریرہ"! میں نے عرض کی: "لبیک یا رسول اللہ"! فرمایا: "انصار کو بلاؤ، اس طرح کہ میرے انصار کے سوا کوئی اور نہ آئے"، میں نے انصار کو آواز دی، وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے

اُدھر قریش نے بھی اپنے تابعداروں اور اوباشوں کو جمع کیا اور یہ مشورہ کیا کہ پہلے ہم انھیں آگے بڑھاتے ہیں، اگر یہ کامیاب ہو گئے تو ہم بھی ان کے ساتھ مل جائیں گے، اور اگر ناکام ہوئے تو پھر ہم سے جو مانگا جائے گا دیدیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھکر فرمایا: "کیا تم قریش کے اوباشوں کو دیکھ رہے ہو؟" سب نے عرض کی: "جی ہاں" پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر اشارہ فرمایا کہ انھیں قتل کردو، اور فرمایا: "مجھ سے صَفَا پر ملنا"۔ ہم حسب الحکم روانہ ہوئے، اور جس نے جس کو چاہا قتل کیا۔ یہ حال دیکھکر ابوسفیان نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کے عرض کی: "یارسول اللہ! قریش کا بڑا حصہ ہلاک ہو گیا، (اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو) آج کے بعد ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا"۔ اس پر آپ نے
(۴۰) یہ حکم دیا کہ "جو ابو سُفیان کے گھر میں چلا جائے وہ امن میں ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے، اور جو ہتیار ڈال دے وہ بھی امن میں ہے"۔ یہ حکم سُن کر انصار میں سے بعض نے کہا: "اس شخص کو اب رشتے داروں کی رغبت اور خاندان کی محبت نے آگھیرا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی، اور جب وحی آتی تو ہم سے مخفی نہیں رہتی تھی، آپ نے فرمایا: "یامعشر الانصار! تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟" بولے: "یارسول اللہ! ہم معترف ہیں"۔ فرمایا: "کلا، اِنّی عبد اللہ و رسولہ، ہاجرت الی اللہ والیکم، فالمحیا محیاکم والممات مماتکم (ہرگز نہیں، تم نے جو کچھ سمجھا ہے غلط ہے، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی اور تمھاری طرف ہجرت کر کے آیا ہوں، میری زندگی تمھاری زندگی کے، اور میری موت تمھاری موت کے ساتھ ہے) انصار رونے لگے، اور عرض کی: "ہم نے جو کچھ کہا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہم حضور کو بہت عزیز رکھتے ہیں"۔ پھر لوگوں نے ابوسفیان کے گھر کا رخ کیا، اور اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے اور ہتیار ڈال دئیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے میں تشریف لائے، حجر اسود کو بوسہ دیا، بیت اللہ کا طواف فرمایا، اور اس بت کے پاس تشریف

ے گئے جو کعبہ کے پہلو میں تھا۔ دست مبارک میں ایک کمان تھی جس کا ایک سرا دست مبارک میں تھا اور دوسرا سرا آپ اس کی آنکھوں میں چبھوتے تھے، اور یہ فرماتے جاتے تھے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (قرآن، ۱۷؍۸۱)۔ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی) طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ صفا پر تشریف لائے، بیت اللہ کی طرف دیکھا، ہاتھ اٹھائے[1]، خدا کی حمد کی، اور دعا مانگی"۔

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن الصَّبَّاح نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ہُشَیم نے، انھیں ابن حُصَین نے، اور انھیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عُتبہ نے کہ:۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: "نہ کوئی زخمی مارا جائے، نہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے، نہ کوئی قیدی قتل کیا جائے، اور جو اپنا دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے"۔

الواقدی کہتا ہے:۔۔۔ غزوۂ فتح رمضان ۸ھ میں ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں عید الفطر تک قیام فرمایا، اور پھر غزوۂ حُنَین کے لئے تشریف لے گئے، مکہ کا والی عَتَّاب بن اَسِید بن ابی العِیص بن اُمیہ کو مقرر فرمایا، کعبہ کی تمام اصنام و صُوَر کے توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: ابن خَطَل کو قتل کرو خواہ وہ کعبہ کے پردوں ہی سے چمٹا ہوا ہو، چنانچہ اس کو ابو بَرزَۃ الاسلمی نے قتل کیا۔ ابو الیقظان کہتے ہیں: ابن خطل کا نام قیس تھا اور اس کو ابو ثریاب الانصاری نے قتل کیا تھا۔ اس کی دو لونڈیاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجویں گایا کرتی تھیں، ان میں سے ایک قتل کردی گئی، اور دوسری بچ گئی اور وہ (حضرت) عُثمان کے زمانے میں مری، اس کی پسلی ٹوٹ گئی تھی۔ مِقیَس بن صُبَابَۃ الکنانی کو نُمَیلَہ بن عبد اللہ الکنانی نے قتل کیا، اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ یہ جس کے ہاتھ لگے وہی اس کو قتل کردے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا بھائی ہاشم[2] بن صُبَابَۃ بن حَزن مسلمان ہو گیا تھا اور رسول اللہ

---

[1] عیون الاثر کی روایت میں ہے: رفع یدیہا (دونوں ہاتھ اٹھائے)

[2] ابن ہشام نے ہشام لکھا ہے (ص ۷۲۸، طبع یورپ)

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ مُرَیسیع میں شریک ہوا تھا، اس کو ایک انصاری نے (مشرک ہونے کے) دھوکے میں قتل کر دیا، مقیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کے حق میں قاتل کے رشتہ داروں پر خون بہا کا فیصلہ دیا جو اس نے وصول کیا، اور مسلمان ہو گیا پھر اس نے اس انصاری پر دست درازی کی اور اس کو قتل کیا اور مرتد ہوکر بھاگ گیا اور یہ کہا ؎

شَفَی النَّفْسَ اَنْ قَدْ بَاتَ بِالْقَاعِ مُسْنَدًا ۔۔۔ یُضَرِّجُ ثَوْبَیْهِ دِمَاءُ الْاَخَادِعِ[1]
ثَاَرْتُ بِهٖ قَهْرًا وَحَمَّلْتُ عَقْلَهٗ ۔۔۔ سَرَاةَ بَنِی النَّجَّارِ اَرْبَابَ فَارِعِ
حَلَلْتُ بِهٖ وِتْرِی وَاَدْرَكْتُ ثُؤْرَتِی ۔۔۔ وَكُنْتُ عَنِ الْاِسْلَامِ اَوَّلَ رَاجِعِ

(میرے دل میں اس بات سے ٹھنڈک پڑی کہ وہ سرزمین پر گر گیا اور اس کی گردن کے خون سے اس کے جسم کے کپڑے رنگین ہو گئے میں نے اپنی قوت کے بل پر اس سے بدلہ لیا، اور اس کی دیت کا بار بنی النَّجَّار کے سرداروں پر ڈال دیا جو بڑے پایہ کے ہیں۔ میں نے اس سے اپنا مطلب نکال لیا اور اپنا انتقام لے لیا، اس لئے اب میں اسلام سے برگشتہ ہونے والوں میں سب سے اول ہوں)

(حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حُوَیرِث بن نُقَیذ بن بُجَیر[2] بن عبد بن قُصَیّ کو قتل کیا، اس کے لئے بھی رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ جو اس کو دیکھے قتل کر دے۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہَیْثَم نے، ان سے عبدالرزاق نے اُن سے معمر نے، اور اُن سے الکلبی نے، کہ:۔ ہلال بن عبد اللہ (یعنی ابن خطل الادرمی، وہ بنی تیمم میں سے تھا۔ مصر) کی ایک لونڈی بھیس بدل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی اور بیعت ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہیں پہچانتے تھے، مگر جب معلوم ہوا تو کچھ تعرض نہیں

---

[1] اخدع = ایک رگ جو حجامت کی جگہ گردن پر ہوتی ہے۔

[2] ابن ہشام نے وَہب لکھا ہے (ص ۱۱۹ طبع یورپ)

فرمایا، اور دوسری لونڈی قتل کر دی گئی۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں، راوی کہتا ہے ابن الزِّبَعْرِی السَّہمی بھی، قبل اس کے کہ اس پر قادر ہوں، اسلام لایا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ فتح کے دن آپ نے اس کا خون بھی مباح فرمایا تھا۔ لیکن جب وہ اسلام لے آیا تو تعرض نہیں فرمایا۔ (۲

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن الصَّبَّاح البَزّاز نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشَیْم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی خالد الحذاء نے، اور انھیں القاسم بن ربیعہ نے، کہ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے دن خطبہ ارشاد فرمایا، اور اس میں فرمایا: الحمد للہ الذی صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وھزم الأحزاب وحدہ؛ الا ان کل مأثرۃ کانت فی الجاھلیۃ وکلّ دم ودعویٰ موضوعۃ تحت قدمی الا سدانۃ البیت وسقایۃ الحاج۔ (حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور اپنے لشکر کو فتحیاب کیا، اور جتھے کو تنہا ہزیمت دی۔ آگاہ رہو کہ جاہلیت کی ہر بزرگی، ہر خون، اور ہر دعویٰ میرے قدموں کے نیچے ہے، سوائے سدانۃ البیت اور سقایۃ الحاج* کے)۔

ہم سے حدیث بیان کی خلف البَزّاز نے، ان سے حدیث بیان کی اسمٰعیل بن عیّاش نے، ان سے عبد اللہ بن عبد الرحمٰن نے، اور ان سے ان کے شیوخ نے، کہ — فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا: مَا تَظُنُّونَ؟ (تم کیا گمان کرتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیا کروں گا؟) بولے: نَظُنُّ خیراً ونقول خیراً۔ اخ کریم وابن اخ کریم وقد قدرت (ہم اچھا ہی گمان کرتے ہیں، اور اچھا ہی کہتے ہیں۔ تم شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہو، قدرت پا کر اچھا ہی سلوک کروگے) فرمایا: فانی اقول کما قال اخی یوسف علیہ السلام: لا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

---

* سدانۃ البیت = کعبہ کی خدمت۔ سقایۃ الحاج = حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت، چاہ زمزم کی تولیت۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (قرآن، ۱۲: ۹۲) اَلَا كُلُّ دَيْنٍ وَمَالٍ وَمَاثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهِيَ تَحْتَ قَدَمِي اِلَّا سِدَانَةَ الْبَيْتِ وَسِقَايَةَ الْحَاجِّ (میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ "آج کے دن تم پر کوئی سختی اور سرزنش نہیں ہے۔ اللہ تمھاری مغفرت کرے، وہ ارحم الراحمین ہے" آگاہ رہو کہ سدانت البیت اور سقایۃ الحاج کے سوا جاہلیت کا ہر قرض، ہر مال، اور ہر بزرگی میرے قدموں کے نیچے ہے)۔"

ہم سے حدیث بیان کی شَیْبَان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جریر بن حازم نے، اور انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن عُبَیْد بن عُمَیْر نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ (الفتح) میں فرمایا: اَلَا اِنَّ مَكَّةَ حَرَامٌ مَا بَيْنَ اَخْشَبَيْهَا لَمْ يَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِي وَلَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا تُعْضَدُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا اَنْ يُعَرَّفَ۔ (خبردار رہو کہ مکہ اپنے دو پہاڑوں[1] کے درمیان حرم ہے۔ نہ کبھی مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا، نہ کبھی میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، اور نہ خود میرے لئے حلال ہوا، سوائے ایک دن کی ایک ساعت کے۔ نہ اس کی ہریاول کاٹی جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں، نہ اسکے شکار بھگائے جائیں، اور نہ اس کی گری ہوی چیز اٹھائی جائے تاوقتیکہ اُسے کوئی پہچانے۔ (حضرت) عباس رحمہ اللہ نے کہا: "سوائے اِذخِر کے جو ہمارے سہاروں اور کاریگروں[2] اور ہمارے گھروں کی صفائی کے کام آتی ہے۔" فرمایا: "ہاں، سوائے اِذخِر کے۔"

ہم سے حدیث بیان کی یوسف بن موسیٰ القطّان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جَرِیر بن عبدالحمید نے، ان سے منصور نے

---

[1] یعنی جبل بوقُبَیس و جبل منیٰ۔ حدیث میں ان دونوں کے لئے لفظ "الاخشبان" آیا ہے۔
[2] البلاذری کی روایت میں للقیون " اور الازرقی کی روایت میں لقبور ہے (ص ۳۶)
اِذخِر ایک خوشبودار گھانس ہوتی ہے۔

اُن سے مجاہد نے، اور ان سے ابن عباس نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ مکہ کی ہریاول کاٹی جائے، اور نہ درخت کاٹے جائیں۔ (حضرت) عباس نے کہا: "سوائے اِذخِر کے جو ہمارے کاری گروں اور گھروں کی صفائی کے کام آتی ہے۔" اور آپ نے اس کے لئے رخصت عطا فرمادی۔ (۳

ہم سے حدیث بیان کی شیبان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو ہلال الراسبی نے، اور ان سے الحسن نے، کہ:۔ (حضرت) عمرؓ نے کعبہ کا خزانہ راہ خدا میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا، اُبیؓ بن کعب الانصاری نے کہا: "اے امیرالمومنین! آپ سے پہلے آپ کے دو اصحاب گزر چکے ہیں، اگر یہ کوئی فضیلت کا کام ہوتا تو وہ ضرور کرتے۔"

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو معاویہ نے، ان سے الاَعمش نے، اور اُن سے مجاہد نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مکہ حرام ہے نہ اس کے محلّوں اور سراؤں کی بیع حلال ہے، اور نہ اس کے مکانوں کے کرائے۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمدؐ بن حاتم المَروَزِی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن مَہدی نے، ان سے اسرائیل نے، اُن سے ابراہیم بن مہاجر نے، ان سے یوسف بن ماہک نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے کہ:۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "یا رسول اللہ! آپ مکہ میں اپنے لئے ایک عمارت بنوا لیجئے، کہ اس کا سایہ آپ کو دھوپ سے بچا سکے۔" فرمایا: "یہاں ٹھیرنے[ع] کی جگہ اس کے لئے ہے جو پہلے آئے۔"

ع اصل لفظ مناخ ہے، مناخ لغت میں اونٹ کے بٹھانے اور سلانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور مجازاً مسافروں کی فرودگاہ کو۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں کی زمین ہر شخص کے لئے وقف ہے جو پہلے آئے وہ بلا لحاظ جہاں چاہے ٹھیر سکتا ہے۔ مسند احمد میں ہے: صحابہ نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام فرمانے کے لئے کوئی اچھی سی جگہ مخصوص کر دی جائے اور سایہ کے لئے چھپر ڈال دیا جائے! لیکن آپ نے یہ بات پسند نہیں فرمائی۔ فرمایا: "یہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں اچھی جگہ اسی کے لئے ہے جو پہلے پہنچ جائے۔" (ج ۶، ص ۱۸۷)

ہم سے بیان کیا خلف بن ہشام البزار نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسمٰعیل نے، اور اُن سے ابن جُریج نے، کہ:۔ "میں نے عمر بن عبد العزیز کا وہ فرمان پڑھا ہے جس میں انھوں نے مکہ کے مکانوں کے کرائے لینے کی ممانعت کی ہے۔"

ہم سے بیان کیا ابو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسمٰعیل بن جَعفر نے، اُن سے اسرائیل نے، اُن سے ثُوَیر نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عمر نے، کہ:۔ "پورا حرم مسجد ہے۔"

ہم سے بیان کیا عمرو الناقد نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسحاق الازرق نے، اور ان سے عبد الملک بن ابی سلیمان نے، کہ:۔ "عمر بن عبد العزیز نے امیر مکہ کو لکھا کہ مکہ والوں کو مکہ کے مکانوں پر اجرت نہ لینے دو کہ وہ ان کے لئے حلال نہیں ہے۔"

ہم سے بیان کیا عثمان بن ابی شَیبَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا جریر نے، ان سے یزید بن ابی زیاد نے، اور ان سے عبد الرحمن بن سابط نے، کہ:۔ "یہ جو قول باری ہے: سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ" (قرآن ۲۲:۲۵۔ وہیں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے دونو برابر ہیں" اس میں حاجیوں اور عمرہ ادا کرنے والوں میں سے منازل کے معاملہ میں عاکف اور بادی دونوں برابر ہیں، جہاں چاہیں ٹھیریں۔ البتہ کسی کو اس کے گھر سے نہ نکالا جائے۔"

ہم سے حدیث بیان کی عثمان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جَریر نے، اُن سے منصور نے اور اُن سے مجاہد نے (اور وہ اس آیۃ کے متعلق ہے) کہ:۔
(۳۴) "منازل کے معاملہ میں اہلِ مکہ اور غیر اہلِ مکہ دونوں برابر ہیں۔"

ہم سے بیان کیا عثمان وعَمرو نے، ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا وَکیع نے، ان سے سُفیان نے، ان سے منصور نے اور اُن سے مجاہد نے کہ: (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اہلِ مکہ سے فرمایا: "اپنے گھروں کے دروازے بند نہ کرو کہ باہر سے آنیوالا (حاجی یا مُعتَمر) جہاں چاہے اُتر سکے۔"

ہم سے بیان کیا عثمان بن ابی شیبہ اور بکر بن الہَیثَم نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن ضُرَیس الرّازی نے، ان سے سفیان نے، اور ان سے ابی حُصَین نے، کہ:۔ میں نے سعید بن جُبَیر سے جب وہ مکہ میں تھے، کہا: "میں اعتکاف کرنا چاہتا ہوں" انھوں نے کہا: "تم عاکف ہو" پھر یہ آیت پڑھی: سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ۔"

ہم سے بیان کیا عثمان نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا حَفص بن غیاث نے، ان سے عبد اللہ بن مُسلِم نے اور ان سے سَعید بن جُبَیر نے، کہ:۔ اس قول باری: (سَوَاءً العَاکِفُ فِیہِ وَالبَادِ) نے اہل مکہ اور غیر اہل مکہ دونوں کو برابر کر دیا ہے۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، اور ان سے الواقدی نے، کہ:۔ لوگ ابی بکر بن محمد بن عَمرو بن حَزم کے پاس مکہ کے مکانوں کے کرائے کے قضیے لے جاتے اور وہ اُن کا فیصلہ ہمیشہ مکان داروں کے خلاف دیتے تھے یہی قول مالک اور ابن ابی ذئب کا بھی ہے۔

راوی (یعنی محمد بن سعد، الواقدی کے حوالے سے) کہتا ہے:۔ لیکن رَبیعَہ اور ابوالزِّناد کہتے ہیں: بیوت مکہ کے کرائے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ اس کی رباعوں کے بیچنے میں کوئی حرج ہے۔

الواقدی کہتا ہے:۔ مکہ میں صَفَا اور مَروَہ کے درمیان ابن ابی ذئب کا مکان تھا، اور میں نے دیکھا کہ اُن کے پاس اس کا کرایہ آتا تھا۔

لَیث بن سعد کہتے ہیں: مکانات کی قسم سے جو کچھ ہو اس کی اجرت اس کے مالک کے لئے طَیِّب ہے (یعنی حلال ہے)۔ لیکن صحنوں، کوچوں، اور گھروں کے ارد گرد کی زمینیں اور ویرانے اس سے مستثنےٰ ہیں۔ ان میں ہر شخص جو پہلے آئے بغیر کرایہ دیئے ٹھیر سکتا ہے۔ یہی خبر مجھے الشافعی کے حوالے سے ابو عبد الرحمٰن الاَوْدِی نے دی۔

سَفیَان بن سعید الثَّوری نے کہا: مکہ کے مکانوں کے کرائے حرام ہیں؛ اور وہ اس معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے۔

الاَوْزَاعِی، اور ابن ابی لیلیٰ، اور ابو حَنِیفَہ کہتے ہیں: صرف زمانۂ حج کا کرایہ باطل ہے، اور اس کے بعد کرایہ لینے میں حرج نہیں، خواہ وہ ہمسایہ وغیرہ ہی سے لیا جائے۔

اور ابو یوسف کے بعض اصحاب کہتے ہیں: مکہ کے مکانوں کے کرائے مطلقاً حلال ہیں، اور عاکف وبادی صرف طواف کعبہ میں مساوی ہیں۔

[illegible]

ہم سے بیان کیا الحُسَین بن علی بن الاَسود نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا عُبَیداللہ بن موسیٰ نے، ان سے الحسن بن صالح نے ان سے العَلاء بن المُسَیّب نے، اور ان سے عبد الرحمن بن الاسود نے، کہ:۔ اُن کے نزدیک اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم مکہ کی ترکاریاں، یا وہ چیزیں جو لوگوں نے یہاں کھیتوں میں بوئی ہوں، خواہ
وہ درخت ہوں یا کھجوریں، کاٹو اور کھاؤ اور جس طرح چاہو کام میں لاؤ۔ (۵۷)
وہ کہتے ہیں، ارض مکہ کی صرف وہی پیداوار مکروہ ہے، جو خود رو ہو اور جس میں لوگوں کے عمل کو دخل نہ ہو۔ لیکن اس میں بھی اِذخِر کے لئے رخصت ہے۔ الحسن بن صالح کہتے ہیں: ایسے پرانے درختوں کیلئے رخصت ہے، جو سوکھ گئے ہوں اور ٹوٹ گئے ہوں۔"

محمد بن عمر الواقدی کہتا ہے:۔ مالک اور ابن ابی ذئب ایسے مُحرِم یا حَلال کے متعلق، جس نے حَرَم کا کوئی درخت کاٹا ہو، کہتے ہیں" اس نے بُرا کیا، اگر بے خبر تھا اور بعد میں خبردار ہوا تو اس پر مواخذہ نہیں ہے؛ اور اگر جانتا تھا تو اسے سزا دی جائے گی اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی عہ لیکن کاٹ لینے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانے میں مضائقہ نہیں ہے۔"

مگر سُفیان الثوری اور ابو یوسف کہتے ہیں" درخت کاٹنے والے پر جُرمانہ ہوگا، اور وہ اس سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔ اور یہی قول ابو حنیفہ کا ہے۔"

مالک بن اَنس اور ابن ابی ذئب کہتے ہیں" حَرَم میں سے مسواک کے لئے پی لو (کی جڑ اور ٹہنیاں)، اور دوا کے لئے سَنا کی پتیاں توڑ لینے میں حرج نہیں ہے۔"

سفیان بن سعید اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف کہتے ہیں" حَرَم میں جو چیزیں عام طور پر بوئی جاتی ہیں ان کے کاٹنے والے پر مواخذہ نہیں ہے

عہ یعنی اس پر جرمانہ نہیں کیا جائے گا بلکہ سزا دی جائے گی۔

اور ان کو منہدم کر کے مسجد میں شامل کیا، اور ایک دیوار بنوائی جو قدِ آدم سے کم تھی، اُس پر چراغ رکھے جاتے تھے۔ اس غرض سے جن لوگوں کے مکانات خریدے گئے، انھوں نے مقررہ قیمتوں پر ان کے بیچنے سے انکار کیا (اس پر وہ ناراض ہوئے) حتیٰ کہ انھوں نے وہی قیمتیں لے لیں۔ پھر جب (حضرت) عثمان بن عفّان (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوئے، تو انھوں نے بھی مسجد کو وسیع کرنے کے لئے مکانات خریدے، اور ان کی قیمتیں مقرر کر دیں؛ ان کے مالکوں نے بیت اللہ کے پاس آکر شور مچایا، (حضرت عثمان نے) کہا: "یہ میرا حلم اور میری بردباری ہے جس نے تمھیں مجھ پر اتنا جری بنا دیا ہے۔ یہی بات مجھ سے پہلے عمر نے کی تھی اور اس وقت تم راضی ہو گئے تھے"۔ پھر یہ حکم دیا کہ سب کو قید کر دیا جائے۔ عبد اللہ بن خالد بن اُسَید بن ابی العِیص نے ان کی رہائی کے لئے گفتگو کی، اور ان کو رہا کر دیا گیا۔

کہا جاتا ہے:- (حضرت) عثمانؓ پہلے شخص تھے جنھوں نے مسجد حرام میں رواقیں بنوائیں؛ اور یہ اس وقت کیا جب اس کی توسیع کی۔

کہتے ہیں:- کعبہ کا دروازہ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام اور جُرہُم و عَمالیق کے عہد سے قریش کی تعمیر تک زمین پر تھا (یعنی کرسی نہیں دی گئی تھی)؛ ابو حُذَیفہ بن المُغیرہ نے کہا: "اے قوم! کعبہ کا دروازہ بلند کرو، کہ ان کے سوا جن کا آنا تجھے پسند ہو کوئی دوسرا اندر نہ آسکے؛ اور اگر کبھی کوئی ایسا شخص اندر آجائے جس کا آنا تجھے پسند نہ ہو، تو اُس صورت میں تو اُسے اوپر سے پھینک سکے گی اور وہ گر جائے گا اور دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو گا"۔ چنانچہ قریش نے کعبہ کا دروازہ کرسی دے کر بلند کر دیا۔

راوی کہتا ہے:- جب عبد اللہ بن الزُّبَیر بن العَوّام سے الحُصَین بن نُمَیر[۱] السکونی اہل الشام کو لے کر جنگ کرنے آیا تو وہ مسجد حرام میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ایک دن اُن کے ساتھیوں میں سے کسی نے کھجور کی

---

[۱] الازرقی نے حُصَین بن نُمَیر الکندی لکھا ہے (ص ۲۲)

چھال میں آگ لی، اور اس کو نیزہ کی نوک پر رکھ کے بلند کیا، اس وقت تیز و تند ہوا چل رہی تھی، اس کے جھکڑ میں چنگاریاں اڑیں اور کعبہ کے پردوں پر جا پڑیں، جس سے ان میں آگ لگ گئی، اس کی دیواریں شق ہو گئیں، اور سیاہ پڑ گئیں۔ یہ ۶۴ھ میں ہوا۔ جب یزید بن معاویہ مرا، اور الحصین بن نمیر الشام کی طرف واپس چلا گیا تو ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں سے وہ پتھر نکلوا دیئے (جو حملہ آوروں نے پھینکے تھے)، کعبہ کو منہدم کیا، اور قدیم بنیادوں پر اس کو تعمیر کیا، اور الحجر اس میں داخل کر دیا، کیوں کہ انھوں نے کعبہ کی بنیاد الحجر سے متصل پائی تھی، اور یہ وہی بنیاد تھی جس پر (حضرت) ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا۔ اور زمین پر شرقاً غرباً دو دروازے بنائے، جن میں ایک اندر جانے کے لئے تھا اور دوسرا باہر آنے کے لئے، اور یہ انھوں نے اس وجہ سے کیا کہ انھیں ام المومنین (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی خبر دی تھی۔ اس کے دروازوں پر انھوں نے سونے کے پترے جڑوائے اور ان کے لئے سونے کی کنجیاں بنوائیں۔ جب الحجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کی جانب سے ان سے جنگ کی اور ان کو قتل کیا تو عبدالملک نے اس کو کعبہ اور مسجد حرام کی تعمیر کے لئے حکم لکھا کیوں کہ پتھروں کی بارش سے کعبہ کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ الحجاج نے کعبہ کو منہدم کیا اور انھی بنیادوں پر اس کو تعمیر کیا جن بنیادوں پر قریش نے تعمیر کیا تھا، اور الحجر اس میں سے خارج کر دیا۔ عبدالملک اس کے بعد کہا کرتا تھا: "میں چاہتا تھا کہ ابن الزبیر سے کعبہ کے امور اور اس کی تعمیر کے لئے وہی کام لوں جو خود انھوں نے کیا تھا۔"

کہتے ہیں: جاہلیت میں کعبہ کی پوشش نطع (یعنی چمڑے کے ٹکڑے) اور معافر[1] تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی کپڑوں کا غلاف

---

[1] معافر الیمن کا ایک قبیلہ تھا، اور ایک خاص قسم کا نہایت نفیس، ریشمین کپڑا بننے میں بڑا ماہر تھا۔ اس نسبت سے اس کپڑے کو بھی معافر کہتے ہیں۔ (نہایہ، ج ۳، ص ۱۰۹)

چڑھایا۔ پھر (حضرت) عمرؓ وعثمانؓ نے قُباطی کے غلاف چڑھائے۔ یزید بن معاویہ نے دیبائے خسروانی کا غلاف چڑھایا، اورابن الزُّبیرؓ نے اور ان کے بعد الحجاج نے دیبا کے غلاف چڑھائے۔ پھر بنی امیّہ نے اپنے بعض ایام میں وہ غلاف چڑھائے جو اہلِ نجران بھیجتے تھے؛ وہ نیا غلاف چڑھاتے وقت پُرانا غلاف اُتار لیتے تھے؏

الولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ میں مسجد حرام توسیع کی، اور اس کے لئے پتھر اور سنگِ رُخام (مرمر) کے ستون اور فُسَیفِسا بھیجے۔

الواقدی کہتا ہے :۔ امیر المومنین المنصور رحمہ اللہ نے اپنی خلافت میں مسجدِ حرام میں اضافہ کیا اور اس کو تعمیر کرایا، اور یہ ۱۳۹ھ میں ہوا۔

علی بن محمدؒ بن عبد اللہ المدائنی کہتا ہے :۔ المَہدی نے جعفر بن سُلَیمان بن علی بن عبد اللہ بن العَبَّاس کو مکہ و المدینہ و الیَمامَہ کا والی کیا، اور اس نے مکہ و المدینہ کی مسجدیں (یعنی مسجد حرام و مسجد نبوی) وسیع کر کے تعمیر کیں۔ پھر امیر المومنین جعفر المتوکل علی اللہ بن ابی اسحاق المعتصم باللہ بن ہارون الرشید بن المَہدی رضوان اللہ علیہم نے رُخامِ (۴۸)
کعبہ کی تجدید کی، اور اس کے لئے چاندی کا حلقہ بنوایا، اس کی تمام دیواروں اور چھتوں پر زریں پوششیں چڑھائیں؛ یہ کام اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، اور ستونوں پر دیبا کے غلاف چڑھائے۔

؏ مصنف کا جملہ صاف نہ تھا۔ میں نے الازرقی (ص ۱۸۰) کی مدد سے اس کو صاف کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ ہر سال نیا غلاف چڑھاتے وقت پرانا غلاف اتار لیتے تھے، اور اس کے ٹکڑے حاجیوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی یہی کیا اور ان کے اتباع میں بنی امیہ نے بھی۔ لیکن بنی العباس کے زمانہ میں یہ طریقہ بند ہو گیا۔ (الفاکہی)

مکہ کے کنوؤں کی کھدائی کا ذکر

کہتے ہیں :۔ قریش، قصیٰ کے جمع کرنے اور ان کے مکہ میں داخل ہونے سے قبل ان حوضوں اور بارانی تالابوں کا پانی پیتے تھے، جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھے، اور اس کنویں کا پانی پیتے تھے جس کو الیُسَیرَہ کہتے تھے، جو لوئی بن غالب نے حَرَم سے باہر کھودا تھا، اور اس کنویں کا پانی پیتے تھے جس کا نام الرَوا تھا، اور جو عَرَفہ کے قریب تھا اور مُرّہ بن کَعب نے کھودا تھا۔ اس کے بعد کلاب بن مُرّہ نے مکہ کے باہر خُمّ اور رُم[1] اور الجَفر کھودے۔ پھر قصیٰ بن کلاب نے ایک کنواں کھودا اور اس کا نام العَجُول رکھا، اور ایک سبیل لگائی۔ اس کی نسبت ایک رجّاز (بڑا رجز خواں) حاجی کہتا ہے :۔

نُرْوِی عَلَى الْعَجُولِ ثُمَّ نَنْطَلِق	قَبْلَ صُدُورِ الْحَاجِّ مِنْ كُلِّ أُفُق
إِنَّ قُصَيًّا قَدْ وَفَى وَقَدْ صَدَقْ	بِالشِّبَعِ لِلنَّاسِ وَرِيٍّ مُغْتَبِقْ

(قبل اس کے کہ حاجی اور راہوں سے نکلیں ہم العَجُول پر سیراب ہو کر روانہ ہو جاتے ہیں۔ قصیٰ نے لوگوں کو سیراب کرکے اور شکم سیر کرکے صداقت اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔)

---

[1] ابن ہشام (ص ۹۵) اور الازرقی (ص ۴۳۶) میں رُمّ اور الحفر لکھا ہے۔

الغُول میں قُصَیَّ کے مرنے کے بعد بنی نضر بن معاویہ میں سے ایک شخص گر گیا، اور یہ بے کار ہو گیا۔

ہاشم بن عبد مَناف نے الخندمہ کے قریب شِعب ابی طالب کے دھانہ پر بَذَّر کھودا، اور اسی ہاشم نے سَجلَہ کھودا، جو اسد بن ہاشم نے عَدِیّ بن نوفل بن عَبد مَناف ابی المُطعِم کو ہبہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں: سَجلہ عَدِیّ نے ہاشم سے خرید لیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں: سَجلَہ، عبدالمطّلب نے چاہِ زمزم کے کُھدنے کے بعد عَدِی کو ہبہ کر دیا تھا، کیونکہ مکہ میں پانی کی افراط ہو گئی تھی۔ خالِدہ بنت ہاشم کہتی ہے:-

(۴۹) نَحْنُ وَهَبْنَا لِعَدِیّ سَجْلَہْ ۔ فِی تُرْبَتٍ ذَاتِ عَذَاةٍ سَهْلَہْ
تَرْوِی الْحَجِیجَ زَغْلَةً فَزَغْلَہْ

(ہمیں نے عدی کو سَجلہ[عہ] دیا تھا، جو ایسی زمین میں ہے جس کی مٹی اچھی اور نرم ہے۔ اس سے حاجی برس کے برس سیراب ہوتے ہیں۔)

بعد میں یہ کنواں مسجد میں شامل کر لیا گیا۔

عَبدشمس بن عَبد مَناف نے مکہ کے بالائی حصے پر چاہ الطِویّ کھودا اور اسی نے اپنے لئے الجَفر کھودا تھا۔

مَیمُون بن الحضرمی نے، جو بنی عَبد شمس بن عبد مَناف کا حَلیف تھا، ایک کنواں کھودا، اور یہ آخری کنواں تھا جو مکہ میں عہد جاہلیت میں کھودا گیا۔ اسی کے پاس امیرالمومنین المنصور رحمہ اللہ کی قبر ہے۔ الحضرمی کا نام عبد اللہ بن عمّاد تھا۔

عَبد شمس نے دو کنویں اور کھودے جن کے نام اُس نے خُم اور رُم رکھے، اور انہی پر کلاب بن مُرّہ نے اپنے کنوؤں کے نام رکھے۔ خُم تو بند کے پاس تھا اور رُم (حضرت) خَدِیجہؓ بنتِ خُوَیلد کے مکان کے پاس۔

عہ لغت میں سَجلَہ ناحیۂ بعید کو کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس کی جگہ بہت نیچی تھی۔

عبد شمس کہتا ہے :ـــــہ

حَفَرْتُ خُمًّا وَحَفَرْتُ رُمًّا ۔ حَتّٰی اَرٰی الْمَجْدَ لَنَا قَدْ تَمَّا

(میں نے ہی خُمّ کھودا اور میں نے ہی رُمّ کھودا تاکہ میں دیکھوں کہ ہماری بزرگی مکمل ہوگئی۔)

اور سُبَیْعَہ بنتِ عَبد شمس، الطَّوِیّ کے متعلق کہتی ہے :ـــــہ

اِنَّ الطَّوِیَّ اِذَا شَرِبْتُمْ مَاءَهَا ۔ صَوْبُ الْغَمَامِ عَذُوْبَةً وَصَفَاءً

(تم الطویّ کا پانی پیو گے تو تمھیں معلوم ہوگا کہ وہ اتنا شیریں اور اتنا صاف ہے جیسے ابر کا پانی۔)

بنی اُسَد بن عبدالعُزّٰی بن قُصَیّ نے شُفَیَّہ کھودا، یہ بنی اسد کا کنواں کہلاتا ہے، الحُوَیْرِث بن اسد کہتا ہے:ـــــہ

مَاءُ شُفَیَّةَ كَمَاءِ الْمُزْنِ ۔ وَلَيْسَ مَاؤُهَا بِطَرْقٍ اَجْنِ

(شُفَیَّہ کا پانی آب باراں کی مانند ہے، وہ ایسا بدمزہ نہیں کہ یہ معلوم ہو کہ جانوروں نے پیشاب کر دیا ہے۔)

بنی عَبدالدّار بن قُصَیّ نے چاہِ اُمّ اَحْرَاد کھودا اس کے متعلق اُمَیمہ بنت عُمَیلہ بن السَّبّاق بن عبدالدار کہتی ہے :ـــــہ

نَحْنُ حَفَرْنَا الْبَحْرَ اُمَّ اَحْرَادْ ۔ لَيْسَتْ كَبَذَّرَ النَّزُوْرِ الْجَمَادْ

(ہم نے اُمّ اَحراد جیسا دریا کھودا ہے، وہ بَذَّر کی طرح خشک اور بے آب نہیں ہے۔)

اس کے جواب میں صَفِیَّہ بنت عبدالمطلب کہتی ہے :ـــــہ

نَحْنُ حَفَرْنَا بَذَّرْ ۔ تُرْوِی الْحَجِیْجَ الْاَكْبَرْ ۔ مِنْ مُقْبِلٍ وَمُدْبِرْ

وَاُمُّ اَحْرَادٍ شَبَرْ ۔ فِيهَا الْجِرَادُ وَالذَّرّْ ۔ وَقَذَرٌ لَا يُذْكَرْ

(وہ ہمیں ہیں جنھوں نے بَذَّر کھودا ہے جو آنے جانے والے حاجیوں کے بڑے حصّے کو سیراب کرتا ہے۔ اور اُمّ اَحراد تو ایسا ہے کہ اس میں صرف ٹڈیاں اور چیونٹیاں ہی ہیں اور اس میں اتنی نجاست ہے جو بیان نہیں کی جا سکتی۔)

عہ بذّر = وہ زمین جو سخت ہو اور کھودی نہ جا سکے۔ نزور = وہ کنواں جس میں بہت کم پانی ہو۔

بنی جُمح نے السُّنبلہ کھودا، یہ خلف بن وہب الجُمَحی کا کنواں ہے۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے اس کی نسبت کہا ہے:۔

نَحْنُ حَفَرْنَا لِلْحَجِيجِ سُنْبُلَهْ   صَوْبَ سَحَابٍ ذُو الْجَلَالِ أَنْزَلَهْ

(ہم نے حاجیوں کے لئے السُّنبلہ کھودا ہے جس کا پانی ابر کے پانی کی مانند ہے جو خدائے ذوالجلال نازل فرماتا ہے)

بنی سَہم نے الغَمر کھودا، یہ العاصی بن وائل کا کنواں ہے، اُن میں سے کسی نے کہا ہے:۔

نَحْنُ حَفَرْنَا الْغَمْرَ لِلْحَجِيجِ   تَثُجُّ مَاءً أَيَّمَا ثَجِيجِ

(ہم نے حاجیوں کے لئے الغمر کھودا ہے جو اس فراوانی سے پانی بہاتا ہے کہ کیا کوئی وادی بہاتی ہو گی)

مگر ابن الکلبی کہتا ہے: یہ شعر ابن الزِّبعی[1] کا ہے۔

بنی عدی نے الحَفیر کھودا۔ ان کا ایک شاعر کہتا ہے:۔

نَحْنُ حَفَرْنَا بِئْرَنَا الْحَفِيرَا   بَحْرًا يَجِيشُ مَاؤُهُ غَزِيرَا

(ہم نے اپنا کنواں الحفیر کھودا ہے جس میں پانی دریا کی طرح اُبلتا ہے)

اور بنی مخزوم نے سُقیا کھودا، یہ ہشام بن المُغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم کا کنواں ہے۔ بنی تیم نے الثُّریا کھودا، یہ عبد اللہ بن جُدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کا کنواں ہے۔ بنی عامر بن لؤی نے النَّقع کھودا۔

کہتے ہیں جُبیر بن مُطعم کا بھی ایک کنواں تھا اور یہ بنی نوفل کا کنواں تھا، اس کو حال میں دار القواریر میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (دار القواریر حمّاد البربری نے امیر المومنین ہارون الرشید کی خلافت میں تعمیر کیا تھا۔

عَقیل بن ابی طالب نے عہد جاہلیت میں ایک کنواں کھدوایا جو اب ابن یوسف کے مکان میں ہے۔

الاسود بن ابی البختری بن ہاشم بن الحارث بن اسد بن عبد العزیٰ کا کنواں باب الاسود پر خاطین[2] کے قریب تھا، اس کو مسجد میں داخل کر لیا گیا ہے۔

---

[1] الازرقی نے ابن الزِّبعری لکھا ہے

[2] یعنی حنوط والے۔ حنوط ایک خوشبودار گھانس ہے۔

چاہ عِکْرِمَہ، عِکْرِمَہ بن خالد بن عاصم بن ہاشم بن المُغیرہ کی طرف منسوب ہے۔

چاہ عَمرو، عمرو بن عبد اللہ بن صَفوان بن اُمَیَّہ بن خلف الجُمحی کی طرف منسوب ہے۔ اور اسی کی طرف شِعب عَمرو بھی منسوب ہے۔ الطُلُوب جو مکہ کے زیریں حصے میں ہے عبد اللہ بن صَفوان کا تھا۔

(۵۱) چاہِ حُوَیْطِب، حُوَیطِب بن عبد العُزیٰ بن ابی قیس کی طرف منسوب ہے جو بنی عامر بن لُؤَیّ میں سے تھا، یہ کنواں اس کے صحنِ مکان میں تھا جو بطنِ وادی میں ہے۔

چاہ ابو موسیٰ (حضرت) ابو موسیٰ الاشعری کی طرف منسوب ہے جو المَعْلاۃ میں ہے۔

چاہ شَوْذَب، شَوذَب کی طرف منسوب ہے، یہ معاویہ کا آزاد کردہ غلام تھا، یہ کنواں اب مسجد میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (شَوذَب کے متعلق مختلف اقوال ہیں،) بعض کہتے ہیں: یہ طارق بن عَلْقَمہ بن عُرَیج بن جذیمۃ الکنانی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور بعض، نافع بن عَلْقَمہ بن صفوان بن اُمیّہ بن مُحَرِّث بن حَمَل بن شَقّ الکنانی کا جو مروان بن الحکم بن ابی العاصی بن اُمیّہ کا ماموں تھا، آزاد کردہ غلام کہتے ہیں۔

چاہ بَکّار جو ذی طُوَیّ میں ہے، اہل العراق میں سے ایک شخص کی طرف منسوب ہے۔ جس نے مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

چاہ وَرْدَان، وَرْدان کی طرف منسوب ہے، جو السائب بن ابی وداعہ بن ضُبیرۃ السَّہمی کا آزاد کردہ غلام تھا۔

سبیل سِراج، جو فخّ میں ہے، بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام سراج نے لگائی تھی۔

چاہ الاَسْود، الاَسود بن سفیان بن عبد الاَسود بن ہلال بن عبد اللہ بن عَمرو بن مَخْزُوم کی طرف منسوب ہے اور یہ امیر المؤمنین المہدی کی آزاد کردہ لونڈی خالصہ کے کنویں کے قریب ہے۔

البُرود، جو فخ میں ہے، مُخترِش الکعبی کا ہے، یہ خزاعہ میں سے تھا۔

ابن الکلبی کہتا ہے :- مکہ میں جو دار ابن علقمہ ہے اس کا مالک طارِق بن علقمہ بن عریج بن جذیمۃ الکنانی تھا۔

ابو عُبَیدہ معمر بن المثنیٰ اور عبدالملک بن قُریب الاَصمعی وغیرہ کہتے ہیں :- بُستانِ ابن عامر، عمر بن عبداللہ بن معمر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ بن کعب بن لؤیّ کا تھا۔ لوگ اس کو غلطی سے ابنِ عامر کا باغ، اور بنی عامر کا باغ کہنے لگے، حالانکہ یہ ابن معمر کا باغ ہے۔ بعض اس کو ابن عامر الحضرمی کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور بعض ابنِ عامر بن کریز کی طرف۔ لیکن یہ ظنون ہیں، اور ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

مجھ سے مُصعب بن عبداللہ الزُبیری نے کہا :- جاہلیت میں مکہ کو صلاح کہتے تھے، ابو سفیان بن حرب الحضرمی کہتا ہے :-

۵۲ أبا مطرٍ هلمّ إلى صلاحٍ ... فيكفيكَ الندامى من قريشِ
وتنزل بلدةً عزّت قديماً ... وتأمن أن يزوركَ ربُّ جيشِ

(اے ابو مطر! صلاح کی طرف آ، تجھے قریش میں بہت سے ہمنشین مل جائیں گے۔ اور تو ایسے شہر میں اتریگا جو مدتوں سے معزز ہے۔ اور اگر کوئی بڑی فوج والا دشمن تجھ پر حملہ کرے گا، تو اُس سے محفوظ رہیگا۔

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے کہا :- کندیوں میں سے کسی نے میرے والد کو لکھا اور یہ دریافت کیا کہ المدینہ میں جو ابن سباع کا قید خانہ ہے وہ کس کی طرف منسوب ہے؟ اور مکہ کے دار الندوہ، اور دار العجلہ اور دار القواریر کی کیا تاریخ ہے؟ انھوں نے یہ جواب دیا، کہ

(۱) ابن سباع کا قید خانہ دراصل عبداللہ بن سباع بن عبد العُزّیٰ بن نضلہ بن عمرو بن غبشان الخزاعی کا مکان تھا۔ سباع کی کنیت ابو نیار تھی، اور اس کی ماں مکہ کی ایک دائی تھی۔ اُحد کے دن حمزہ بن عبدالمطلب نے اس کو

للکارا، اور یوں مخاطب کیا، هَلُمَّ اِلَیَّ یَا ابنَ مُقَطِّعَةِ البُظُورِ[۱] (او عورتوں کی ختنہ کرنے والی کے بچے!) اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر جب وہ اس کی زرہ نکالنے کے لئے جھکے تو وحشی نے ان کے مِزراق (= چھوٹا نیزہ یا بھالا) بھونک دیا۔ طُریح بن اسمٰعیل الثقفی الشاعر کی ماں اسی عبداللہ بن سِباع کی بیٹی تھی، یہ بنی زُہرہ کا حلیف تھا۔

دارالنَّدوہ قُصَیّ بن کلاب نے بنایا تھا۔ لوگ اس میں جمع ہوکر معاملات کے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ پھر قُریش اس میں جمع ہوکر اپنی جنگوں اور عام معاملات کے مشورہ کرنے لگے۔ علم برداروں کا انتخاب و تقرر بھی یہیں ہوتا تھا۔ پھر اسی میں شادیاں بھی ہونے لگیں۔ یہ پہلا مکان تھا جو قریش نے مکہ میں بنایا۔ اس کے بعد دار العَجَلہ بنا۔ یہ سعید بن سَعد بن سَہم کا مکان ہے اگرچہ بنی سَہم مدعی ہیں کہ ان کا مکان دارالندوہ سے پہلے کا ہے مگر یہ غلط ہے۔ دارالندوہ ایک زمانہ تک بنی عَبدالدّار بن قُصَیّ کے پاس رہا، پھر عِکرِمہ بن عامر بن ہاشم بن عَبدِ مَناف بن عبدالدّار بن قُصَیّ نے معاویہ بن ابی سُفیان کے ہاتھ اس کو بیچ دیا۔ اور انھوں نے اس کو دار الامارہ (= گورنمنٹ ہاؤس) بنادیا۔

دارالقَوارِیر، عُتبہ بن رَبیعَہ بن عَبدِ شَمس بن عَبدِ مَناف کا تھا پھر عَبّاس بن عُتبَہ بن ابی لَہَب بن عبدالمُطّلب نے لے لیا، اور پھر اُمّ جعفر زُبَیدہ بنت ابی الفضل بن امیرالمومنین المنصور کی ملک میں آیا۔ چونکہ اس کے فرش اور دیواروں میں کہیں کہیں شیشہ استعمال کیا گیا تھا، اس لئے اس کو دارالقَوارِیر (= شیش محل) کہتے ہیں۔ یہ حَمّادُ البربری نے امیرالمومنین الرشید رحمہ اللہ (۵۳)
کے عہد میں بنایا تھا۔

ہِشام بن محمد الکلبی کہتا ہے:۔ عَمرو بن مُضاض الجُرہُمی، ایک جُرہمی سے، جس کو سَمَیدَع کہتے تھے، لڑنے نکلا۔ اور جہاں سے وہ ہتیار پہن کر کھڑکھڑاتا

---

[۱] البُظُور = وہ چیز جو عورت کی فرج میں سے کاٹی جاتی ہے۔ یہ فقرہ مخالف کی ماں پر طعن کے لئے بولا جاتا ہے، خواہ فی الواقع اس کی ماں ختنہ کرنے والی ہو یا نہو۔ (تاج العروس)

ہوا نکلا تھا۔اس جگہ کو ٹُعَیقعان کہنے لگے۔ اسی طرح اس جگہ کو جہاں سے سُمَیدَع اپنے گھوڑوں کی گردنوں میں گھنگرو باندھ کر نکلا تھا، جیاد کہنے لگے۔ابن الکلبی کہتا ہے: بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایسے گھوڑے لے کر نکلا تھا جن پر نشان لگے ہوئے تھے، اس لئے اس جگہ کو اَجیَاد کہنے لگے۔ لیکن عام اہلِ مکہ (ان میں سے ایک کو) "جیاد الصَّغیر" اور (دوسرے کو) "جیاد الکبیر" کہتے ہیں۔

ہم سے الولید بن صالح نے کہا، ان سے محمد بن عمر الاسلمی نے، ان سے کثیر بن عبد اللہ نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب ۱۷ھ میں عُمرہ ادا کرنے کی غرض سے جا رہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھا، رستے میں سقوں نے مکہ اور المدینہ کے درمیان مکانات بنانے کی اجازت چاہی، چونکہ یہاں پہلے کوئی مکان نہیں تھا، اس لئے انھوں نے ان کو اس شرط سے مکانات بنانے کی اجازت دے دی کہ راہگیر پانی اور سایہ کے حقدار ہیں۔

مکہ کے سیلابوں کا حال[1]

ہم سے العباس بن ہشام نے کہا ان سے ان کے والد ہشام بن محمدؒ نے کہا اور ان سے ابن خرّبوذ المکی وغیرہ نے، کہ :- مکہ میں چار سیلاب آئے جن میں سے ایک اُمّ نہشل تھا یہ (حضرت) عمرؓ بن الخطّاب (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں آیا تھا اور اس میں پانی اتنا بڑھ آیا تھا کہ مکہ کے بالائی حصے کی طرف سے مسجد میں داخل ہو گیا تھا۔ (حضرت) عمرؓ نے اس کے لئے دو بند تعمیر کرائے، ایک اوپر ببّہ اور اَبان بن عثمان بن عفّان کے مکان کے درمیان؛ اور دوسرا نیچے، حمّارین (گدھے والوں) کے پاس؛ یہ بند آل اَسَید کے بند کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ سے مسجدِ حرام سیلاب کی زد سے محفوظ ہو گئی۔

(ببّہ، عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد مناف کا عرف ہے۔ عبد اللہ نے ابن الزُّبیر کے فتنے میں البصرہ پر حکومت کی تھی اس لئے وہاں کے باشندے ان کو ببّہ کہنے لگے۔ ع)

راوی کہتا ہے :- اس سیلاب کو اُمّ نہشل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اُمّ نہشل بنت عُبیدہ[2] بن سعید بن العاصی بن اُمیّہ کو بالائے مکہ سے (۵۴۳
بہا کر لے گیا تھا۔

---

[1] یہاں مصنف نے صرف عہد اسلام کے سیلابوں کا ذکر کیا ہے، قبل اسلام کے سیلابوں کا ذکر نہیں کیا۔
[2] الازرقی نے عُبید لکھا ہے۔ (ص ۳۹۵)

دوسرے سیلاب کو "الجحاف والجراف" کہتے ہیں۔ یہ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں آیا تھا۔ یہ سیلاب پیر کے دن صبح کے وقت آیا اور حاجیوں کو مع ان کے سامانوں کے بہالے گیا اور کعبہ کو اس نے گھیر لیا۔ شاعر نے کہا ہے:ـ

لَمْ تَرَ عَيْنِي مِثْلَ يَوْمِ الِاثْنَيْنْ ... أَكْثَرَ مَحْزُونًا وَأَبْكَى لِلْعَيْنْ

إِذْ ذَهَبَ السَّيْلُ بِأَهْلِ الْمِصْرَيْنْ ... وَخَرَجَ الْمُخَبَّآتُ يَسْعَيْنْ

شَوَارِدًا فِي الْجَبَلَيْنِ يَرْقَيْنْ

(غسّان نے دوشنبہ جیسا دن کبھی نہیں دیکھا۔ یہ بہت غمناک اور رُلانے والا دن تھا۔ سیلاب المصرین (الکوفہ و البصرہ) کے باشندوں کو بہالے گیا؛ پردہ نشیں عورتیں بھاگتی ہوئی نکلیں اور گھبرائی ہوئی پہاڑوں پر چڑھنے لگیں۔)

عبدالملک نے عبداللہ بن سفیان المخزومی کو، جو مکہ میں اس کا عامل تھا، اور بعض کہتے ہیں: ان دنوں اس کا عامل الحارث بن خالد المخزومی الشاعر تھا، لکھا، کہ وادی کے کنارے جو مکانات ہیں ان کے اور مسجد (حرام) کے گرد بے گارے کے بند بندھواؤ، اور کوچوں کے نکڑوں پر پشتہ بنواؤ، تاکہ لوگوں کے گھر (سیلابوں کی تباہی سے) محفوظ ہو جائیں۔ اس کام کے لئے اس نے اس کے پاس ایک نصرانی (معمار) بھیجا، جس نے دیواریں بنائیں، اور وہ پشتہ باندھا جو بنی قُراد کے پشتے کے نام سے مشہور ہے؛ اور اسی کو بنی جُمَح کا پشتہ بھی کہتے ہیں۔ (اس کے علاوہ) مکہ کے زیرین حصے میں بھی کئی بند بندھوائے۔ شاعر کہتا ہے:ـ

سَأَمْلِكُ عَبْرَةً وَأُفِيضُ أُخْرَى ... إِذَا جَاوَزْتُ رَدْمَ بَنِي قُرَادِ

(جب میں بنی قُراد کے بند سے گزروں گا، تو میری یہ حالت ہو گی، کہ میں ایک آنسو روکوں گا تو دوسرا بہ جائے گا۔)

تیسرا سیلاب "المُخبّل" ہے۔ یہ جس زمانے میں آیا تھا، اس زمانے میں لوگوں کے جسموں میں بیماری، اور زبانوں میں خَبَل* تھا؛ اس لئے اس کو المخبل کہنے لگے۔

---

* اعضا کا بیکار یا شل ہو جانا۔ فالج۔

چوتھے سیلاب کو سَیلِ ابو شاکر کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سال ابو شاکر موسمِ حج کا منتظم تھا۔ یہ سیلاب ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں ۱۲۰ھ میں آیا تھا۔ ابو شاکر کا نام مَسْلَمہ بن ہشام تھا۔

راوی کہتا ہے: وادیٔ مکہ کا سیلاب ایک مقام سے آتا ہے جو سدرۃِ عتّاب بن اَسِید بن ابی العِیص کے نام سے مشہور ہے۔

عباس بن ہشام نے کہا ہے: عبداللہ المامون بن الرّشید رحمہ اللہ کی خلافت میں بھی ایک زبردست سیلاب آیا تھا اور اس کا پانی الحجر تک پہنچ گیا تھا۔

مجھ سے العبّاس نے کہا، اُن سے اُن کے والد نے، ان سے ان کے والد محمّد بن السّائب الکلبی نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے عِکْرِمَہ نے، کہ:— معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں بعض اَنصابِ حرم کچھ مٹ گئی تھیں، اس لئے معاویہ نے مروان بن الحکم کو جو المدینہ میں ان کا عامل تھا یہ لکھا، کہ "اگر کُرز بن عَلْقَمَۃَ الخُزَاعِی زندہ ہوں تو انھیں تجدیدِ اَنْصابِ حَرَم کی تکلیف دو۔ کیوں کہ وہ حدودِ حَرَم سے خوب واقف ہیں۔" کُرز اگرچہ اس وقت عمر رسیدہ ہو چکے تھے، مگر انھوں نے یہ کام کر دیا، اور وہی علامتیں آج تک قائم ہیں۔"

الکلبی کہتا ہے:— یہ کُرز بن عَلْقَمَہ بن ہلال بن جُرَیْبَہ بن عبدنُہْم بن حُلَیل بن حُبْشِیّۃ الخُزَاعی ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ارادہ سے المدینہ کی طرف نہضت فرما ہوئے تو کُرز نے اس غار تک آپ کا تعاقب کیا جس میں آپ (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھپ گئے تھے۔ کُرز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان پہچان لیا، لیکن غار کے مُنہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھ کر بولے: "محمّد (روحی فداہ) کے قدم کا نشان تو یہی ہے مگر آگے کھوج نہیں لگتا۔"

الطّائف

راوی کہتا ہے ۔۔ حُنَین کے دن ہَوَازِن نے شکست کھائی ، دُرَید بن الصمہ مارا گیا ، شکست خوردہ اَوطاس کی طرف بھاگے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی جانب ابو عامر الأشعری کو روانہ فرمایا ، وہ کام آ گیے ، اوران کے بعد ابوموسیٰ بن قیس الأشعری سرلشکر ہوئے ، اوروہ مسلمانوں کو لے کر اَوطاس کی طرف بڑھے ۔ ان دنوں ہَوازِن کا رئیس مالک بن عَوف بن سَعد ، یکے از بنی دُہمان بن نصر بن معاویہ بن بَکر بن ہَوَازِن تھا (وہ مسلمانوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر) الطائف کی طرف بھاگ گیا ، اور یہ دیکھ کر ، کہ اہل الطائف نے اپنے قلعہ کی مرمت کر کے اس میں کافی سامان رسد جمع کر لیا ہے ، اور حصار کے لئے تیار ہیں ، الطائف میں مقیم ہو گیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر نہضت فرما ہوئے ، الطائف پر مقام فرمایا ، اور ان کے قلعہ پر منجنیق نصب کی ۔ ثقیف نے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کی ، اور گائے کی کھال کے دَبّابہ پر ، جو مسلمانوں کے ساتھ تھا ، گرم لوہے کی سلاخیں برسائیں ، جس سے وہ جل گیا ، اور اس کے پیچھے جو مسلمان تھے زخمی ہوئے ۔ الطائف کا محاصرہ پندرہ راتوں تک جاری رہا ۔ یہ شوال سنہ ۸ھ کا واقعہ ہے ۔

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل الطائف
کے غلاموں میں سے چند غلام حاضر ہوئے، ان میں سے ایک ابو بکرہ بن
مَسرُوح تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا انکا نام نُفَیع تھا؛ (۵۶
اور ایک الأزرق تھے جن کی طرف أزارِقہ (خارجی) منسوب ہیں، یہ رومی
غلام تھے۔ اور لُہاری کا کام جانتے تھے۔ اور ان کا نام ابو نافع بن الأزرق
الخارجی تھا۔ اس حاضری کی وجہ سے یہ لوگ آزاد کر دیئے گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ نافع بن الأزرق الخارجی بنی حَنیفہ
میں سے تھے۔ اور وہ کوئی اور الأزرق تھے جو الطائف سے آپ کی
خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُنَین کے لونڈی غلاموں اور
وہاں کی غنیمتوں کی تقسیم کے لئے الجِعرانہ تشریف لائے۔ ثقیف نے
اس اندیشہ سے کہ کہیں آپ دوبارہ تشریف نہ لائیں، آپ کی خدمت میں وفد
بھیجا، اور آپ نے اس سے اس بات پر صلح فرمالی۔ کہ اہل الطائف مسلمان
ہوجائیں اور جن اموال اور دفینوں کے مالک ہیں ان پر بدستور قابض
رہیں۔ اور اس امر کی انھیں تحریر دے دی۔ لیکن یہ قید لگادی کہ سود اور
شراب سے اجتناب کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ (بلاکے) سودخوار
تھے۔

راوی کہتا ہے :۔ الطائف کو پہلے 'وَجّ' کہتے تھے۔ جب اس کو
مستحکم کر دیا گیا اور اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری بنا دی گئی
تو الطائف کہنے لگے۔

مجھ سے المدائنی نے کہا، اُن سے اسماعیل الطائفی نے، ان
سے ان کے والد نے، اور ان سے الطائف کے باشندوں میں سے چند
شیوخ نے، کہ :۔ الطائف کے مِخلاف میں ان یہود کی ایک جماعت تھی
جو الیمن اور یثرب سے نکال دیئے گئے تھے، یہاں وہ تجارت کے لئے
مقیم ہو گئی تھی، اس پر جِزْیَہ لگا دیا گیا۔ معاویہ نے انہی میں سے بعض

سے الطائف میں اپنے لئے جائدادیں خریدی تھیں۔

(حضرت) عَبّاس بن عبدالمطّلب کے پاس الطائف میں کچھ زمین تھی جس میں کشمش پیدا ہوتی تھی، اور وہ (مکہ) لائی جاتی تھی، اور اس سے حاجیوں کو پلانے کے لئے نبیذ بنائی جاتی تھی۔ الطائف میں عامۂ قریش کے مکانات تھے جن میں وہ مکہ سے آکر ٹھیرتے اور اُن کی مرمت کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب اہلِ مکہ نے اسلام قبول کیا، تو ثَقیف کو ان جائدادوں کی طمع دامنگیر ہوئی (اور انھوں نے ان پر قبضہ کر لیا) لیکن جب الطائف بھی فتح ہو گیا تو یہ جائدادیں پھر اپنے اصلی مالکوں کو واپس مل گئیں، اور طائف مکہ کی قسمتوں (=مخالیف) میں سے ایک قسمت قرار دیا گیا۔

کہتے ہیں:۔ الطائف کے دن ابو سُفیان بن حَرب کی ایک آنکھ مجروح ہوئی تھی۔

ہم سے حدیث بیان کی الوَلید بن صَالح نے، اُنھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الواقدی نے، اُن سے محمّد بن عبداللہ نے ان سے الزُّہری نے، ان سے ابن المُسَیّب نے، اور ان سے عَتّاب بن اَسِید نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا، کہ ثقیف کے تاکستانوں کی جانچ کی جائے جس طرح نخلستانوں کی جانچ کی جاتی ہے؛ اور پھر ان سے انگوروں ہی کی صورت میں زکواۃ وصول کی جائے، جس طرح کھجوروں کی زکواۃ وصول کی جاتی ہے۔"

الواقدی کہتا ہے:۔ ابو حنیفہ کا قولِ ہے کہ: صدقہ نکالنے کے لئے بیلوں کی جانچ نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ ان میں سے صدقہ اس وقت نکالنا چاہئے جب (وہ بیلوں سے توڑ کر) زمین پر رکھے جائیں۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ (۵۷)

اور یعقوب کہتے ہیں: جب انگور توڑ کر زمین پر جمع کئے جائیں اور ان کی مقدار پانچ وَسَق ہو۔ تب ان میں ایک عُشر یا نصف عُشر زکواۃ نکالی جائے۔ اور یہی قول سُفیان بن سعید الثَّوری کا ہے۔

وَسَق ۶۰ صَاع کے برابر ہوتا ہے۔"

مالک بن انس اور ابن ابی ذئب کہتے ہیں، سنت یہی ہے کہ تاکستانوں میں سے تخمینہ کر کے زکوٰۃ وصول کی جائے جس طرح نخلستانوں میں سے کھجوروں کی زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن ابی شَیبَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمّاد بن سَلَمَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن سَعِید نے، اور ان سے عَمرو بن شُعَیب نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو الطائف کے عامل نے لکھا "شہد والے ہمیں وہ محصول نہیں دیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے! اور وہ دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ تھا"۔ (حضرت) عمرؓ نے اس کا یہ جواب دیا، کہ "اگر وہ محصول دیں تو ان کی وادیوں کی حفاظت کرو، اور اگر نہ دیں تو حفاظت نہ کرو"۔

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو بن محمدؒ الناقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی اسمٰعیل بن ابراہیم نے، ان سے عبد الرحمٰن بن اسحٰق نے، ان سے ان کے والد نے ان سے انکے دادا نے، اور ان سے (حضرت) عمرؓ نے، کہ:۔ انھوں نے شہد میں زکوٰۃ کا دسواں حصہ مقرر کیا۔

ہم سے حدیث بیان کی داؤد بن عبد الحمید قاضی الرَّقّہ نے، اُن سے مروان بن شجاع نے، ان سے خَصِیف نے، اور ان سے عمر بن عبد العزیز نے، کہ:۔ انھوں نے اپنے ان عاملوں کو، جو کہ الطائف پر تھے، لکھا کہ چھال پر صدقہ مقرر ہے، اور تم یہ صدقہ ان لوگوں سے وصول کیا کرو، جو چھالوں کے مالک ہوں"۔

الواقدی کہتا ہے:۔ ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ شہد کے چھتوں پر صدقہ نہیں ہے۔ اور مالک الثَّوری کہتے ہیں، شہد خواہ کتنا ہی ہو مگر اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور الشّافعی کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن ابو حنیفہ کہتے ہیں: شہد کم ہو یا زیادہ، اگر عُشری زمین میں پیدا ہو گا تو اس پر عُشر لیا جائے گا؛ اور اگر خراجی زمین میں پیدا ہو گا تو کچھ نہیں لیا جائے گا۔ کیوں کہ زکوٰۃ اور

خراج ایک شخص پر جمع نہیں ہو سکتے۔"

الواقدی کہتا ہے:۔ مجھے القاسم بن معن اور یعقوب نے یہ خبردی کہ :۔ ابوحنیفہ نے ایسے شہد کے متعلق جو ذِمّی کی زمین میں پیدا ہوا ہو اور وہ عُشری زمین ہو، یہ کہا کہ اس پر کوئی عُشر نہیں ہے؛ بلکہ اس پر اور اس کی زمین پر خراج ہے۔ لیکن اگر وہ کسی تغلبی کی زمین میں پیدا ہو، تو اس سے پانچواں حصہ لیا جائے۔ اور زُفر کا بھی یہی قول ہے۔

ابو یوسف کہتے ہیں: خراجی زمین کے شہد پر کچھ نہیں ہے مگر عُشری زمین کے شہد پر دس رطل میں سے ایک رطل[1] لیا جائے۔

(۵۸) محمد بن الحسن کہتے ہیں: (شہد میں) پانچ فرق[2] سے کم پر صدقہ نہیں ہے اور یہی قول ابن ابی ذئب کا ہے۔

خالد بن عبداللہ الطّحان کہتا ہے: ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول ہے کہ خراجی اور عُشری زمین کے پیدا شدہ شہد پر دس رطل میں سے ایک رطل مقرر ہے۔ اور یہی قول الحسن بن صالح ابن حَیَّ کا ہے۔

مجھ سے ابو عُبَیدہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا مجھ سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ان سے الأوزاعی نے، اور ان سے الزُّہری نے کہ: شہد کے دس مشکیزوں پر ایک مشکیزہ ہے۔

ہم سے بیان کیا الحسین بن علی بن الاسوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن حمید الرؤاسی نے، ان سے جعفر بن نجیح المدینی نے اور اُن سے بشر بن عاصم اور عثمان بن عبداللہ بن اَوس نے، کہ:۔ سفیان بن عبداللہ الثقفی نے۔ جو الطائف میں (حضرت) عمرؓ بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے عامل تھے، (حضرت عمرؓ کو) لکھا کہ "آج کل میرے سامنے چند باغوں کا مسئلہ پیش ہے جن میں انگور، شفتالو، اور انار پیدا ہوتے ہیں؛ اور ان کے علاوہ اور چیزیں

---

[1] رطل ڈھائی سیر کے برابر ہوتا ہے۔ (نہایہ، ج ۱، ص

[2] فرق ایک من کے برابر ہوتا ہے۔ (نہایہ، ج ۳، ص ۱۹۶)

بھی پیدا ہوتی ہیں، جن کی پیداوار انگوروں کی پیداوار سے کئی گنی زیادہ ہے" اور ان سب پر عُشر مقرر کرنے کی اجازت مانگی۔ راوی کہتا ہے (حضرت عمرؓ) نے اس کا یہ جواب دیا، کہ" ان چیزوں پر عُشر نہیں ہے"۔

یحیٰی بن آدم کہتا ہے میں نے سُفیان بن سعید کو یہ کہتے سنا ہے کہ:۔ زمین کی پیداوار میں چار چیزوں: گیہوں، جَو، کھجور اور منقّی کے سوا کسی چیز پر صدقہ نہیں ہے؛ اور ان پر بھی اس صورت میں ہے جب ان میں سے ہر ایک کی مقدار پانچ وسق ہو۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں: عُشری زمین میں جو کچھ پیدا ہو اس پر عُشر ہے، اگرچہ وہ بقولات کا ایک دستجہ ہی ہو۔ اور زُفر کا بھی یہی قول ہے۔

مالک اور ابن ابی ذئب اور یعقوب کے نزدیک بقولات اور اسی قسم کی چیزوں پر کوئی صدقہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: گیہوں، جو، جُوار جَو برہنہ، دال، خرما، منقی، چاول، تِل، مٹر، اور تمام ایسے غلے، جو تولے جا سکتے ہوں اور جو بھر کر رکھے جائیں؛ نیز مسور، چنے، لوبئے، ماش، اور گوُدُوں عہ پر، پورے پانچ وسق ہونے کی صورت میں صدقہ ہے، اور اس سے کم میں نہیں ہے۔ الواقدی کہتا ہے: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کا بھی یہی قول ہے۔

الزُّہری کہتے ہیں: تمام مالوں اور دالوں پر زکواۃ ہے۔

مالکؒ کہتے ہیں: ناشپاتی اور شفتالو اور انار پر کچھ نہیں ہے، بلکہ تمام ترمیووں میں سے کسی پر صدقہ نہیں ہے۔ اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

ابو یوسف کہتے ہیں: اُن چیزوں کے سوا اور کسی چیز پر صدقہ نہیں ہے، جو قفیز سے ناپی جائیں یا ترازو سے تولی جائیں۔

ابو الزِّنادؒ اور ابن ابی ذئب اور ابن ابی سَبرَہ کہتے ہیں: ترکاریوں

عہ موٹ، مٹر، جو، جوار کے آمیزہ کو گوُدُوں کہتے ہیں، جس طرح جَو چنے اور گیہوں کے آمیزہ کو "بیجھڑ" اور "گیھول"؛ اور جو کے آمیزہ کو گوجرہ کہتے ہیں۔

اور پھلوں پر کوئی صدقہ نہیں ہے مگر جب وہ بیچی جائیں تو ان کی قیمتوں پر ہے"

مجھ سے عَبّاس بن ہِشَام نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی العاصی الثقفی کو الطائف کا عامل مقرر فرمایا۔

تبالہ و جرش

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، ان سے عبد الرزاق نے، ان سے معمر نے اور ان سے الزہری نے، کہ:- اہل تبالہ و جرش نے بغیر جنگ اسلام قبول کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسی حالت پر جس پر کہ وہ مسلمان ہوئے تھے، انھیں برقرار رکھا؛ اور ان میں سے جو اہل کتاب تھے، ان کے ہر بالغ پر ایک دینار (جزیہ) مقرر فرمایا، اور یہ شرط لگائی کہ وہ مسلمانوں کی ضیافت (یعنی ان کے لئے سامان رسد مہیا) کیا کریں گے؛ اور ابو سفیان بن حرب کو جرش کا حاکم مقرر فرمایا۔

تبوک، أیلہ، أذرح، مقنا اور الجربا

کہتے ہیں:- ۹ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارض الشام میں تبوک کی طرف ان لوگوں سے غزا فرمانے نہضت فرما ہوئے، جو روم، عاملہ لخم اور جذام وغیرہ قبائل میں سے وہاں جمع ہوئے تھے۔ مگر انھوں نے جنگ نہیں کی، آپ نے چند روز وہاں قیام فرمایا، اور ان سے جزیہ پر صلح فرمالی۔

اسی اثناء میں أیلہ کا سردار یحنہ بن رؤبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپنے اس سے مصالحت فرمالی؛ اور اس کے علاقہ میں بسنے والے ہر بالغ پر ایک دینار سالانہ مقرر فرمادیا، جس کے تین سو دینار وصول ہوتے تھے۔ اور ان پر یہ شرط لگادی کہ ان کی آبادیوں میں سے جو مسلمان گزرے گا وہ اس کی مہمانداری کریں گے۔ اور اس مضمون کا اس کو ایک وثیقہ تحریر فرمادیا کہ ان کی حفاظت وحمایت کی جائے گی۔

مجھ سے بیان کیا محمد بن سعد نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا الواقدی نے، ان سے خالد بن ربیعہ نے، اور ان سے طلحۃ الأیلی نے، کہ:- عمر بن عبد العزیز اہلِ أیلہ سے ۳۰۰ دینار سے زیادہ کچھ نہیں لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اَذرُح سے اس بات پر صلح فرمائی، کہ وہ ہر رجب پر ۱۰۰ دینار دیا کریں گے۔

اور اہل الجرُبا سے جزیہ پر صلح فرمائی، اور انھیں ایک تحریر عطا فرمادی۔ اور اہل مَقْنَاء سے، جو یہود تھے، ان کی بُنیُوں۔ اور کتے ہوئے (سُوت وغیرہ)، اور گھوڑوں، اور زرہوں، اور پھلوں کے چوتھے حصہ پر مصالحت فرمائی۔

مجھ سے اہل مصر میں سے ایک شخص نے کہا، کہ :- میں نے وہ تحریر اپنے آنکھوں سے دیکھی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مَقْنَاء کو دی تھی، وہ سُرخ جھلی پر مٹی مٹی لکھی ہوئی تھی، اور میں نے اس کو نقل کر لیا تھا۔ اس نے وہ تحریر مجھے املا کی، اور وہ یہ ہے :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے بنی جَنِیْبَہ اور اہل مقنا کے نام۔

تم پر سلامتی ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے گاؤں واپس جارہے ہو۔ جب میرا یہ مکتوب تمھارے پاس پہنچے، تو تم اپنے تئیں حفظ و امان میں سمجھو، کیونکہ اب تمھارے لئے اللہ کا، اور اس کے رسول کا ذمہ ہے : اور رسول اللہ نے تمھارے گناہ، اور وہ سب خون، جن کے لئے تمھارا تعاقب کیا گیا تھا، معاف کر دئے ہیں۔ تمھارے گانوں میں رسول اللہ کے سوا، اور رسول اللہ کے نائندے کے سوا، تمھارا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ آج کے بعد سے تم پر نہ کوئی ظلم ہو گا اور نہ زیادتی۔ اور اللہ کا رسول تمھیں ان تمام چیزوں سے بچائے گا جن سے وہ خود اپنے تئیں بچاتا ہے۔

جو چیزیں رسول اللہ نے یا رسول اللہ کے نمائندے نے معاف کر دی ہیں، ان کے سوا تمھارے بُنے ہوئے کپڑے تمھارے غلام، تمھارے گھوڑے، اور تمھاری زرہیں، رسول اللہ

کے لئے ہیں۔ جو کچھ تمھارے نخلستانوں میں پیدا ہو، اور تمھاری بنیاں شکار کریں، اور تمھاری عورتیں کاتیں، ان سب میں سے ایک چوتھائی تم پر واجب ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہے تمھارا ہے۔

نیز یہ کہ رسول اللہ نے تمھیں ہر قسم کے جزیہ، اور بیگار سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اگر تم سنو گے اور اطاعت کرو گے تو رسول اللہ تمھارے عزت داروں کی عزت کریں گے، اور تمھارے قصور معاف کریں گے۔

بنی حُبَیْبَہ اور اہل مَقْنَا میں سے جو مسلمانوں سے بھلائی کرے گا، وہ اسی کے لئے بھلائی ہو گی: اور جو برائی کرے گا وہ اسی کے لئے برائی ہو گی۔

تم پر کوئی امیر نہیں ہو گا مگر وہ جو خود تمہیں میں سے یا رسول اللہ کے اہل بیت میں سے ہو۔

اس کو علی بن ابو طالب نے ۹ھ میں لکھا۔[1]

---

[1] محمد بن احمد بن عساکر کہتا ہے: یہ تحریر جعلی ہے۔ اس میں علاوہ اور خامیوں کے ایک صریح نحوی غلطی ہے، اور وہ یہ ہے کہ محرر کا نام "علی بن ابو طالب" لکھا ہے، اور یہ غلط ہے کیونکہ بقاعدۂ نحو "علی ابن ابی طالب" ہونا چاہیے۔ ہمیں معلوم ہے کہ (حضرت) علیؓ علم نحو کے موجد تھے، اور ان کی قلم سے ایسی عبارت ہرگز نہیں نکل سکتی تھی جس میں ایسی نحوی غلطی ہو، دوسری وجہ جو اس کے جعلی ہونے کو اور تقویت دیتی ہے، یہ ہے کہ اہل مَقْنَا کی صُلح غَزْوۂ تبوک کے موقع پر ہوئی ظاہر کی گئی ہے، اور یہ متفق علیہ ہے کہ (حضرت) علیؓ غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

(۶۱

دَوْمَۃُ الجَنْدَل

راوی کہتا ہے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید بن المُغیرۃُ المَخزُومی کو اُکَیدِر بن عبدالملک الکِندِی ثم السَّکُونی کے مقابلہ پر دُومَۃُ الجَندَل روانہ فرمایا۔ خالد نے اس کو گرفتار کیا، اور اس کے بھائی کو قتل کر کے اس کا زرکار ریشمی جبہ چھین لیا؛ اور اس کو اپنے ساتھ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُکَیدِر مسلمان ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے، اور اہلِ دَوْمَہ کے لئے ایک وثیقہ تحریر فرمایا؛ جو یہ تھا:۔

یہ تحریر محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے اُکَیدِر کے لئے ہے جبکہ اس نے اسلام قبول کیا، اور اَنداد و اصنام کو چھوڑ دیا؛ اور اہلِ دَوْمَہ کے لئے ہے۔

جو ہڑوں کا وہ حصہ جو آبادی کے باہر ہے، بنجر زمینیں[عہ]، اور جنگل، اور غیر آباد زمینیں، اور زرہیں، اور ہتیار، اور باربرداری کے جانور، اور گڑھی، یہ سب چیزیں ہمارے لئے ہیں۔ اور تمھارے

عہ اصل لفظ ہے: البور- یعنی وہ زمین جس میں نہ غلہ پیدا ہوتا ہو اور نہ اس میں کاشت کی جاتی ہو (الفائق، ج ۲، ص ۳۳)

لئے وہ کھجور کے درخت ہیں جو گڑھی کے اندر ہیں، اور بہتا ہوا پانی ہے۔ تمھارے چرنے والے جانور چراگاہوں سے نہیں پھیرے جائیں گے اور نصاب کی مقررہ تعداد سے جو مواشی زیادہ ہوں گے، زکاۃ کے تعین کے وقت ان کا شمار نہیں کیا جائے گا[1]۔ اور تمھارے پودے اُگنے سے نہیں روکے جائیں گے۔

تمھیں وقت پر نماز پڑھنی، اور حق کے مطابق زکاۃ دینی ہوگی، اس کے لئے تمھارے ساتھ اللہ کا عہد و میثاق ہے، اور تم ہماری صداقت اور وفائے عہد کے مستحق ہو۔ اللہ اور مسلمان حاضرین شاہد ہیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی العبّاس بن ہشام الکلبی نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو اُکَیدِر کی جانب روانہ فرمایا، وہ اس کو لیکر خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، وہ مسلمان ہو گیا، اور آپ نے اس کو ایک وثیقہ تحریر فرما دیا۔ لیکن آپ کے انتقال فرمانے کے بعد اس نے صدقہ روک دیا، عہد شکنی کی، اور الحِیرَہ چلا گیا، یہاں اس نے ایک عمارت بنوائی، اور اس کا نام دَوْمَۃُ الجَندَل کے نام پر دُومہ رکھا۔ اس کا بھائی حُریث[2] بن عبد الملک اسلام لایا، اور اُکیدر کے پاس جو کچھ تھا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) وہ اسی کو دے دیا۔ سُوَید بن شَبیب الکلبی نے کہا ہے :- (۶۳۲)

كَمَا زَالَ مِن خَبتِ فَعَاين أكَيدِرَا ۔۔۔ لَا يَأمَنُ قَومٌ عِثَارَ جُدُودِهُم

(کسی قوم کو ان کے بزرگوں کی شرارتوں سے بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح پہلے ترائی سے اُکیدر کے ہودے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ زکاۃ کی ایک مقررہ تعداد سے زیادہ اور دوسری مقررہ تعداد سے کم جو مواشی ہوں گے، ان کا شمار نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً اگر چالیس مواشی پر زکوٰۃ کی ایک مقدار مقرر ہے اور کسی کے پاس بیالیس مواشی ہیں تو ان دو کا شمار نہیں کیا جائے گا، اور زکوٰۃ صرف چالیس پر لی جائے گی۔

[2] مصنف کے الفاظ سے مطلب واضح نہیں تھا، میں نے حافظ ابن حجر کی مدد سے واضح کیا ہے۔ اگرچہ حافظ نے غلطی سے حُرَیث کو حُرَیب لکھا ہے۔ (ج ۱ ص ۳۰۶)

بھاگ چکے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی صورت پھر پیش آئے)

راوی کہتا ہے :۔ یزید بن معاویہ نے اسی حریث کی بیٹی سے شادی کی تھی۔

العَبّاس نے کہا مجھے میرے والد نے عُوانہ بن الحکم (کے حوالے) سے یہ خبر دی، کہ :۔ (حضرت) ابو بکرؓ نے خالد بن الولید کو جو اس وقت عَینُ التَّمر میں تھے، اُکَیدِر کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا، وہ گئے، اور انھوں نے اس کو قتل کیا اور دُومہ فتح کر لیا۔ یہ اُکَیدِر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد دُومہ سے نکل کر پھر واپس آ گیا تھا، خالد نے اس کو قتل کیا، اور پھر الشام کی طرف چلے گئے۔

الواقدی کہتا ہے :۔ جب خالد نے الشام جانے کے لئے العراق سے کوچ کیا، تو دُومۃ الجَندل پر سے گزرے، اس کو فتح کیا، اور بہت سے قیدی ساتھ لائے، جن میں ایک لیلیٰ بنت الجُودِی الغسّانی بھی تھی بعض کہتے ہیں : لیلیٰ حاضرِ غسّان میں پکڑی گئی تھی، اور اس کو خالد کے سواروں نے گرفتار کیا تھا۔ یہ بنت الجودی وہی ہے جس پر عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق فریفتہ ہو گئے تھے؛ وہ اس کی نسبت کہتے ہیں :۔

تَذَکَّرْتُ لَیْلیٰ وَالسَّمَاوَۃُ بَیْنَنَا ... وَمَا لِابْنَۃِ الْجُودِیِّ لَیْلیٰ وَمَا لِیَا

(میں نے لیلیٰ کو اس وقت یاد کیا جب السّماوہ ہم دونوں کے درمیان حائل تھا۔ بنت الجودی کو مجھ سے کیا کام۔)

گرفتار ہونے کے بعد وہ انہی کو دے دی گئی، اُنھوں نے اس سے شادی کر لی، اور وہ ان پر اتنی حاوی ہو گئی، کہ ان کا دل اس کے سوا اپنی دوسری بیویوں سے پھر گیا۔ پھر یہ ہوا کہ اسے ایک ایسی شدید بیماری لاحق ہو گئی کہ اس کا وہ رنگ روپ جاتا رہا، اور اُن کو اس سے نفرت ہو گئی۔ ان سے کہا گیا کہ اس کو مُتعہ دے کر اس کے گھر واپس بھیجدو، اور انھوں نے اس کو متعہ دے کر اس کے گھر بھیجدیا۔

الواقدی کہتا ہے :۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ھ ہجری میں

دَوْمَۃُ الجَنْدَل پر غزا فرمایا، اور کسی نے آپ کا مقابلہ نہیں کیا۔ پھر آپ نے خالد بن الولید کو ان کے مسلمان ہونے کے ۲۰ مہینے بعد، شوال ۹ھ میں اُکَیدِر کے مقابلے پر روانہ فرمایا۔

میں نے بعض اہلِ الحِیرَہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ:۔ اُکَیدِر اور اس کا بھائی قبیلۂ کَلْب میں اپنے ماموں سے ملنے دومۃ الحیرہ آتا اور اس کے ہاں مہمان رہتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں بھائی شکار کھیلنے نکلے، ان کو ایک شہر کا ویرانہ دکھائی دیا جس میں بعض دیواروں کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا؛ اور وہ (دیواریں) جَنْدَل (=پتھروں) سے بنی ہوئی تھیں۔ (ان دونوں نے) اس ویرانے کو دوبارہ تعمیر کرایا، اس میں زیتون وغیرہ (کے درخت) لگائے، اور اس کا نام دَوْمَۃُ الجَنْدَل رکھا تاکہ اس میں اور دَوْمَۃُ الحِیرَہ میں امتیاز رہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو بن محمد النَّاقِد نے، ان سے عبدالرحمن بن وَہب المِصری نے، ان سے یُونُس الاَیْلی نے، اور ان سے الزُّہری نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید بن المغیرہ کو اہلِ دَوْمَۃُ الجَنْدَل کی طرف روانہ فرمایا، جو الکوفہ کے نصرانی تھے، اور انھوں نے ان کے سردار اُکَیدِر کو گرفتار کر کے اس سے جزیہ پر معاملہ کر لیا۔

صُلحِ نَجرَان

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہَیثَم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح نے، ان سے لَیث بن سَعد نے، اُن سے یُونُس بن یَزِید الایلی نے، اور ان سے الزُّہرِی نے، کہ:۔ اہلِ نَجرَان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد بھیجا، جس میں ان کے سَیّد اور عاقب[1] تھے۔ انھوں نے آپ سے صُلح کی درخواست کی، اور آپ نے ان سے اس پر صلح فرمائی کہ وہ دو ہزار حُلّہ[2] صفر کے مہینے میں، اور دو ہزار حُلّے رجب کے مہینے میں دیا کریں گے، جن کی قیمت ایک ایک اوقیہ ہو گی، اور ایک اوقیہ کا وزن ۴۰ درہم ہوگا۔ لیکن جو حُلّہ ایک اُوقیہ سے زیادہ کے ہوں گے، ان کی قیمت کی زیادتی حلوں کی تعداد کی کمی سے، اور جو اس سے کم کے ہوں گے ان کی قیمت کی کمی حُلّوں کی تعداد کی بیشی سے، پوری کرائی جائے گی۔ اور اگر وہ حُلّوں کے بدلے اسی قیمت کے اسلحہ، یا گھوڑے، یا اونٹ، یا اور چیزیں دیں گے، تو وہ بھی قبول

---

[1] سید = سردار۔ عاقب = نائب یا نمایندہ۔
[2] حُلّہ ایک لباس ہے جس سے سارا جسم ڈھنپ جاتا ہے۔

کر لی جائیں گی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادوں کی مہینہ بھر، یا اس سے کم مہمان داری کیا کریں گے؛ اور مہینہ بھر سے زیادہ انھیں نہیں روکیں گے۔ اگر الیمن سے جنگ ہو گی، تو وہ تیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریۃً دیں گے؛ اور اگر ان میں سے کوئی (اونٹ یا گھوڑا) ہلاک ہو جائے گا، تو رسول اللہ کے فرستادے اس کے لئے ضامن ہوں گے، حتیٰ کہ انھیں اس کا بدل دیں۔ ان باتوں کے لئے آپ نے انھیں اللہ کا ذِمّہ اور اس کا عہد دیا، اور وعدہ کیا کہ نہ انھیں ان کے مذہب سے برگشتہ کیا جائے گا، نہ اُن کے مراتبِ حاصلہ میں کمی کی جائے گی، نہ انھیں فوجی خدمت پر بلایا جائے گا، اور نہ ان پہ عشر لگایا جائے گا۔ع مگر یہ شرط لگا دی کہ نہ وہ سود کھائیں گے، اور نہ سودی کاروبار کریں گے۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکِیع نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مُبارَک بن فُضالَہ نے، اور ان سے الحسن نے، کہ:- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نَجْران کے دو راہب حاضر ہوئے، آپ نے اُن کے سامنے اِسلام پیش کیا، انھوں نے کہا: "ہم اس سے پہلے ہی اسلام لا چکے ہیں"۔ فرمایا: "تم جھوٹ کہتے ہو۔ تمھیں تین چیزیں اسلام سے روکتی ہیں، سور کا گوشت کھانا، صلیب کی پرستش کرنا، اور یہ کہنا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں"۔ ان دونوں نے کہا: "پھر عیسیٰ کا باپ کون ہے"؟ الحسن نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات میں جلدی نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ آپ کو اپنے رب کا حکم مل جاتا تھا؛ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ـ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ الی قولہ الکاذبین (قرآن، ۳: ۵۸-۶۱) - یہ نشانیاں اور دانشمندی کی باتیں، ہم تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک

ع اصل الفاظ ہیں: لا یحشرو او لا یعشرو۔ بعض نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ ان کو مالِ زکوٰۃ کے باس ادائے صدقہ کیلئے نہیں طلب کیا جائیگا بلکہ خود انکے گھروں پر جا کر وصول کیا جائے گا (غریب الحدیث والاثر) اور بعض لا یحشرو کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ فوجی مہموں کا بار نہیں ڈالا جائے گا۔

عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے جنھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا: ہو جا، اور وہ ہو گئے ......) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتہ ان دونوں کے سامنے پڑھی، پھر ان دونوں کو مباہلہ کی دعوت دی، اور (حضرت) فاطمہؑ اور (حضرت امام) حسن وحسین (علیہم السلام) کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس پہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "پہاڑ پر چڑھ جا مگر اس شخص سے مباہلہ نہ کر۔ اگر تو نے مباہلہ کیا تو (یاد رکھ کہ) تو لعنت سے پھیر دیا جائے گا۔" اس نے کہا "پھر تیری کیا رائے ہے؟" وہ بولا "میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہم خراج دینا قبول کرلیں اور مباہلہ نہ کریں۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین نے، اور انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، کہ:- میں نے ایک شخص سے اس تحریر کی نقل حاصل کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران کو عطا فرمائی تھی، اور اس نے یہ نقل الحسن بن صالح سے حاصل کی تھی اور وہ یہ ہے:-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ یہ وہ تحریر ہے جو اللہ کے رسول محمدؐ نے اہلِ نجران کے لئے لکھی۔ اگرچہ اُسے ان کے پھلوں اور سونے چاندی اور لوہے (یعنی اسلحہ) اور غلاموں میں سے حصہ لینے کی قدرت حاصل تھی، مگر اس نے ان کے ساتھ حوصلہ مندی برتی، اور یہ سب کچھ چھوڑ کر ان پر ایک ایک اوقیہ کے دو ہزار حُلّے مقرر کئے؛ ایک ہزار رجب میں، اور ایک ہزار صفر میں؛ ہر حُلّہ ایک اوقیہ کا ہوگا، اور جو اس سے کم زیادہ کا ہوگا وہ محسوب کر لیا جائے گا۔

اگر وہ حُلّوں کے عوض زرہوں یا گھوڑوں یا سواری کے اونٹوں کی قسم سے کچھ دیں گے، تو (قیمت کے) حساب سے اس کو بھی قبول کر لیا جائے گا۔

نجران پر میرے فرستادوں کی مہمانداری مہینہ بھر کے لئے یا اس سے کم کے لئے لازم ہوگی۔ لیکن اس سے زیادہ

ٹھیرنے کے لئے وہ اُنھیں نہ روکیں۔

اگر الیمن میں غدر ہوگا (یعنی اگر اہلِ الیمن کی بغاوت کی وجہ سے ہمیں جنگ کرنی پڑے گی) تو تمھیں تیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریۃً دینے ہوں گے ان میں سے جو جانور مریں گے، میرے فرستادے ان کے ضامن ہوں گے، اور تمھیں ان کا بدل دیں گے۔

نجُران اور اس کے حاشیہ[1] کے باشندوں کی جانیں، ان کی ملت، ان کی زمین، ان کی جائدادیں، ان کے حاضر و غائب، ان کے جانور[2] ان کے قاصد، اور ان کی تصویریں اللہ کی امان، اور محمد النبی (صلعم) اللہ کے رسول کی ضمانت میں ہیں؛ نہ تمھاری موجودہ حالت میں تغیر کیا جائے گا، نہ تمھارے حقوق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ تمھاری مورتیں مسخ کی جائیں گی۔ کوئی اُسقُف[3]، اُسقُفِیَّت سے؛ اور کوئی راہب، رہبانیت سے؛ اور کوئی واقِہ[4]، وقاہِیَّت سے، نہیں ہٹایا جائے گا؛ خواہ جو کچھ اس کے تحت میں ہو وہ کم ہو یا زیادہ۔

تم سے جاہلیت کے کسی جُرم یا خون کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا؛ نہ فوجی خدمت پر بلایا جائے گا، نہ تم پر کوئی عُشر لگایا جائے گا، اور نہ کوئی لشکر تمھاری زمین پامال کرے گا۔

اگر تم سے کوئی اپنا حق مانگے گا تو دونوں کے درمیان

---

[1] اصل میں ہے، "نجران و حاشیتہا"۔ حاشیہ = گوشۂ مکان کو بھی کہتے ہیں، اور ناحیہ کو بھی، الفائق میں ہے: حاشیۃ المکان اے جانبہ (ج ا، ص ۱۹۹)۔ اساس میں ہے: الحاشیۃ الناحیۃ (یعنی حاشیہ ناحیہ کو کہتے ہیں)۔

[2] اصل لفظ عیر ہے، عیر کا اطلاق سواری و بار برداری کے جانور پر ہوتا ہے، خواہ اونٹ ہو یا خچر یا گدھا۔

[3] اُسقُف کنیسہ کا ایک عہدہ ہے؛ اس کا درجہ قسّیس سے اونچا، اور مطران سے نیچا ہوتا ہے۔

[4] واقِہ = کنیسے کا منتظم۔ اس کے لئے واقہ اور وہفیہ بھی آیا ہے اور اس کے معنی بھی یہی ہیں (الفائق، ج ۲، ص ۶۳۳)

انصاف کیا جائے گا؛ نہ تم پر ظلم ہونے دیا جائے گا اور نہ تمھیں ظلم کرنے دیا جائے گا۔

تم میں سے جس نے اس سے پہلے سُود کھایا ہے، وہ میری ضمانت سے خارج ہے۔

تم میں سے کوئی کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔

اس صحیفہ میں جو کچھ ہے اس کے لئے اللہ کی امان اور محمد النبی کا ذمہ ہے، حتیٰ کہ اس بارے میں کوئی حکم الٰہی ہو، اور اس وقت تک کہ تم مسلمانوں کے خیر خواہ رہو، اور ان شرائط کے پابند رہو جو تم سے کی گئی ہیں، بغیر اس کے کہ تمھیں ظلم سے کسی بات پر مجبور کیا جائے۔

گواہ شد: ابوسفیان بن حرب۔ غیلان بن عمرو۔ مالک بن عوف، یکے از بنی نصر۔ الاقرع بن حابس الحنظلی۔ المغیرہ۔ اور یہ لکھا گیا......"

یحییٰ بن آدم نے کہا:۔ میں نے نجرانیوں کے پاس ایک تحریر دیکھی ہے، اُس کا نسخہ اِس نسخہ سے مشابہ تھا، اور اُس کے نیچے لکھا ہوا تھا "اس کو علی بن ابو طالب نے لکھا"۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے متعلق کیا کہوں۔

کہتے ہیں:۔ جب (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے یہی معاہدہ برقرار رکھا، اور اسی تحریر کی مانند انھیں ایک تحریر دے دی۔ لیکن جب (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، تو یہ لوگ سود کھانے لگے تھے، اور ان کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی، اس سے انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے وجود سے اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے، اس لئے انھوں نے ان کو جلاوطن کر دیا، اور ان کے لئے پروانہ لکھا:۔

"اما بعد: یہ لوگ الشّام و العراق کے باشندوں میں سے جس کے

ع یعقوبی نے "اب کے بعد" لکھا ہے (ج ۲، ص ۶۲)

پاس جائیں وہ انھیں زراعت کے لئے زمین دے۔(ایسی زمینوں میں سے) یہ لوگ جو زمینیں بونے جوتنے لگیں وہ ان کی الیمن والی زمینوں کے بدلے انہی کی ملک ہوں گی "۔

یہ لوگ منتشر ہو گئے، ان میں سے بعض الشام چلے گئے، اور بعض نے ناحیہ الکوفہ میں النجرانیہ بسایا، اس کا یہ نام انہی نے رکھا تھا۔

صلح میں یہود نجران نصاریٰ کے ساتھ شامل تھے، اور وہ ان کے اتباع کی حیثیت سے تھے۔

پھر جب (حضرت) عثمان بن عفّان (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوئے تو انھوں نے الولید بن عُقبہ بن ابی مُعَیط کو، جو الکوفہ میں ان کا عامل تھا، لکھا۔

"اما بعد۔ میرے پاس نجران کا عاقب اور اُسقف اور (چند) معززین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لیکر آئے، اور وہ پروانہ بھی انھوں نے مجھے دکھایا، جو عمرؓ نے انھیں دیا تھا، میں نے اس کے متعلق عثمان بن حُنَیف سے گفتگو کی، انھوں نے کہا، "میں ان لوگوں کے معاملہ میں تحقیق کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، کہ یہ (شرط) زمینداروں کے لئے بہت نقصان دہ ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے وہ اپنی زمینوں سے محروم ہو جاتے ہیں"۔ بنا برایں میں ان کی زمین کے معاوضہ میں لوجہ اللہ ان کے جزیہ میں سے دو سو حُلّے کم کر دیتا ہوں، اور ان کے حق میں تمھیں وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ وہ قوم ہے جس کے لئے ذِمّہ ہے"۔

میں نے ایک عالم کو یہ کہتے سنا ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے ان کو یہ پروانہ دیا تھا۔

"اما بعد الشام والعراق کے باشندوں میں سے جس کے پاس یہ لوگ جائیں وہ ان کے لئے قابلِ زراعت زمین خالی کر دے"۔

اور بعض سے میں نے سنا ہے (پروانہ میں قابلِ زراعت کی

بجائے) اُفتادہ زمین تھی"۔

مجھ سے حدیث بیان کی عبدالاعلیٰ بن حمّاد النرسی نے، انھوں نے کہا، ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سَلَمہ نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے اسمٰعیل بن حکیم نے، اور ان سے عمرؓ بن عبدالعزیز نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: "لا یبقلین دینان فی ارض العرب" (ارض عرب میں دو دین ہرگز باقی نہ رہیں) اور (اس حکم کے مطابق حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اہلِ نجران کو النجرانیہ کی طرف جلاوطن کر دیا، اور ان کی جائدادیں اور ان کے اموال خرید لئے"۔

مجھ سے العباس بن ہِشام الکلبی نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ: "نجرانِ الیمن کا نام نجران بن زید بن سبا بن یَشجُب بن یَعرُب بن قحطان کے نام پر رکھا گیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع بن الجراح نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الاَعمش نے، اور ان سے سالم بن ابی الجعد نے، کہ: "جب اہلِ نجران کی تعداد چالیس ہزار ہو گئی تو وہ آپس میں حسد کرنے لگے، اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور ان سے درخواست کی کہ ہمیں جلاوطن کر دو۔ وہ اول ہی ان کی طرف سے مسلمانوں کے لئے خائف ہو رہے تھے۔ انھوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور انھیں جلاوطن کر دیا۔ بعد میں یہ لوگ پچتائے، اور (حضرت) عمرؓ سے کہا: "ہمیں معاف کر دو"۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ پھر جب (حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ (لوگوں کی امامت اور سرداری) پر کھڑے ہوئے تو یہ لوگ آئے، اور عرض کی کہ "ہم آپ کو آپ کے سیدھے ہاتھ کا نوشتہ، اور وہ سفارش جو آپ نے اپنے نبی (صلعم) سے کی تھی، یاد دلا کر عرض کرتے ہیں، کہ ہمیں معاف کر دیجئے"۔ فرمایا: "عمرؓ بڑے معاملہ فہم تھے، میں ان کے خلاف عمل کرنا بُرا سمجھتا ہوں"۔

مجھ سے ابو مسعود الکوفی نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے محمد بن مروان

اور الہیثم بن عدی نے کہا، اور ان دونوں نے کہا ہم سے الکلبی نے کہ:
الکوفہ میں جو النجرانیہ تھا، اس کا سردار ان تمام نجرانیوں کے پاس جو الشام اور اس کے نواح میں تھے، اپنے نامہ بر بھیجتا اور (ان کے ذریعے) حلّوں کی تیاری کے لئے مال تقسیم کرتا تھا۔ جب معاویہ یا یزید بن معاویہ والی (بادشاہ) ہوئے تو ان لوگوں نے شکایت کی کہ ہم منتشر ہوگئے ہیں، ہم میں سے بعض مر گئے ہیں اور بعض نے اسلام قبول کر لیا ہے اور (حضرت) عثمان بن عفّان (رضی اللہ عنہ) کی وہ تحریر دکھائی، جس میں انھوں نے حلّوں کی تعداد کم کر دی تھی؛ اور کہا "اب ہماری تعداد اور بھی کم ہوگئی ہے اور ہم بہت ضعیف ہوگئے ہیں"۔ معاویہ نے دو سو حلّے کم کر دئیے جس سے (حلوں کی مقررہ تعداد میں) چار سو حلوں کی کمی ہوگئی۔ پھر جب الحجاج بن یوسف، العراق کا والی ہوا، اور اس پر ابن الاشعث نے خروج کیا تو اس نے دہقانوں کے ساتھ نجرانیوں کو بھی ابن الاشعث کی اعانت کا مجرم گردانا، اور ان پر اٹھارہ سو منقوش حلّوں کا جِزیہ لگا دیا۔ پھر عمر بن عبد العزیز والی (بادشاہ) ہوئے، اور ان لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ "ہم برباد ہوئے جاتے ہیں، ہماری تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے، عرب ہم پر پیہم چھاپے مارتے ہیں، انھوں نے ہم پر اتنا بار ڈال دیا ہے جو ہماری برداشت سے زیادہ ہے، اور الحجاج نے ہم پر بہت ظلم کئے ہیں" انھوں نے ان کی مردم شماری کرنے کا حکم دیا، اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ واقعی یہ لوگ اپنی اصل تعداد کا دسواں حصہ رہ گئے ہیں؛ کہا "میری رائے میں صلح نفری جِزیہ پر ہوئی تھی، زمین کے حساب سے نہیں ہوئی تھی؛ پس جو مر گیا، یا جو مسلمان ہوگیا، اس کا جِزیہ ساقط ہے"۔ اور ان پر ۸ ہزار درہم قیمت کے دو سو حُلّے مقرر کر دئیے۔ لیکن جب یوسف بن عمر، الولید بن یزید کے زمانہ میں العراق کا والی ہوا، تو اس نے الحجاج کی عصبیت کی بنا پر وہی جزیہ پھر مقرر کر دیا، حتیٰ کہ امیر المومنین ابو العبّاس رحمۃ اللہ خلیفہ ہوئے، انھوں نے اُن کے الکوفہ پہنچنے کے دن رستے میں ان کا استقبال کیا (سڑک پر

ریحاں بچھائی اور نچھاور کیا جب وہ مسجد سے اپنی قیام گاہ کی طرف واپس جا رہے تھے۔ اِن کی یہ بات اُنھیں پسند آئی۔ پھر انھوں نے اُن کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا، اور انھیں یہ بتایا کہ ہماری تعداد کم ہو گئی ہے، عمر بن عبدالعزیز نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا تھا، اور یوسف بن عمر نے یہ سلوک کیا، اور کہا کہ ہمارا نسب آپ کی ننھیال بنی الحارث بن کعب سے ملتا ہے۔ عبداللہ بن ربیع الحارثی نے ان کے معاملہ میں گفتگو کی، اور الحجاج بن أرطاۃ نے ان کے اس دعوے کی تصدیق کی؛ ابو العباس صلوٰۃ اللہ علیہ نے ان کے جِزیہ میں کمی کر دی، اور ۸ ہزار درہم قیمت کے دو سو حُلّے مقرر کر دیئے۔

ابو مسعود نے کہا: جب امیر المومنین ہارون الرشید خلیفہ ہوئے، اور حج کو جاتے ہوئے الکوفہ پر سے گزرے، تو اِن لوگوں نے اُن کے سامنے بھی اپنا معاملہ پیش کیا، اور اپنے اوپر عمال کی سختی کی شکایت کی، اور انھوں نے ان کو دو سو حُلّوں کے لئے ایک تحریر دے دی، اور وہ تحریر میں نے دیکھی ہے، اس میں لکھا تھا کہ انھیں عمال کے ذریعے معاملت سے معاف کیا جاتا ہے۔ آئندہ سے یہ اپنا جِزیہ بلا توسط بیت المال میں داخل کیا کریں؛

ہم سے حدیث بیان کی عمرو النّاقِد نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی عبداللہ بن وہب المصری نے، انھیں یُونُس بن یزید نے، اور انہیں ابن شہاب الزُّہری نے، کہ:- کفار قریش و عرب کی نسبت یہ آیتہ نازل ہوئی، وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ (قرآن ۲: ۱۸۹ - تم جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ مٹ جائے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو جائے)

اور اہل کتاب کے متعلق یہ آیتہ نازل ہوئی: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ الیٰ قولہ صَاغِرُونَ۔ (قرآن ۹: ۲۶-

تم ان سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر، اور نہ اس کے یوم آخر پر ایمان لاتے ہیں، اور نہ اس چیز کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کے لئے حرام کر دی ہے؛ اور نہ دینِ حق قبول کرتے ہیں۔ ....) جہاں تک ہمیں معلوم ہے، اہلِ کتاب میں سے سب سے اول اہلِ نجران نے جِزْیَہ دیا جو عیسائی تھے۔ پھر غزوۂ تبوکؔ کے موقع پر اہلِ اَیْلَہ وَاَذْرُح، اور اہلِ اَذْرِعات نے جِزْیَہ دیا۔

الیمن

کہتے ہیں :— جب اہل الیمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور اعلائے حق کی خبر ہوئی، تو ان کے وفد خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انھیں تحریر دی، جس میں یہ اقرار تھا، کہ وہ جن اموالِ اراضی اور مدفون خزانوں پر قابض ہیں، اسلام لانے کے بعد بدستور قابض رہیں گے۔ وہ اسلام لائے، اور آپ نے ان کی جانب اپنے پیغامبر اور عمّال روانہ کئے، کہ انھیں اسلام کی شریعت اور اس کی سنن کی تعلیم دیں، ان سے صدقات وصول کریں، اور ان میں سے جو نصرانیت و یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہیں، ان سے نفری جِزیَہ وصول کریں۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع بن الجرّاح نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ابراہیم التُستَری نے، اور ان سے الحسن نے، کہ :— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ الیمن کو تحریر فرمایا: "جس نے ہماری نماز پڑھی، اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا، اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا، وہ مسلمان ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہے۔ اور جس نے اس سے انکار کیا اس پر جِزیَہ ہے۔"

مجھ سے ہُذبَہ نے، ان سے یزید بن ابراہیم نے اور ان سے الحسن نے اسی کی مثل حدیث بیان کی۔

الواقدی نے کہا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سعید بن العاصی کو صَنعَاء اور اس کی زمین کا امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا۔ بعض کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المُہاجِر بن اُمَیّۃ بن المغیرۃ المخزومی کو صنعاء کا والی مقرر فرمایا تھا اور وہ انتقال کے وقت یہیں کی حکومت پر تھے۔ بعض کہتے ہیں: المُہاجِر کو صَنعَاء کا والی (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اور خالد بن سعید کو الیمن کی بالائی مخالیف کا والی کیا تھا۔"

ہشام بن الکلبی اور الہَیثَم بن عَدِی کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المُہاجِر کو کِندَہ اور الصَّدِف کا والی مقرر فرمایا تھا، آپ کے انتقال کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ نے یہاں کا والی زیاد بن لَبِیدُ البَیاضی کو کیا، جو انصار میں سے تھے اور ولایتِ حَضرَمَوت کے حاکم تھے، اور المُہاجِر کو صَنعَاء کی ولایت پر مامور کیا۔ پھر ان کو زیاد بن لَبِید کی مدد کرنے کو لکھا اور انھیں صَنعَاء سے معزول نہیں کیا۔"

اس پر سب کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیاد بن لَبِید کو حَضرَمَوت کا والی مقرر فرمایا تھا۔"

کہتے ہیں:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ الاشعری کو زَبِید، دِمَع، عَدَن اور ساحل کا؛ اور مُعَاذ بن جَبَل کو الجَنَد کا والی مقرر فرمایا۔ اور الیمن کی فصل خُصومات و تحصیل صدقات کا کام بھی انھیں کے سپرد فرمایا۔ اور نجَران کا والی عَمرو بن حَزم الانصاری کو مقرر فرمایا۔ بعض کہتے ہیں: نجَران کا والی عَمرو بن حَزم کے بعد ابوسفیان بن حَرب کو مقرر فرمایا تھا۔

مجھے عبداللہ بن صالح المُقری نے خبر دی؛ انھوں نے کہا مجھے ثقات نے خبر دی، اور انھیں ابن لَہِیعَہ نے، اور انھیں ابوالاسود نے اور انھیں عُروہ بن الزُّبَیر نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زُرْعَہ بن (۹۰)

ذی یزن کو تحریر فرمایا۔

"اما بعد جب تمھارے پاس میرے پیامبر معاذ بن جبل اور ان کے ساتھی پہنچیں، تو جتنا صدقہ اور جزیہ تمھارے ذمہ واجب ہو انھیں دے دینا۔ معاذ میرے فرستادوں کے امیر ہیں اور اپنے پیش رووں کے مقابلہ میں زیادہ صالح ہیں۔

مجھ سے مالک بن مُرارۃ الرہاوی نے بیان کیا ہے کہ حمیر میں سب سے پہلے تمھی نے مشرکوں کا ساتھ چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔ تمھیں بھلائی کی خوش خبری ہو۔ یا معشر حمیر! خبر دار خیانت اور کجروی اختیار نہ کرنا۔ اللہ کا رسول تمھارے امیروں اور فقیروں کا آقا ہے۔

صدقہ محمد کی آل کے لئے حلال نہیں ہے، کہ وہ زکوٰۃ ہے جس سے تم پاکی حاصل کرتے ہو اور ان کے لئے ہے جو مسلمانوں اور مومنوں میں سے فقیر ہیں۔

مالک نے خبر پہنچا دی ہے اور غیب کی بات رہنے دی ہے۔

معاذ میرے دوستوں میں ایک صالح آدمی ہیں، اور ان کے دین داروں میں سے ہیں! اس لئے میں تمھیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ والسلام۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یزید بن عبد العزیز نے، اور ان سے عمرو بن عثمان بن مُوہب نے، کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ کو یہ کہتے سنا ہے، کہ:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُعاذ بن جبل کو الیمن کا مُصدِّق[ع] مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ کھجور، گیہوں، جَو، انگور (یا کہا کہ کشمش) پر عُشر اور نصف عُشر ہے"۔

ع مُصدِّق، محصل زکوٰۃ، وہ شخص جو اہل نصاب سے صدقاتِ مفروضہ وصول کر کے بیت المال میں داخل کرے۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد نے، اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَمرو بن حَزم کو جب الیمن روانہ فرمایا، تو ان کے لئے حسبِ ذیل فرمان تحریر فرمایا:۔

"بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ یہ بیان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے، کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ (اے لوگو! کہ ایمان لا چکے ہو، اپنے عہد پورے کرو)۔ یہ محمد النّبی رسول اللہ کا عہد عَمرو بن حَزم کے لئے ہے، جب کہ اس کو الیمن کی طرف بھیجا، اور اس کو یہ حکم دیا، کہ وہ اپنے تمام معاملات میں خدا سے ڈرے، اور جو غنیمتیں ہاتھ آئیں ان میں سے اللہ کا پانچواں حصہ نکالے، مومنین کی املاک پر صَدَقہ ہے؛ اگر وہ ایسی زمین میں ہوں، جو آبِ رواں یا آبِ باراں سے سیراب ہوتی ہو، تو عُشر کے حساب سے لیا جائے۔ اور اگر وہ ایسی زمین میں ہوں، جو ڈول سے سیراب کی جاتی ہو، تو نصف عُشر کے حساب سے لیا جائے۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد بن عبد اللہ البکّائی نے، اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوکِ حِمیَر کے نام یہ نامہ تحریر فرمایا:۔

(۱۱) "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ محمد النبی رسول اللہ کی طرف سے الحارث بن عَبۡد کُلال و نُعَیم بن عَبۡد کُلال، و شرح بن عبد کُلال، اور النعمان امیرِ ذی رُعَین، و مَعَافِر و ہمدان کے نام۔

اما بعد۔ اگر تم نیکی پر قائم رہو، اور اللہ اور اس کے

رسول کی اطاعت کرو، اور نماز قائم رکھو، اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور غنیمتوں میں سے اللہ کا پانچواں حصہ اور اس کے رسول کا خالص حق ادا کرتے رہو، تو اللہ اپنی ہدایت سے تمہاری رہنمائی کرے گا۔ اللہ نے مومنین کی املاک پر جو صدقہ مقرر کیا ہے، وہ نہری اور بارانی زمینوں میں عُشر، اور چاہی زمینوں میں نصف عُشر کے حساب سے ہے۔"

ہشام بن محمدؒ الکلبی کہتا ہے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عَرِیب و الحارث فرزندان کُلال بن عَرِیب بن یَشرح کے نام تھا۔

ہم سے حدیث بیان کی یوسف بن موسی القطّان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جَرِیر بن عبدالحمید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی منصور نے، اور ان سے الحکم نے، کہ:۔ مُعاذ بن جَبَل جب الیمن میں تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ تحریر فرمایا کہ جو زمینیں بارش یا بہتے پانی سے سیراب ہوں، اُن پر عُشر ہے؛ اور جو لاؤ یا ڈول سے سیراب کی جائیں، ان پر نصف عُشر ہے۔ اور ہر شخص بالغ پر ایک دینار یا اس کے بدلے اسی قیمت کا مَعافِر ہے۔ اور یہ کہ کسی یہودی کو اس کے دین سے برگشتہ نہ کیا جائے"۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مروان بن معاویہ نے، ان سے الاَعمش نے، ان سے ابی وائل نے اور ان سے مَسرُوق نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُعاذ کو الیمن روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ "تیس گایوں میں سے ایک یک سالہ گائے؛ اور چالیس گایوں میں سے ایک پوری عمر کی گائے؛ اور ہر شخص بالغ سے ایک دینار یا مساوی قیمت کا مَعافِر وصول کریں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا مجھ سے

حدیث بیان کی شَیبان البُرجُمی نے، ان سے عَمرُو نے اور ان سے الحسن نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہَجَر و مجوسِ الیمن سے جزیہ لیا، اور ان میں سے ہر بالغ مرد و عورت پر ایک دینار یا اسی قیمت کا مَعَافِر فرض فرما دیا۔"

(۴۲) ہم سے حدیث بیان کی عَمرُو النّاقد نے، اِن سے عبداللہ بن وَہب نے، ان سے مَسلَمہ بن علی نے، ان سے المُثنّیٰ بن الصَّباح نے، ان سے عَمرو بن شُعَیب نے ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل الیمن کے ہر بالغ پر ایک دینار فرض فرما دیا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن ابی شَیبۃ الاُبُلّی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی قَزَعَہ بن سُوَید البَاہلی نے، اور انھوں نے کہا میں نے زکریا بن اسحاق کو یحییٰ بن صَیفِی یا ابی معبد کے حوالے سے یہ بیان کرتے سُنا کہ ابن عباس کہتے تھے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُعَاذ بن جَبَل کو الیمن روانہ فرماتے وقت فرمایا "تم اہلِ کتاب میں سے جس قوم میں پہنچو، پہلے اس سے یہ کہنا کہ اللہ نے تجھ پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور جب وہ یہ بات مان لے تو پھر یہ کہنا، کہ اللہ نے تجھ پر سال بھر میں ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں، اور جب وہ یہ بات بھی مان لے تو پھر یہ کہنا کہ اللہ نے تیرے اہلِ استطاعت پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے، اور جب وہ یہ بات بھی مان لے تو پھر یہ کہنا، کہ اللہ نے تیرے اموال پر صدقہ فرض کیا ہے جو تیرے اُمرا سے لیکر تیرے غربا کو دیا جائے گا، اور جب وہ یہ بات بھی مان لے تو پھر تم پر اس کی قیمتی جائداد اور مال کی حفاظت اور اس کے مظلوموں کی دادرسی فرض ہے، کیونکہ پھر اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہے۔"

ہم سے شَیبان نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے حَمّاد بن سَلَمہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الحجّاج بن اَرطَاۃ نے کہا، اور ان سے عثمان بن

عبد اللہ نے، کہ المغیرہ بن عبد اللہ کہتے تھے:۔ الحجاج نے کہا کہ "تمام سبزیوں (یعنی ترکاریوں) پر صدقہ دینا چاہیے۔" (یہ سن کر) ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے کہا: "سچ کہا۔" اس پر موسیٰ بن طلحہ نے ابو بردہ سے کہا: یہ شخص دعویٰ کرتا ہے، کہ اس کا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو الیمن روانہ فرمایا، اور انھیں حکم دیا کہ کھجور، گیہوں، جو اور کشمش پر صدقہ لیں۔"

مجھ سے حدیث بیان کی عمرو النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے، ان سے عمرو بن عثمان نے، اور ان سے موسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ نے، کہ:۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان دیکھا ہے، جو آپ نے معاذ بن جبل کو الیمن روانہ فرماتے وقت عطا فرمایا تھا؛ اس میں مرقوم تھا کہ، گیہوں، جو، کشمش اور اناج میں صدقہ وصول کیا جائے۔"

(۳ ہم سے حدیث بیان کی علی بن عبد اللہ المدینی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سفیان بن عیینہ نے، اور ان سے ابن ابی نجیح نے، کہ:۔ میں نے مجاہد سے پوچھا: "(حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اہل الشام پر اہل الیمن سے زیادہ جزیہ کیوں مقرر کیا؟ انھوں نے کہا: "ان کی خوش حالی کی وجہ سے۔"

ہم سے حدیث بیان کی الحسین بن علی بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے، ان سے سفیان نے، ان سے ابراہیم بن میسرہ نے، اور ان سے طاؤس نے، کہ:۔ معاذ بن جبل کے الیمن آنے کے بعد ان کے سامنے گائے، بیل، اور شہد کے اوقاص کا مسئلہ پیش کیا گیا، انھوں نے کہا: مجھے ان چیزوں میں زکوٰۃ لینے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا

ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ ابن المبارک نے، ان سے مَعْمَر نے، ان سے یحییٰ بن قیس المازنی نے، اور ان سے ایک اور نے، اور اس سے اَبْیَض بن حَمَّال نے، کہ:- میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مارِب کا نمک جاگیر میں مانگا! ایک شخص نے کہا، "وہ کبھی نہ ٹوٹنے والے پانی کی طرح ہے" اور آپ نے اس کے عطا فرمانے سے انکار فرما دیا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلَّام وغیرہ نے، ان سے اسمٰعیل بن عیّاش نے، اور ان سے عَمرو بن یحییٰ بن قیس المازِنی نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ایک اور نے، اور اس سے اَبیض بن حمّال نے، اور وہ حدیثِ بالا کی مثل تھی۔

مجھ سے حدیث بیان کی احمد بن اِبراہیم الدَّورَقِی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو داؤد الطَّیالِسی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی شعبہ نے، ان سے سِماک نے، ان سے عَلْقَمہ بن وائل الحضرمی نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (یعنی عَلْقَمہ کے والد کو) حَضْرَمَوت میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی۔"

مجھ سے علی بن عبد اللہ بن ابی سَیف غلام آزاد کردۂ قریش نے مَسْلَمہ بن مُحارِب کے حوالے سے بیان کیا، کہ:- الحجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف جب الیمن کا والی ہوا، تو اس نے رعایا کے ساتھ بدسلوکیاں کیں، ان پر ظلم کیا اور ان کی زمینیں ناحق چھین لیں (ان میں سے ایک زمین الحُرَجَہ تھی)، اور ان پر ایک (جدید) خراج مقرر کیا اور وہ ان پر لازم کر دیا۔ لیکن جب عُمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے، تو انھوں نے اپنے عامل کو لکھا اور یہ حکم دیا کہ یہ زائد خراج بند کر دیا جائے، اور صرف عُشر پر اکتفا کی جائے۔" اور کہا، "خدا کی قسم، اگر میرے پاس مٹھی بھر الکَتَم[عہ] بھی نہ آئے، تو وہ مجھے اس زائد خراج کو بحال رکھنے کے مقابلے میں

عہ ایک گھانس ہے، اس سے بال رنگے جاتے ہیں اور وسّتانی بنائی جاتی ہے۔ رنگ نیلا ہوتا ہے۔

زیادہ پسند ہے۔" پھر جب یزید بن عبد الملک والی (=بادشاہ) ہوا تو اس نے یہ خراج پھر جاری کر دیا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن محمد الزَّعفَرانی نے، ان سے الشافعی نے، اور ان سے ابی عبد الرحمٰن ہشام بن یوسف قاضیٔ صَنعَاء (۴۴) نے، کہ: "اہلِ خُفَاش نے ایک جھلی کے ٹکڑے پر (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر دکھائی، جس میں الوَرْس؎ پر زکوٰۃ دینے کا حکم مرقوم تھا۔"

مالک، اور ابن ابی ذئب، اور تمام حجازی فقہا، اور سفیان الثَّوری، اور ابو یوسف کہتے ہیں: "الوَرْس، الوسم، القِرطِا، الکَتَم، الحِناء اور الورد پر زکوٰۃ نہیں ہے۔"

ابو حنیفہ کہتے ہیں: ان سب میں زکوٰۃ ہے خواہ کم ہوں یا زیادہ۔

مالک کا قول زعفران کے متعلق یہ ہے، کہ جب اس کی قیمت دو سو درہم تک پہنچ جائے، اور وہ بک جائے، تب اس پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ اور یہی قول ابو الزناد کا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مالک نے کہا: زعفران میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ابو حنیفہ اور زُفر کہتے ہیں: (زعفران کی) قلیل و کثیر ہر مقدار پر زکوٰۃ ہے۔ ابو یوسف اور محمد بن الحسن کہتے ہیں: جب وہ اتنی قیمت کی ہو جائے، جتنے پانچ وسق گیہوں یا کھجور یا جو یا دال یا اناج کی کسی اور قسم کی کم سے کم قیمت ہوتی ہے، اسوقت اس میں صَدَقہ ہے۔

سبزی ترکاری کے متعلق، ابن ابی لَیلیٰ کہتے ہیں: ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور یہی قول الشَّعبی کا ہے۔ عَطَاء اور ابراہیم النَّخعی کہتے ہیں: "عُشری زمین میں جو کچھ پیدا ہو، اس کی قلیل و کثیر ہر مقدار میں عُشر یا نصف عُشر ہے۔"

؎ ایک قسم کی گھانس ہے۔ صرف الیمن میں پیدا ہوتی ہے۔ عورتیں اس کا غازہ بناتی ہیں اور چہرے پر لگاکے ملتی ہیں کہ چہرے کی جھائیاں اور جھریاں مٹ جائیں (ابو داؤد، باب ماجاء فی وقت النفساء)

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے سعید بن سالم نے، ان سے الصلت بن دینار نے، اور ان سے ابن ابی رجاء العطاردی نے، کہ: "ابن عباس، البصرہ میں ہم سے صدقات وصول کرتے تھے، اور الکراث عہ کے دستجوں پر بھی صدقہ لیتے تھے۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن المبارک نے ان سے معمر نے، اور ان سے طاؤس و عکرمہ نے، کہ: "الورس اور روئی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔"

ابو حنیفہ اور بشر اُن ذمیوں کے بارے میں، جن کے پاس عشری زمینیں ہوں، مثلاً: اہل الیمن، جنھوں نے قبضۂ زمین کی حالت میں اسلام قبول کیا تھا، اور البصرہ، جو مسلمانوں نے آباد کیا، نیز وہ اراضی، جو خلفاء نے جاگیر کے طور پر دی تھیں، اور جن میں کسی مسلمان یا معاہد کو کوئی حق نہیں ہے؛ کہتے ہیں: "ان کی گردنوں پر جزیہ، اور ان کی اراضی پر بقدرِ برداشت خراج مقرر کیا جائے، اور اس کا چلن خراجی مال کے چلن کی طرح ہونا چاہیے، ان میں سے جو مسلمان ہو جائے، اس سے جزیہ نہ لیا جائے، اور اس کی زمین میں السواد کے قیاس پر مستقل بندوبست کیا جائے۔" اور یہی قول ابن ابی لیلیٰ کا ہے۔

(۵۱۵) ابن شبرمہ اور ابو یوسف کہتے ہیں: "ان کی گردنوں پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر مسلمانوں سے دگنا خراج لگایا جائے، جو یا خمس ہو یا عشر ہو۔" اس میں انھوں نے نصارائے بنی تغلب کے معاملہ پر قیاس کیا ہے۔

ابو یوسف یہ بھی کہتے ہیں: ان سے جو کچھ وصول ہو اس کی حیثیت خراج کی سی ہے۔ لیکن اگر وہ ذمی مسلمان ہو جائیں، یا ان کی زمینیں کسی مسلمان کے پاس آ جائیں، تو پھر وہ عشری اراضی ہو جائیں گی۔ اور یہی بات

عہ ایک بدبودار ترکاری، غالباً لہسن (لہسن)

عطاء اور الحسن سے بھی روایت کی گئی ہے۔ ابن ابی ذئب، اور ابن ابی سبرہ، اور شریک بن عبد اللہ النخعی، اور الشافعی کہتے ہیں: ان کی گردنوں پر جزیہ ہے،اور ان کی اراضی پر عشر و خراج نہیں ہے؛ کیونکہ وہ ان میں سے نہیں ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے،اور نہ ان کی زمین خراج کی زمین ہے۔اور یہی قول الحسن بن صالح بن حیّ الہمدانی کا ہے۔

سفیان الثوری، اور محمدؒ بن الحسن کہتے ہیں: ان پر عشر ہے بغیر اس کے کہ ان سے دُگنا لیا جائے؛ کیونکہ اصل میں معاملہ زکوٰۃ کا ہے، اور اس میں مالک پر نظر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

الأوزاعی، اور شریک بن عبد اللہ کہتے ہیں: اگر وہ ایسے ذمّی ہوں جیسے الیمن کے یہودی تھے، جو اس حال میں اسلام لائے کہ ملک پر قابض تھے، ان سے جزیہ کے سوا کچھ نہ لیا جائے؛ نہ عشری زمینوں میں سے کوئی زمین خریدنے دی جائے، اور نہ اس پر قابض ہونے دیا جائے۔

الواقدی کہتا ہے: میں نے مالک سے یہود الحجاز میں سے ایک ایسے یہودی کے متعلق سوال کیا، جو الجُرف میں کوئی زمین خرید کر اس میں کھیتی باڑی کرتا ہو؟ انھوں نے جواب دیا: اس سے عشر لیا جائے گا۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ اگر کوئی ذمّی عشری زمین کا مالک ہو جائے تو پھر اس کی زمین پر عشر نہیں رہتا؟ انھوں نے کہا: یہ اس صورت میں ہے جب وہ اپنے ملک میں مقیم ہو؛ لیکن ایسی صورت میں کہ وہ اپنے ملک سے نکل جائے (یہ حکم باقی نہیں رہتا، اور) یہ تجارت ہو جاتی ہے۔

ابو الزناد، اور مالک بن أنس، اور ابن ابی ذئب، اور الثوری، اور ابو حنیفہ، اور یعقوب، ایسے تغلبی کی نسبت، جو عشری زمینوں میں سے کسی زمین میں زراعت کرتا ہو، کہتے ہیں: اس سے دُگنا عشر لیا جائے۔ لیکن اگر وہ عشری کھیت کرایہ پر لے، تو اس کے متعلق مالک، اور الثوری، اور

عہ مطلب یہ ہے کہ ٹیکس ان کی ذات پر ہے، ملکیت یا جائداد یا آمدنی پر نہیں ہے۔

ابن ابی ذئب، اور یعقوب کہتے ہیں، کہ کھیتی والے پر عُشر ہے۔ اور ابوحنیفہ کہتے ہیں: زمین والے پر ہے؛ اور یہی قول زُفر کا ہے۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں، اگر کوئی شخص اپنی زمین کا عُشر دو سال تک نہ دے، اور پھر (تیسرے سال) دے، تو سلطان کو اس سے صرف ایک عُشر لینا چاہئے۔ اور یہی حکم خراج کی زمین کے متعلق ہے۔ مگر ابو بِشر کہتے ہیں، اس سے پچھلا بھی وصول کیا جائے، کیوں کہ یہ حق ہے جو اس کے مال میں واجب ہوگا۔"

عُمَان

کہتے ہیں۔ عُمَان پر اَزدیوں کا غلبہ تھا؛ لیکن صحراؤں میں ان کے علاوہ (۸۶)
اور بھی بہت سے لوگ آباد تھے۔ ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابو زید الاَنصارِی یکے از الخَزْرج کو، جو ان لوگوں میں سے ایک تھے
جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن مجید
جمع کیا تھا؛ اور عَمرو بن العاصی السّہمی کو عُبَید وجَیفر فرزندانِ جُلندی کے
پاس نامہ دے کر روانہ فرمایا جس میں ان کو اِسلام کی دعوت دی تھی؛ اور
(دونوں سے زبانی) فرمایا: اگر وہ لوگ حق کی گواہی دیں، اور اللہ اور
اس کے رسول کی اطاعت کریں، تو عَمرو ان کا امیر ہو، اور ابو زید ان کو نماز
پڑھائے، اور ان میں اسلام کی اشاعت کرے، اور انھیں قرآن وسنن کی
تعلیم دے۔ یہ دونوں عُمَان گئے، اور عُبَید وجَیفر سے سمندر کے کنارے
صُحَار میں ملے، اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک دیا، انھوں نے
نے اسلام قبول کیا، پھر انھوں نے عربوں کو اسلام کی دعوت دی؛
وہ بھی اسلام لائے، اور اس میں دلچسپی لینے لگے۔

عَمرو و ابو زید، عُمَان ہی میں رہے، حتےٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ بعض کہتے ہیں: ابو زید اس سے پہلے المدینہ

آ گئے تھے۔

ابو زید کے نام میں اختلاف ہے۔ الکلبی کہتا ہے: ان کا نام قیس بن سَکَن بن زید بن حَرام تھا۔ اور بصریوں میں سے بعض کہتے ہیں: عَمرو بن اُخْطَب تھا اور یہ عَزْرَہ بن ثابت بن عَمرو بن اُخطَب کے دادا تھے اور سعید بن اُوس الانصاری کہتے ہیں: ان کا نام ثابت بن زید تھا۔

کہتے ہیں:۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، تو اَزْدِی مرتد ہوگئے اور ان کا سردار لَقیط بن مالک ذُوالتّاج، دُبّا کی طرف بھاگ گیا۔ بعض کہتے ہیں: وہ دُمّا کی طرف بھاگا تھا جو دُبّا میں ہے۔

(حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حُذَیْفَہ بن مِحْصَن البَارقی کو جو اَزدِیوں میں سے تھے، اور عِکْرِمَہ بن ابی جَہل بن ہشام المخزومی کو اس کے مقابلہ پر بھیجا، انھوں نے لَقِیط اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا، اور اہل دُبّا میں سے جو گرفتار ہوئے ان کو لونڈی غلام بنا کر (حضرت) ابوبکر رحمہ اللہ کے پاس بھیجدیا۔ پھر اَزدی تو اسلام کی طرف رجوع ہوگئے، (،،) مگر اہل عُمَان میں سے بعض گروہ مرتد ہو کر الشِّحْر کی طرف بھاگ گئے، عِکْرِمَہ نے ان کا تعاقب کیا، ان پر فتح پائی۔ اور غنیمت حاصل کی، اور ان کے ایک حصہ کو تہ تیغ کیا۔ پھر قبیلہ مَہْرَہ بن حَیْدان بن عَمرو بن الحاف بن قُضَاعہ نے ایک جتھا بنایا، عِکْرِمَہ اس پر اچانک جا پڑے۔ اور اس نے بغیر جنگ صَدَقَہ ادا کر دیا۔ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حُذَیْفَہ بن مِحْصَن کو عمان کا والی مقرر کیا، اور وہ یہیں رہے، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد انھوں نے عِکْرِمَہ کو الیمن بھیجا۔

اس کے بعد عُمَان والے اسلام پر قایم رہے اور اپنے اموال پر صدقات دیتے رہے۔ اور یہاں کے ذِمّیوں سے ان کے افراد پر جِزْیَہ لیا جاتا رہا، حتےٰ کہ الرشید صلوٰۃ اللہ علیہ کی خلافت کا زمانہ آیا، اور انھوں نے عیسیٰ بن جعفر بن سُلَیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباس کو عُمَان کا والی مقرر کیا، وہ اپنے ساتھ اہل البصرہ میں سے ایسے لوگوں

کو لے کر جو عورتوں کو بے عصمت کرتے تھے، لوٹتے تھے، اور گاتے بجاتے تھے، عُمَان کی طرف روانہ ہوا، اہل عمّان نے جن میں اکثریت شُرَاۃ (یعنے خوارج) کی تھی، یہ خبر پاکر عیسیٰ سے جنگ کی، اور اس کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا، اس پر غالب ہوئے، اور اس کو قتل کر کے سولی پہ چڑھا دیا: پھر یہ لوگ سلطان سے بھی بگڑ گئے، اس کی اطاعت سے انکار کر دیا، اور اپنوں ہی میں سے ایک کو اپنا والی بنا لیا۔

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ میں ابوزید کو نامہ دے کر عُبَید و جَیفَر فرزندان جُلَندی الاَزدِی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ اور پھر شہ میں عمرو کو بھی ان کے اسلام لانے کے تھوڑے دن بعد روانہ فرمایا۔ یہ اور خالد بن الولید، اور عثمان بن طلحۃ العبدی حَبَشَہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور صفر شہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوزید سے فرمایا تھا: "مسلمانوں سے صدقہ لو اور مجوسیوں سے جزیہ"۔

مجھ سے ابوالحسن المدائنی نے المُبارک بن فُضَالہ کے حوالے سے بیان کیا کہ:۔ عمر بن عبد العزیز نے عَدِی بن اَرطاۃ الفَزَارِی کو، جو البصرہ پر ان کے عامل تھے، لکھا۔

اما بعد۔ میں نے عَمرو بن عبد اللہ کو لکھا تھا، کہ تم عُمَان میں اناج اور کھجوروں کے جو عشور وصول کرو وہ وہاں کے ان فقیروں اور بادیہ نشینوں میں، جو تمھارے پاس آئیں، اور ان لوگوں میں جنھیں احتیاج یا غربت یا رستے کی خرابی نے عمّان کا رخ کرنے پر مجبور کیا ہو، تقسیم کردو۔ اس کا انھوں نے مجھے یہ جواب دیا ہے، کہ میں نے اس کے عامل سے جو میرے پاس آیا تھا، عشوری خوراکوں اور کھجوروں کا

مطالبہ کیا، اس نے کہا: میں ان کو بیچ کر (ان کی قیمت علیؓ کے پاس) بھیج چکا ہوں۔ لہٰذا تم وہ قیمت، جو تمھارے عثمانؓ کے عامل نے تمھیں بھیجی ہے، عمروؓ کے پاس واپس بھیجدو، تاکہ وہ اس رقم کو انہی کاموں میں خرچ کرے، جن کاموں میں خرچ کرنے کا میں نے اس کو حکم دیا ہے۔ انشاءاللہ والسّلام۔"

البحرین

کہتے ہیں :- ارض البحرین ، فارس کی مملکت میں تھی، اور اس کے صحراؤں میں، عربوں میں سے عبدالقیس وبکر بن وائل اور تمیم کی ایک خلق کثیر آباد تھی۔ عربوں پر فارس کی طرف سے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں المنذر بن ساوی، یکے از بنی عبد اللہ بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ، حاکم تھا۔ یہ عبد اللہ بن زید وہی الاسبذی ہے جو ہجر کے ایک گاؤں الاسبذ کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے، کہ بعض کہتے ہیں : یہ الاسبذیین کی طرف منسوب ہے، جو البحرین میں ایک قوم تھی، اور وہ گھوڑے کی پرستش کرتی تھی۔

سنہ کی ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العلاء بن عبد اللہ بن عماد الحضرمی، حلیف بنی عبد شمس، کو البحرین کی طرف روانہ فرمایا، کہ اس کے باشندوں کو اسلام یا جزیہ کی دعوت دیں اور ان کے ہاتھ المنذر بن ساوی وسیبخت مرزبان ہجر کے نام خطوط تحریر فرماکر روانہ فرمائے، جن میں انھیں اسلام یا جزیہ کی دعوت دی تھی۔ یہ دونوں اسلام لائے، اور ان کے ساتھ وہاں کے تمام عربوں اور بعض عجمیوں نے بھی اسلام قبول کیا، لیکن اور باشندوں

میں سے مجوس و یہود اور نصاریٰ نے العلاء سے مصالحت کرلی، اور انکے اور اُن کے درمیان ایک اقرار نامہ لکھا گیا جو یہ تھا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ وہ اقرار نامہ ہے جس پر العلاء الحضرمی نے البحرین کے باشندوں سے مصالحت کی۔ اس نے ان سے یہ بات طے کی ہے، کہ وہ مسلمانوں کو محنت سے الگ رکھ کر ہمارے ساتھ کھجوریں تقسیم کیا کریں گے؛ جو اس کو پورا نہ کرے، اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

اور یہ کہ نفری جِزْیَہ ہر شخص بالغ پر ایک دینار کے حساب سے وصول کیا جائے گا۔ (۷۹)

مجھ سے حدیث بیان کی عبّاس بن ہشام نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے الکلبی نے، ان سے ابو صالح نے، اور ان سے عبّاس نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل البحرین کو تحریر فرمایا:۔

اما بعد۔ اگر تم نماز قائم رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے، اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خلوص رکھو گے، اور کھجوروں پر عُشر اور اناج پر نصف عُشر دیتے رہو گے، اور اپنی اولاد کو مجوسی نہ بناؤ گے۔ تو وہ سب کچھ تمھارے ہی پاس رہے گا جو قبولِ اسلام کے وقت تمھارے قبضہ میں ہو گا؛ لیکن آتشکدہ اللہ اور اس کے رسول کا حق ہوں گے۔ اگر تم اس سے انکار کرو گے تو تم پر جِزْیَہ لازم ہو گا۔"

یہود اور مجوس نے اسلام سے کراہت کی، اور جِزْیَہ دینا بہتر سمجھا؛ اس پر منافقینِ عرب نے کہا: محمدؐ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اہل کتاب کے سوا کسی سے جِزْیَہ قبول نہیں کریں گے، پھر یہ ہجر کے یہودیوں سے جِزْیَہ کیسے قبول کر لیا؟ حال آں کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں۔" اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (۵:۱۰۴)۔ اے ایمان والو، ذرا اپنی خبر رکھو، ایسا نہ ہو کہ

ہدایت پانے کے بعد گمراہوں کے دام میں آکر زیاں کار ہو جاؤ) او۔
یہ بھی روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلعلاءکو البحرین
اس وقت روانہ فرمایا تھا جب (سنہ ٦ھ میں) بادشاہوں کے پاس قاصد روانہ
فرمائے تھے۔

مجھ سے حدیث بیان کی مُحمّد بن مُصَفّٰی الحِمصی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی محمّد بن المُبارِک نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عتّاب بن زیاد نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی محمّد بن مَیمُون نے، ان سے مُغیرۃ الاَزدِی نے، ان سے محمّد بن زید بن حَیّان الاَعرَج نے، اور ان سے العلاء بن الحضرمی نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے البحرین (یا کہا کہ ہَجَر) روانہ فرمایا، میں بھائیوں کے درمیان دیوار بن کر آیا کیوں کہ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا تھا، میں مسلمانوں سے عشر اور مشرکوں سے خراج لیتا تھا۔"

ہم سے حدیث بیان کی القاسِم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عثمان بن صالح نے، ان سے عبد اللہ بن لَہِیعَہ نے، ان سے ابو الاَسوَد نے اور ان سے عُروَہ بن الزُّبیر نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہَجَر کو تحریر فرمایا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محمّد النبی کی جانب سے اہل ہجر کے نام۔ تمھیں امن دیا گیا ہے۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اما بعد۔ میں تمھیں اللہ کے لئے، اور خود تمھاری ذات کے لئے وصیت کرتا ہوں، کہ ہدایت پانے کے بعد گمراہ نہ ہونا، اور رُشد حاصل کرنے کے بعد غلط روی اختیار نہ کرنا۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کی مجھے اطلاع ہو گئی ہے۔ تم میں سے جو نیک کردار رہے گا، اس پر بدکردار کا گناہ نہیں

ڈالا جائے گا۔

جب میرے امرا تمھارے پاس پہنچیں، تو اللہ کے کام اور اس کے رستے میں ان کی اطاعت اور نصرت و اعانت کرنا۔ تم میں سے جو نیک کام کرے گا وہ اللہ کے ہاں اور میرے ہاں ضائع نہیں ہوگا۔ (۸۰)

تمھارا وفد میرے پاس آیا، اور میں نے اس سے کوئی بات ایسی نہیں کی جو ناخوش کرنے والی ہو؛ حال آں کہ اگر میں اپنا پورا حق لینے کی کوشش کرتا تو تمھیں ہَجَر سے نکال دیتا۔ میں نے تمھارے غائب کی رعایت کی ہے اور حاضر کے ساتھ مہربانی برتی ہے۔ فاذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن موسیٰ نے، ان سے شَیبان النحوی نے، اور ان سے قَتادہ نے، کہ:- البَحرَین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ ان میں سے بعض نے (بطیب خاطر) اسلام قبول کیا، اور بعض نے اناج اور کھجوروں کی نصف تقسیم پر مصالحت کر لی۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحسن بن صالح نے، ان سے الاَشعَث نے اور ان سے الزُّہری نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہَجَر سے جِزیہ لیا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی قَیس بن الرَّبیع نے، ان سے قَیس بن مُسلِم نے، اور ان سے الحسن بن محمد نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجوسِ ہَجَر کو اسلام کی دعوت دی، تو یہ تحریر فرمایا: اگر تم مسلمان ہو جاؤ، تو تمھارے

وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں، اور تم پر وہی فرائض ہیں جو ہم پر ہیں؛ اور انکار کرنے والے پر جزیہ ہے۔ ہم نہ تمھارے ہاتھ کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ تمھاری عورتوں سے نکاح کریں گے"۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، ان سے ابن المُبارک نے، ان سے یونس بن یزید الاَیلی نے، ان سے الزُّہری نے، اور ان سے سعید بن المُسَیّب نے، کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسِ ہَجَر سے اور (حضرت) عمرؓ نے مجوسِ فارس سے، اور (حضرت) عثمان نے بَربَر سے جزیہ لیا۔

ہم سے الحُسَین نے، ان سے یحیٰی نے، ان سے عبداللہ بن اِدریس نے، ان سے مالک بن اَنس نے اور ان سے الزُّہری نے اسی کی مثل حدیث بیان کی۔

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو النَّاقِد نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی عبداللہ بن وَہب نے، انھیں یحیٰی بن عبداللہ بن سالم بن عبداللہ بن عمرو نے، اور انھیں موسیٰ بن عُقبَہ نے، کہ:— نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المُنذِر بن ساوی کو یہ نامہ تحریر فرمایا:—

محمد النبی کی جانب سے المُنذِر بن ساوی کے نام۔ تجھے امن دیا گیا ہے۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

امابعد۔ تیرا خط میرے پاس آیا، اور جو کچھ اس میں لکھا تھا میں نے سُنا۔ جو ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلم ہے؛ اور جو اس سے انکار کرے اس پر جزیہ ہے"۔ (۱۸۱)

مجھ سے حدیث بیان کی عَبَّاس بن ہشام الکَلبی نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابن عبّاس نے، کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المُنذِر

بن ساوی کو نامہ تحریر فرمایا، وہ اسلام لایا، پھر اس نے اہل ہجر کو دعوت دی؛ ان میں سے بعض راضی ہو گئے، اور بعض نے کراہت کی؛ عربوں نے اسلام قبول کیا، اور مجوس و یہود جزیہ پر راضی ہو گئے اور وہ ان سے وصول کیا گیا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شیبان بن فروخ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سلیمان بن المغیرہ نے، اور انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمید بن ہلال نے، کہ :- العلاء بن الحضرمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں البحرین سے ایک رقم بھیجی، جو ۸۰ ہزار دینار کے قریب تھی، اتنی رقم آپ کے پاس نہ اس سے پہلے کبھی آئی اور نہ اس کے بعد۔ آپ نے اس میں سے اپنے چچا (حضرت) عباسؓ کو حصہ عطا فرمایا۔

مجھ سے حدیث بیان کی ہشام بن عمار نے، ان سے اسمٰعیل بن عیاش نے، اور ان سے عبدالعزیز بن عبید اللہ نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضائع کسریٰ کے پاس، جو ہجر میں تھے، داعی بھیجے، مگر انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا؛ آپ نے ان میں سے ہر شخص پر ایک دینار جزیہ مقرر فرما دیا۔

کہتے ہیں :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العلاء کو معزول کر کے ابان بن سعید بن العاصی بن امیہ کو البحرین کا والی مقرر فرمایا۔ ایک جماعت کہتی ہے : وہ البحرین کے اس ناحیہ پر تھے، جس میں القطیف ہے؛ اور ابان اس ناحیہ پر تھے، جس میں الخط ہے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

کہتے ہیں :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد ابان، البحرین سے المدینہ آئے، اہل البحرین نے (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ العلاء کو ان کے پاس واپس بھیجدیں، اور انھوں نے ان کو واپس بھیجدیا۔ العلاء یہاں کے والی

رہے، حتیٰ کہ ۲۰ھ میں انھوں نے یہیں انتقال کیا۔ پھر (حضرت) عمرؓ نے ان کی جگہ ابُو ہُرَیرَۃُ الدَّوْسِیِ کو والی کیا۔ اور بعض کہتے ہیں: (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے العلاء کے وفات پانے سے قبل ہی ابُو ہُرَیرہ کو والی کر دیا تھا، اور العلاء ارضِ فارس میں توجّ آگئے تھے اور انھوں نے مستقلاً یہیں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا؛ لیکن پھر البحرین واپس آگئے، اور یہیں وفات پائی۔ ابو ہُرَیرہ کہتے تھے: جب ہم العلاءؓ کو دفن کر چکے، تو ہمیں اینٹ ہٹانے کی ضرورت ہوئی، اور ہم نے اینٹ ہٹائی، تو العلاءؓ کو قبر میں نہیں پایا۔

ابو مخنف کہتا ہے:- (حضرت) عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ نے العلاء ابن الحضرمی کو جو البحرین میں ان کے عامل تھے، واپس آنے کا حکم دیا، (اور ان کی جگہ) عثمان بن ابی العاصی الثقفی کو البحرین و عمان کا والی کیا اور العلاء کو ان کے المدینہ پہنچنے کے بعد عُتبہ بن غزوان کی جگہ البصرہ کا والی کیا۔ مگر وہ یہاں پہنچنے سے قبل وفات پا گئے۔ یہ ۱۴ھ یا اوائل ۱۵ھ میں ہوا۔ پھر (حضرت) عمرؓ نے قُدامہ بن مَظعُون الجُمَحِی کو البحرین میں خراج پر، اور ابو ہُرَیرہ کو نماز اور پولیس پر مقرر کیا۔ بعد میں قُدامہ کو معزول کر دیا، اور شراب پینے کے جرم میں ان پر حد جاری کی؛ ابو ہُرَیرہ بدستور نماز اور پولیس پر رہے، لیکن بعد میں ان کو بھی معزول کر دیا، ان کا مال ضبط کر لیا اور ان کی جگہ عثمان بن ابی العاصی کو البحرین و عُمان کا والی کیا۔

مجھ سے العُمَرِیؒ نے الہیثم کے حوالے سے کہا:- قُدامہ تحصیل (جبایتہ) اور پولیس پر تھے اور ابُو ہُرَیرہ نماز اور قضا (-عدالت) پر۔ انھوں نے قُدامہ کے خلاف ایک بات کی گواہی دی، (حضرت) عمرؓ نے قُدامہ کی جگہ ان کو البحرین کا والی کر دیا، پھر انھیں بھی معزول کیا، ان کے مال کا ایک حصہ ضبط کر لیا اور ان کو واپس آنے کا حکم دیا، انھوں نے انکار کیا (حضرت) عمرؓ نے ان کی جگہ عثمان بن ابی العاصی کو والی کر دیا؛ (حضرت عمرؓ) کے انتقال

۱؎ یعنی ابو عمر حفص بن عُمر الدُّوری (ابن قتیبہ، کتاب المعارف)

کے وقت تک وہ یہاں کے والی تھے۔ جب یہ فارس گئے تو عُمّان والبحرین پر ان کے قائم مقام ان کے بھائی مُغیرہ بن ابی العاصی ہوئے، اور بعض کہتے ہیں، حفص بن ابی العاصی ہوئے۔

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن فَرّوخ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو ہلال الرّاسِبی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی محمّد بن سیرِین نے، اور ان سے ابُو ہُرَیرہ نے، کہ:۔ عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ نے مجھے البَحرَین کا عامل مقرر کیا، میرے پاس بارہ ہزار (درہم) جمع ہو گئے، جب میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: "اے اللہ کے اور مسلمانوں کے دشمن (یا یہ کہا کہ اس کی کتاب کے دشمن)! تو نے اللہ کا مال چرایا ہے۔" میں نے کہا: نہ میں اللہ کا دشمن ہوں نہ مسلمانوں کا (یا کہا کہ اس کی کتاب کا) بلکہ میں اس کا دشمن ہوں جو ان سے دشمنی کرے۔ یہ مال (جو آپ میرے پاس دیکھتے ہیں) مجھے گھوڑوں کی افزائش نسل، اور ان حصوں سے حاصل ہوا ہے جو میرے پاس جمع ہو گئے تھے۔ لیکن عمرؓ نے مجھ سے وہ بارہ ہزار (درہم) لے لئے۔ دوسرے دن میں نے نماز میں دعا مانگی کہ خدایا! عمرؓ کا گناہ معاف کر دے۔ وہ کہتے ہیں: عمر اہل البحرَین سے جو کچھ لیتے تھے اس سے افضل شئے انھیں دیتے تھے۔ اس کے بعد پھر (عمرؓ نے) مجھ سے کہا: "ابو ہُریرہ! کیا تم عامل بنا قبول کرو گے"؟ میں نے کہا: "نہیں"۔ پوچھا: کیوں؟ (حضرت) یوسف جو تم سے زیادہ افضل تھے عامل رہ چکے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ (قرآن ۱۲:۵۵۔ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو) میں نے کہا: "وہ نبی تھے، اور نبی کے بیٹے تھے، میں بچارہ فقط ابُو ہُریرہ بن اُمَیمَہ ہوں، میری ان کی کیا نسبت؟ مجھے آپ سے تین اور دو باتوں کا خوف ہے۔" بولے: تین اور دو جو کہا پانچ ہی کیوں نہ کہدیا؟ میں نے کہا: "مجھے خوف تو اس کا ہے کہ کہیں آپ میری پیٹھ پر کوڑے نہ لگوائیں، میری بے آبروئی نہ کریں، اور میرا مال ضبط نہ کر لیں۔ اور ناگوار یہ ہے کہ میں

کوئی بات بغیر علم کردوں، اور کوئی فیصلہ بغیر علم دوں۔"

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سلّام اور محمد بن عبدالمومن نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یعقوب بن اسحاق الحضرمی نے، ان سے یزید بن ابراہیم التُّستری نے، ان سے ابن سیرین نے، اور ان سے ابوہریرہ نے، کہ جب میں البحرین سے واپس آیا تو عمرؓ نے مجھ سے کہا: "اے اللہ اور اس کی کتاب کے دشمن کیا تو نے اللہ کے مال میں چوری کی ہے؟" میں نے کہا: "میں نہ اللہ کا دشمن ہوں اور نہ اس کی کتاب کا، بلکہ میں اس کا دشمن ہوں جو ان سے دشمنی کرے۔ میں نے اللہ کا مال ہرگز نہیں چرایا۔" بولے: "تو پھر تیرے پاس یہ دس ہزار درہم کہاں سے جمع ہو گئے؟" میں نے کہا: "گھوڑوں سے، جن کی نسلیں بڑھیں؛ اور عطیات سے، جو مجھے حاصل ہوئے؛ اور حصوں سے، جو میرے پاس جمع ہو گئے۔" لیکن وہ جو کچھ تھا انھوں نے ضبط کر لیا۔ باقی حدیث وہی ہے جو اوپر ابو ہلال نے روایت کی ہے۔

کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصے بعد المُنذِر بن ساوِی کے مرنے پر البحرین میں قیس بن ثعلبہ بن عکابہ کی اولاد الحُطَم کے ساتھ مرتد ہو گئی۔ الحُطَم کا نام شُریح بن ضُبَیعہ بن عمرو بن مرثد تھا، اور یہ بنی قیس بن ثعلبہ میں سے تھا؛ اس کا لقب الحُطَم اس کے اس قول: قَدْ لَفَّهَا اللَّيْلُ بِسَوَّاقٍ حُطَمٍ (رات نے اس کو ایک ایسے ہانکنے والے کے ساتھ پایا جو جانور کو سختی سے ہانکتا ہے) کی بنا پر پڑا۔ البحرین میں جارُود یعنی بشر بن عمرو العبدی اور اس کی قوم میں سے اس کے تابعین کے سوا ربیعہ کا پورا قبیلہ مرتد ہو گیا، اور اس نے النعمان بن المُنذِر کے ایک بیٹے کو، جس کو المُنذِر کہتے تھے، اپنے اوپر حکمراں بنا لیا۔ الحُطَم گیا اور ربیعہ سے جا ملا۔ العلاء بن الحضرمی کو اس کی خبر ہوئی، وہ مسلمانوں کو لے کر نکلے اور جُواثا میں مقام کیا جو البحرین کا ایک قلعہ ہے۔ ربیعہ ان پر چڑھ کر آ گئے۔ یہ اپنے ساتھ کے عربوں اور عجمیوں کو لیکر

نکلے، سخت جنگ ہوئی، حتیٰ کہ مسلمان قلعہ گیر ہونے پر مجبور ہوگئے، اور دشمنوں نے انھیں گھیر لیا، عبد اللہ بن حذف الکلابی اسی کے متعلق کہتا ہے :-

(۸۸ أَلَا أَبْلِغْ أَبَا بَكْرٍ أُلُوكًا   وَفِتْيَانَ الْمَدِينَةِ أَجْمَعِينَا
فَهَلْ لَكَ فِي شَبَابٍ مِنْكَ أَمْسَوْا   أُسَارَى فِي جُوَاثَ مُحَاصَرِينَا

(ابوبکر کو اور المدینہ کے تمام جوانوں کو یہ پیام پہنچا دو کہ اگر تمھیں اپنے چند جوانوں سے کچھ لگاؤ ہے، جو جواثا میں محصور ہیں، تو ان کی مدد کو پہنچو۔")

پھر العلاء ایک رات مسلمانوں کو لیکر نکلے، ربیعہ پر شبخون مارا، سخت جنگ کی اور الحطم کو قتل کر دیا۔

ہشام بن الکلبی کے علاوہ اوروں کا بیان ہے کہ :- الحطم ربیعہ کے پاس آیا، وہ جواثا میں تھے، سب نے کفر اختیار کیا، اور المنذر بن النعمان کو اپنا امیر بنا لیا، اور وہ ان کے ساتھ مقیم ہوگیا، العلاء نے ان کا محاصرہ کیا، حتیٰ کہ جواثا فتح کر لیا، اسکی جماعت منتشر کر دی، اور الحطم کو قتل کر دیا۔ لیکن پہلی خبر زیادہ صحیح ہے۔

مالک بن ثعلبۃ العبدی، الحطم کے قتل کی نسبت کہتا ہے :-

تَرَكْنَا شُرَيْحًا قَدْ عَلَتْهُ بَصِيرَةٌ   كَحَاشِيَةِ الْبُرْدِ الْيَمَانِي الْمُحَبَّرِ
وَنَحْنُ فَجَعْنَا أُمَّ غَضْبَانَ بِابْنِهَا   وَنَحْنُ كَسَرْنَا الرُّمْحَ فِي عَيْنِ حَبْتَرِ
وَنَحْنُ تَرَكْنَا مِسْمَعًا مُتَجَدِّلًا   رَهِينَةَ ضَبْعٍ تَعْتَرِيهِ وَأَنْسُرِ

(ہم نے شریح کو اس حال میں چھوڑا، کہ جہاں وہ گرا وہ جگہ خون کے چھینٹوں سے ایسی ہوگئی جیسے چھپی ہوئی بُرد یمانی (یمنی چادر)۔ ہم نے اُم غضبان کو اس کے بیٹے سے محروم کر دیا۔ ہم نے اپنا نیزہ حبتر کی آنکھ میں توڑ دیا، اور مسمع کو زمین پر گرتے ہوئے چھوڑا، اب وہ گدھوں اور بجوؤں کے حوالے ہے۔ جو اس کی

تِکّا بوٹی کر ڈالیں گے) :-

کہتے ہیں :- المُنذِر بن النُّعمان کو الغَرُور کے نام سے پکارتے تھے، جب مسلمان غالب ہوئے۔ تو اس نے کہا: "میں الغَرُور نہیں بلکہ المَغرُور ہوں" (یعنی فریبی نہیں بلکہ فریب خوردہ ہوں)۔ المُنذِر اور رَبِیعَہ کی جماعت بھاگ کر الخَطّ پہنچی، العَلاء یہاں بھی آ پہنچے، اور اسے فتح کیا اور المُنذِر کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ بعض کہتے ہیں: المُنذِر بچ کر المُشَقَّر کی طرف آیا، اور اس نے اپنے گرد پانی چھوڑ لیا جس کی وجہ سے اس تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ لیکن آخر اس نے اس پر صلح کر لی، کہ وہ شہر خالی کر دے گا۔ چنانچہ وہ شہر خالی کر کے مُسَیلمہ کے پاس چلا گیا، اور اسی کے ساتھ قتل ہوا۔

ایک جماعت کہتی ہے: المُنذِر یوم جُواثا میں قتل ہوا۔ اور ایک جماعت کہتی ہے: اس نے امان مانگی، پھر بھاگا۔ مگر پکڑا گیا، اور قتل کر دیا گیا۔

العَلاء نے (حضرت) ابوبکرؓ سے کمک مانگی، انھوں نے خالد بن الولید کو لکھا اور یہ حکم دیا کہ الیَمامَہ سے العَلاء کے پاس بعجلت روانہ ہو جاؤ اور ان کی مدد کرو، وہ ان کے پاس پہنچے، الحُطَم کو قتل کیا، اور پھر انکے ساتھ مل کر الخَطّ کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد (حضرت) ابوبکر نے انھیں العراق کی طرف کوچ کا حکم دیا، اور انھوں نے البحرین سے اُدھر کوچ کیا۔ یہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

الواقدی کہتا ہے:- خالد (البحرین کی) مہم سے فارغ ہو کر پہلے المدینہ آئے، اور پھر العراق گئے۔

۸۵) جُواثا میں عبداللہ بن سُہَیل بن عَمرو، یکے از بنی عامر بن لُؤَیّ شہید ہوئے، ان کی کنیت ابو سُہَیل تھی، اور ان کی ماں فاختہ بنت عامر بن نَوفَل بن عَبدِ مَناف تھیں۔ یہ یوم بدر میں مشرکوں کے ساتھ آئے تھے، پھر مسلمانوں سے آملے، اور اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کے والد سُہیل بن عَمرو کو جب ان کی شہادت کی خبر ہوئی تو بولے "میں اللہ کے ہاں اس کا حساب کروں گا۔" (حضرت) ابوبکرؓ ان سے مکہ میں حج کے موقعہ پر ملے اور بیٹے کا پرسا دیا، انھوں نے کہا، "مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ایک شہید اپنے ستر رشتے داروں کی سفارش کر سکتا ہے۔ میں تمنا کرتا ہوں کہ میرا بیٹا (سفارش کرتے وقت) مجھ سے پہلے کسی اور سے ابتدا نہ کرے۔" شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۸ برس کی تھی۔

عبد اللہ بن اُبَیؓ بھی جُواثاہی کے دن شہید ہوئے۔ لیکن الواقدی کے علاوہ اوروں کا بیان ہے کہ یہ الیَمامَہ کے دن شہید ہوئے۔

کہتے ہیں:۔ المُکعبر الفارسی۔ الزّارہ میں قلعہ گیر ہو گیا۔ یہ کسریٰ کا آدمی تھا اور اس نے اس کو بنی تمیم کی سرزنش کے لیے بھیجا تھا جنھوں نے اس کے قافلہ سے تعرض کیا تھا۔ اس کا نام فَیرُوز بن جُشَیش تھا۔ القَطِیف میں جو مجوس جمع ہو گئے تھے وہ بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ اور انھوں نے جزیہ دینا بند کر دیا۔ العَلاء نے الزّارہ پر چڑھائی کی، لیکن (حضرت) ابوبکرؓ کی خلافت میں فتح نہ کر سکے، اور (حضرت) عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں فتح کیا۔ پھر العَلاء نے (حضرت) عمرؓ کی خلافت میں السّابُون و دَارین بزور فتح کئے۔ یہاں ایک جگہ ہے جو خَندَق العَلاء کے نام سے مشہور ہے۔

مَعمَر بن المُثنّیٰ کہتا ہے:۔ العَلاء نے عبد القیس کے ساتھ السّابُون کے بعض قریوں پر (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں حملہ کیا اور ان کو فتح کر لیا۔ پھر شہر غابہ پر حملہ کیا اور یہاں جتنے عجمی تھے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر الزّارہ آئے، یہاں المُکعبر تھا؛ اس کا محاصرہ کیا، یہاں کے صوبے دار نے مبارزت طلب کی، البَراء بن مالک نے اس سے مبارزت کی، اس کو قتل کیا اور اس کے جسم پر جو کچھ تھا لے لیا، وہ ۴۰ ہزار درہم قیمت کا مال تھا۔ پھر اہل الزّارہ میں سے

ایک شخص آیا، اور راس نے اس بات پر امان مانگی، کہ وہ اپنی قوم کے پانی کا
منبع بتا دیگا، اور اس نے الزارہ کے باہر اس چشمہ کا نشان بتادیا، اور
العلاء نے اس کو بند کر دیا، یہ دیکھکر اہل شہر نے اس پر صلح کرلی ٧٦)
کہ شہر کا تیسرا حصہ، اور سونے چاندی کا تیسرا حصہ، اور شہر کے باہر جو کچھ
ہے اس کا نصف حصہ العلاء لے لیں۔ اس کے بعد الاخنس العامری نے العلاء
سے آکے کہا: ان لوگوں نے اپنے بال بچوں کے متعلق، جو دارین میں ہیں،
کوئی شرط نہیں کی ہے۔ کراز النکری نے ان تک پہنچنے کا پایاب رستہ بتایا،
العلاء مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ سمندر میں در آئے! مگر ان لوگوں
کو مسلمانوں کے پہنچنے کی اس وقت خبر ہوئی جب انھوں نے تکبیریں کہیں:
وہ نکلے اور انھوں نے مسلمانوں سے سہ طرفہ جنگ کی، مسلمانوں نے
ان کے جنگ آزماؤں کو قتل کیا، اور بچوں اور اسیران جنگ کو اپنے قبضہ
میں کر لیا۔ یہ حال دیکھکر المکعبر مسلمان ہو گیا۔ اس جنگ کے متعلق کراز
کہتا ہے :۔

هَابَ العَلَاءُ حِيَاضَ البَحْرِ مُقْتَحِماً   فَخُضْتُ قُدُماً اِلَى كُفَّارِ دَارِيْنَا

(العلاء سمندر میں در آتے ہوئے اس کے حوضوں سے ڈرے؛
لیکن میں پہلے ہی کفار دارین کی طرف جاتے ہوئے ان کو
عبور کر چکا تھا)

ہم سے خَلَفُ البزار اور عفان نے کہا، ان دونوں نے کہا
ہم سے ہُشَیم نے کہا، انھوں نے کہا ہمیں ابن عون و یونس نے خبر
دی، اور انھیں محمد بن سیرین نے، کہ:۔ البراء بن مالک مرزبانِ الزارہ سے
دست بدست لڑے، اس کی ریڑھ پر نیزہ مارا اور اس کو گرادیا، پھر اس کے
ہاتھ کاٹ لئے، اور اس کے جوشن اور اس کی پوستین لے لی۔ یہاں کے
مال غنیمت کی کثرت کے باعث (حضرت) عمرؓ نے اس میں سے خمس نکالا؛
یہ اسلام میں پہلی غنیمت تھی جس میں سے خمس نکالا گیا۔

الیمامہ

کہتے ہیں :- الیمامہ کو جو کہتے تھے پھر اس وجہ سے الیمامہ کہنے لگے کہ قبیلۂ جدیس کی ایک عورت الیمامہ بنت مُرّ کو اس کے دروازے پر سولی دی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

کہتے ہیں :- جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۷ھ کی ابتدا میں، اور بعض کہتے ہیں : سنہ ۶ھ میں، شاہانِ عالم کو نامہ روانہ فرمائے تو ایک نامہ ہَوذہ بن علی الحنفی و اہل الیمامہ کے نام بھی تحریر فرمایا جس میں (اس کو اور اہل الیمامہ کو) اسلام کی دعوت دی، اور یہ نامہ سَلیطؓ بن قیس بن عمرو الانصاری ثم الخزرجی کے ہاتھ ان کے پاس روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے خدمت مبارک میں اپنے وفد بھیجے، وفد میں ایک شخص مُجّاعہ (۸۷)
بن مُرارہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جاگیر میں ایک افتادہ زمین عطا فرمائی جس کی اس نے درخواست کی تھی۔ اور انہی میں ایک شخص الرّجال عہ بن عُنفُوَہ تھا، اس نے اسلام قبول کیا اور سورۂ بقرہ اور قرآن میں سے دوسری سورتیں پڑھیں، مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔ اور انہی میں مُسیلمۂ کذاب ثُمامہ بن کبیر بن حبیب تھا۔ مُسیلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی : "اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لئے نبوت کا معاملہ

عہ ابن سعد نے الرّحال لکھا ہے۔

فی الحال چھوڑ دیں، اور اس شرط پر آپ سے بیعت کر لیں، کہ آپ کے بعد یہ ہمیں ملے گی "۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: لا، ولا نعمۃ عین، ولکن اللہ قاتلک (نہیں، آنکھ جیسی نعمت کی قسم ہرگز نہیں، بلکہ خدا تجھے غارت کرے) اور ہوذہ بن علی الحنفی نے نامۂ مبارک کا یہ جواب دیا: "اگر آپ اپنے بعد مسلمانوں کی امارت میرے لئے مخصوص فرما دیں، تو میں اسلام قبول کر لوں گا، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی مدد کروں گا"۔ فرمایا: لا، ولا کرامتہ، اللھم اکفنیہ (نہیں، بزرگی کی قسم ہرگز نہیں، اے خدا! تو مجھے اس کے شر سے بچا)۔ ہوذہ اس کے تھوڑے دن بعد مر گیا۔ جب بنی حنیفہ کا وفد الیمامہ واپس آیا، تو مسیلمۂ کذاب نے نبوت کا دعوےٰ کیا، اور الرجال بن عنفوہ نے اس کے دعوے پر شہادت دی، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ شریک امر کر لیا ہے"۔ بنی حنیفہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل الیمامہ اس کی پیروی کرنے لگے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عُبادہ بن الحارث، یکے از بنی عامر بن حنیفہ کے ہاتھ خط بھیجا، یہ وہی ابن النواحہ ہے جس کو عبد اللہ بن مسعود نے الکوفہ میں قتل کیا تھا، کیوں کہ انھیں معلوم ہوا تھا کہ یہ اور اس کے ساتھ ایک گروہ مسیلمہ کے جھوٹے دعوے پر ایمان رکھتا ہے۔ خط میں لکھا تھا۔

مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے، محمد رسول اللہ کے نام۔
اما بعد۔ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی، مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسلام علیک۔ عمرو بن ابی جارود الحنفی نے لکھا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محمد النبی کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔
اما بعد، فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہٖ

والعاقبۃ للمتقین۔ (قرآن ۷: ۱۲۵)۔ زمین اللہ کی ملک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔ عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے، اور سلامتی اس پر ہے جو راہ راست پر چلے) اُبیّ بن کعبؓ نے لکھا۔"

(۸۸) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، اور (حضرت) ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے، تو چند مہینوں میں نجد اور اس کے حوالی کے مرتدوں کا پورا پورا استیصال کر کے خالد بن الولید بن المُغیرۃ المَخزُومی کو جھوٹے مسیلمہ سے لڑنے الیَمامَہ بھیجا، وہ الیَمامَہ کے قریب پہنچکر بنی حَنِیفہ کی ایک جماعت پر، جس میں مُجّاعَہ بن مُرارہ بن سلمی تھا، قابو پا گئے، سب کو قتل کر دیا اور مُجّاعَہ کو باندھکر اپنے ساتھ لائے، لشکرگاہ الیَمامَہ سے ایک میل پر تھی، بنی حَنِیفَہ نے ان کی طرف پیش قدمی کی، الرَّجّال اور مُحَکّم بن الطُّفَیل بن سُبَیع، جس کو مُحکّم الیَمامَہ کہتے تھے، ان کے ساتھ تھا، خالد ان میں کوئی چیز چمکتی دیکھکر بولے: "یامعشر المسلمین! اللہ نے تمھیں دشمنوں کے بارے سبکدوش کر دیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے، کہ ان میں سے بعض نے بعض پر تلواریں کھینچ لی ہیں؟ میرا خیال ہے، کہ ان میں باہم اختلاف ہوگیا ہے، اور ان کی قوت آپس کی لڑائی میں صرف ہونے لگی ہے۔" اس پر مُجّاعَہ نے جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، کہا: "نہیں یہ بات نہیں ہے۔ یہ ہندی تلواریں ہیں، جنھیں زیادہ لچکدار بنانے کے لئے اور اس لئے کہ رن میں ٹوٹ نہ جائیں، وہ دھوپ دے رہے ہیں۔" پھر دونوں لشکر دست و گریباں ہوئے، اور پہلا شخص جو مسلمانوں سے لڑا الرَّجّال بن عُنفُوَہ تھا، اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس جنگ میں بہت سے ذی وجاہت مسلمان اور قُرّاء قرآن بھی شہید ہوئے۔ پھر مسلمان پلٹے، مجتمع ہوئے اور حملہ کیا، اللہ نے ان پر نصرت نازل فرمائی، اور اہل الیَمامَہ کو ہزیمت دی، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا، اور خوب قتل کیا۔ عبد الرحمن بن ابوبکر صدیقؓ نے، جو والدکی طرف سے (حضرت) عائشہؓ کے بھائی تھے، مُحکّم کے ایک تیر مارا جس سے

وہ مرگیا، کافر الحدیقہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے، اس لئے اس دن سے اس کو حدیقتہ الموت کہنے لگے۔ اللہ نے الحدیقہ میں مُسَیلِمَہ کو قتل کردیا۔

بنی عامر بن لُوَیّ بن غالب کہتے ہیں: مُسَیلِمَہ کو خِداش بن بشیر بن الأصم[1]، یکے از بنی مَعیص بن عامر بن لُوَیّ نے قتل کیا۔ بعض انصار کہتے ہیں: اس کو عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ، یکے از بنی الحارث بن الخزرج نے قتل کیا: اذان کا خواب انہی کو دکھایا گیا تھا"۔ بعض کہتے ہیں: ابُو دُجَانَہ سِماک بن خَرَشَہ نے قتل کیا، پھر شہید ہو گئے"۔ بعض کہتے ہیں: عبداللہ بن زید بن عاصم، برادر حبیب ابن زید نے قتل کیا، جو بنی النجّار کے قبیلۂ مَبذُول سے تھے مُسَیلِمَہ نے ان کے بھائی حبیب کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے تھے۔ وَحشی بن حرب الحبشی، جو (حضرت) امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا، مدعی تھا کہ مُسَیلِمَہ کو میں نے قتل کیا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا: "میں نے ایک بہترین انسان، اور ایک بدترین انسان کو قتل کیا ہے"۔ بعض کہتے ہیں: اس کے قتل میں یہ سب شریک تھے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کا دعویٰ تھا کہ مُسَیلِمَہ کو میں نے قتل کیا ہے، اور بنی امیہ مُسَیلِمَہ کا قاتل معاویہ ہی کو سمجھتے تھے۔ (۸۹)

مجھ سے ابو حَفصُ الدِمشقی نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الولید بن مسلم نے کہا، اور ان سے خالد بن دِہقان نے، اور ان سے ایک شخص نے، جو عبد الملک بن مروان کے پاس اس وقت موجود تھا جب اس نے بنی حَنِیفہ میں سے ایک شخص سے، جو الیَمامہ کے دن شریک تھا، قتل مُسَیلِمَہ کی نسبت دریافت کیا تھا، اس نے کہا مُسَیلِمَہ کو اس شخص نے قتل کیا جس میں یہ یہ صفتیں تھیں۔ عبد الملک یہ سُن کر پکار اٹھا "واللہ تو نے اس کے قتل کے متعلق معاویہ کے حق میں فیصلہ کر دیا"۔

راوی کہتا ہے:۔۔۔ جھوٹے نبی کی گردن جب دبوچی گئی تو وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا: "اے بنی حَنِیفہ اپنے احساب[2] کے لئے لڑ جاؤ"۔ اور اس

---

[1] ابن دُرید نے عاصم لکھا ہے، ص ۱۷۱
[2] احساب حَسَب کی جمع ہے، حَسَب اس بزرگی کو کہتے ہیں جو آبائے اشراف سے منسوب

حملے کو بار بار دُہراتا رہا، حتیٰ کہ اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی عبدالواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمّاد بن سَلَمَہ نے، ان سے ہِشام نے، ان سے عُروَہ نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:- عرب کافر ہو گئے، (حضرت) ابو بکرؓ نے ان کے لئے خالد بن الولید کو بھیجا، خالد نے انکا مقابلہ کیا اور کہا: "خدا کی قسم میں اس وقت تک دم نہ لوں گا، جب تک مُسَیلِمَہ سے نہ لڑوں"۔ انصار نے کہا: "یہ تمھاری ذاتی رائے ہے، ابو بکر نے تمھیں یہ حکم نہیں دیا ہے، المدینہ واپس چلو تاکہ ہمارے گھوڑے ستالیں" خالد نے کہا: خدا کی قسم! میں مُسَیلِمَہ سے لڑے بغیر ہرگز دم نہ لوں گا۔" انصار ان سے برگشتہ ہو گئے، پھر انھوں نے کہا: یہ ہم نے کیا کیا؟ اگر انھوں نے فتح پائی تو ہمیں خفیف ہونا پڑے گا، اور شکست کھائی تو (اس کے یہ معنے ہوں گے کہ) ہمیں نے انھیں شکست دلوائی"۔ یہ سوچ کر انصار واپس ہوئے اور خالد سے آملے۔ مسلمانوں اور مشرکوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی، مسلمان پیچھے ہٹے اور بھاگ کر اپنی قیام گاہوں تک آ گئے، السَّائب بن العَوَّام اُٹھکر للکارے، کہ "اے لوگو! تم بھاگ کر اپنی فرودگاہ تک آ گئے ہو، اور جب آدمی بھاگ کر اپنی فرودگاہ پر آجاتا ہے، تو پھر اس کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی، جہاں بھاگ کر جا سکے" پھر اللہ نے مشرکوں کو شکست دی اور مُسَیلِمَہ مارا گیا۔ اس دن مسلمانوں کا شعار "یا اصحاب البقر" (یعنی اے سورۂ بقرہ والو) تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۳) کی بنا پر ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے نسلی شرف کے لئے لڑ جاؤ۔

۱؎ لیس الا ھو، ہ صفو بعد ہ حلہ۔ یہ مثل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی دوسری جگہ سے بھاگ کر تو اپنے ٹھکانے پر آتا ہے مگر جب ٹھکانا بھی چھن جائے گا تو پھر کہاں جائے گا۔

۲؎ شِعَار، لغت میں شعار نشان اور علامت اہل جنگ کو کہتے ہیں۔ گھمسان کی لڑائی میں جب محاربین مختلط ہو جاتے، تو دوست دشمن کی پہچان کے لئے اپنے اپنے مخصوص قومی اور قبائلی شعار بلند آواز سے دہراتے تھے کہ اس سے جوش مسابقت بھی بڑھتا تھا۔ ابن حجر نے لکھا ہے: غزوات میں انصار کا شعار عبدالرحمن اور مہاجرین کا شعار عبداللہ ہوتا تھا" ابوداؤد میں ہے "کبھی یہ بھی ہوتا کہ انصار و مہاجرین قرآن کی کسی آیت کو اپنا شعار ٹھہرا لیتے" (کتاب الجہاد)

مجھ سے اہل الیمامہ میں سے ایک شخص نے کہا، ایک شخص بنی حنیفہ کے زیر سایہ رہتا تھا، جب محکم مارا گیا تو اس نے کہا :-

فَاِنْ أَنْجُ مِنْهَا أَنْجُ مِنْهَا عَظِيمَةً ... وَاِلَّا فَاِنِّي شَارِبٌ كَأْسَ مُحْكَمٍ (۹۰)

(اگر میں اس سے نجات پا جاؤں تو ایک بڑی بلا سے نجات پا جاؤں گا، ورنہ مجھے مُحکم ہی کا پیالہ پینا پڑے گا)

کہتے ہیں :- لڑائی نے مسلمانوں کو بالکل تھکا دیا اور ان میں ذرا بھی ہمت باقی نہیں چھوڑی۔ مُجّاعہ یہ بات تاڑ گیا، اور بولا : ابھی تم نے ہمارے تھوڑے ہی سے آدمی قتل کئے ہیں، اور ہم میں سے اکثر ابھی باقی ہیں، جن سے تم اب تک نہیں لڑے ہو، لیکن میں دیکھتا ہوں تمھاری ساری ہمت وہی لے گئے۔ میں اُن جنگ آزماؤں کی طرف سے، جو ابھی باقی ہیں تم سے صلح کرتا ہوں"۔ اور اس نے خالد سے نصف قیدیوں، نصف سونے چاندی، اور زرہوں، اور گھوڑوں پر صلح کرلی۔ خالد نے اس کو اہل الیمامہ کے پاس بھیجا، اس نے ان کے پاس پہنچکر بچوں عورتوں اور بڈھوں سے کہا : تم ہتیار پہن پہن کر قلعوں پر کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑے ہو گئے جب خالد اور مسلمانوں نے ان سلاح پوشوں کو دیکھا تو ان کے جنگ آزما ہونے میں انھیں کوئی شبہ باقی نہیں رہا ؛ وہ کہنے لگے" واقعی مُجّاعہ ہم سے سچ کہتا تھا"۔ پھر مُجّاعہ مسلمانوں کے لشکر میں واپس آیا، اور بولا : قوم وہ شرائط قبول نہیں کرتی جن پر میں نے اس کی جانب سے تم سے صلح کی ہے، اور وہ لڑنے پر آمادہ ہے بایہ دیکھو عرض کے قلعے جنگ آزماؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جب میں نے بہت کہا سنا تو وہ قیدیوں کی ایک چوتھائی، اور نصف سونے چاندی، اور زرہوں اور گھوڑوں پر مصالحت کرنے پر راضی ہوئی ہے۔ خالد انہی شرائط پر صلح کرنے کے لئے راضی ہو گئے، اور صلح نامہ پر دستخط کر دئے۔ پھر مُجّاعہ ان کو اپنے ساتھ الیمامہ لایا، خالد نے جب باقی ماندوں کو دیکھا، تو کہا : "اے مُجّاع ؛ تو نے مجھے دھوکہ دیا" (مگر انھوں نے اس کے ساتھ بدعہدی نہیں کی)۔ اہل الیمامہ

مسلمان ہو گئے، اور ان سے صدقہ لیا گیا۔ اس کے بعد خالد کے پاس (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا جس میں العَلاء بن الحَضرمی کی کمک پر جانے کا حکم تھا اور وہ سَمُرَہ بن عَمرو العَنبَری کو یہاں اپنا جانشین کر کے البحرین روانہ ہو گئے۔

الیَمَامَہ ۱۲ھ میں فتح ہوا۔

مجھ سے ابو رباح الیمامی نے کہا: مُسَیلِمَہ کَذّاب کا قد ٹھنگنا، چہرہ نہایت زرد، اور ناک چپٹی تھی، اور ابو ثُمامہ اس کی کنیت تھی، بعض کہتے ہیں: ابو ثُمَال تھی۔ ایک شخص جس کا نام حُجَیر تھا اس کے لئے اذان دیتا تھا اور جب اذان دیتا تو کہتا: اشهد اَنَّ مُسَیلِمَۃ یَزعَمُ اَنَّہٗ رَسُولُ اللّٰہ (میں گواہی دیتا ہوں مُسَیلِمَہ رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے) اس پر ایک نے کہا: اَفصَحَ حُجَیر (یعنے حُجَیر بڑا فصیح ہے) اور اس کا یہ فقرہ ضربُ المَثَل ہو گیا۔

الیَمَامَہ میں یہ لوگ شہید ہوئے: ابو حُذَیفَہ بن عُتبَہ بن رَبِیعَہ بن عَبد شَمس، ان کا نام ہُشَیم تھا اور بعض کہتے ہیں مُہَشِّم تھا۔ سالِم غلام آزاد کردہ ابو حُذَیفَہ، ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، اور یہ ثُبَیتَہ بنت یعار الانصاریہ کے آزاد کردہ غلام تھے، بعض راوی نُبَیثَہ کہتے ہیں، یہ عورت تھیں خالد بن اُسَید بن ابی العِیص بن اُمَیَّہ عبد اللہ بن الحکم بن سَعِید بن العاصی بن اُمَیَّہ تھے، بعض کہتے ہیں: یہ مُؤتَہ کے دن شہید ہوئے۔ شُجاع بن وَہب الاَسدِی حلیف بنی اُمَیَّہ، ان کی کنیت ابو وہب تھی۔ الطُّفَیل بن عمرالدوسی یہ ازدیوں میں سے تھے۔ یزید بن رُقَیش الاسدی، حلیف بنی اُمَیَّہ۔ السَّائِب بن العوّام، برادرِ الزُّبَیر بن العَوَّام۔ الولید بن عبد شمس بن المُغِیرۃ المخزومی۔ السَّائِب بن عُثمان بن مظعون الجُمَحِی۔ زید بن الخَطَّاب بن نُفَیل، برادرِ عمر بن الخَطَّاب، (کہا جاتا ہے: ان کو ابو مریم الحنفی نے قتل کیا تھا اور اس کا نام صُبَیح بن مُحَرِّش تھا، اور ابن الکلبی کہتا ہے: ان کو لبید بن بُرغُث العجلی نے قتل کیا تھا۔ بعد میں جب یہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو پوچھا کیا لبادہ ہے؟ (اور لَبِید بھی لبادہ ہی کو کہتے ہیں۔) زید کی کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی اور یہ عمر میں (حضرت) عمرؓ سے بڑے تھے، بعض کہتے ہیں

(۹۱)

ابو مریم کا نام اِیاس بن صُبَیح تھا، اور یہ پہلا شخص تھا جو (حضرت) عمرؓ کے زمانے میں البصرہ کا قاضی مقرر کیا گیا، اور سُنبیل میں مرا جو اُلاھواز میں ہے۔ ابو قیس بن الحارث بن عدی بن سَہْم۔ عبد اللہ بن الحارث بن قیس سہلیہ بن عَمرو، برادر سُہَیل بن عمرو یکے از بنی عامر بن لُوَیّ۔ ایاس بن بُکَیر الکنانی۔ عَبّاد بن الحارث ابن عَدی؛ یہ اَوس کے قبیلہ بنی جَحجَبا میں سے تھے۔ عَبّاد بن بِشر بن وَقش الاَشہلی، یہ اَوس میں سے تھے اور ان کی کنیت ابو الربیع تھی اور بعض کہتے ہیں: ابو بِشر تھی۔ مالک بن اَوس بن عَتیک الاشہلی۔ ابو عقیل بن عبد اللہ بن ثعلبہ بن بَیحان البَلوی حلیف بنی جَحجَبیٰ، ان کا نام عبد العُزیٰ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن عدوّ الاوثان رکھا۔ سُراقہ بن کَعب بن عَبد العُزیٰ النجاری؛ یہ الخَزرج میں سے تھے۔ عُمارہ بن حَزم بن زید بن لَوذان النجاری، بعض کہتے ہیں: ان کا انتقال معاویہ کے زمانے میں ہوا۔ حبیب بن عمرو بن مِحصَن النجاری۔ مَعن بن عدی بن الجَد بن العَجلان البلوی، یہ قُضاعہ میں سے تھے اور انصار کے حلیف تھے۔ ثابت بن قَیس بن شَمّاس بن ابی زُہَیر، یکے از بنی الحارث بن الخزرج، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب تھے، ان کی کنیت ابو محمد تھی اور یہ اس دن انصار کی کمان پر تھے۔ ابو حَنّہ بن غَزِیّہ بن عمرو، یکے از بنی مازن بن النجار۔ ابو عامر بن ثعلبۃ الدَوسی، یکے از بنی الاَزد حلیفِ انصار۔ ابو دُجانہ سِماک بن اَوس بن خَرَشہ بن لَوذان الساعدی؛ یہ الخزرج میں سے تھے۔ ابو اُسَید مالک بن رَبیعۃ الساعِدی، بعض کہتے ہیں: انھوں نے سنہ میں المدینہ انتقال کیا۔ عبد اللہ بن ابی مالک، ان کا نام الحُباب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ کے نام پر ان کا نام رکھا، ان کا باپ منافق تھا اور وہی تھا جس کو ابن اُبَیّ بن سلول کہتے تھے (سَلول، اُبَیّ کی ماں تھی جو قبیلہ خُزاعہ میں سے تھی اور اُبَیّ اسی کی طرف منسوب تھا۔ اس کا باپ مالک بن الحارث تھا، اور وہ قبیلہ الخَزرج میں سے تھا بعض کہتے ہیں: یہ جُواثا کے دن البحرین میں شہید ہوئے تھے) عُقبہ بن عامر بن نابی، یکے از بنی سَلَمہ یہ الخزرج میں سے تھے

الحارث بن کعب بن عمرو یکے از بنی النجار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیب بن زید بن عاصم یکے از بنی مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار، اور عبداللہ بن وہب الاسلمی کو مسیلمہ کے پاس روانہ فرمایا، اس نے عبداللہ سے تو کچھ تعرض نہیں کیا، مگر حبیب کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے، ان کی ماں نسیبہ بنت کعب تھیں۔ الواقدی کہتا ہے: یہ دونوں عمان سے عمرو بن العاص کے ساتھ گئے تھے، عمرو اور ان کے ساتھی تو بچ گئے مگر یہ دونوں پکڑے گئے۔ الیمامہ کی جنگ میں نسیبہ بھی شریک ہوئی تھیں اور کئی زخم کھا کر واپس آگئی تھیں، یہ حبیب اور عبداللہ بن زید کے بیٹوں کی ماں تھیں، یوم احد میں بھی شریک

(۹۳) ہوئی تھیں، اور اُن دو عورتوں میں سے ایک تھیں، جنھوں نے العقبہ کے دن بیعت کی تھی۔ الیمامہ کے دن یہ لوگ شہید ہوئے تھے: عائذ بن ماعص الزرقی الخزرجی اور یزید بن ثابت الخزرجی جو زید بن ثابت صاحب فرائض[1] کے بھائی تھے۔

لوگوں نے شہدائے الیمامہ کی تعداد میں اختلاف کیا ہے، کم سے کم تعداد جو بیان کی گئی ہے سات سو ہے اور زیادہ سے زیادہ ۱۷۰۰ سترہ سو، اور بعض ۱۲۰۰ بارہ سو کہتے ہیں۔

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سلام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحارث بن مرۃ الحنفی نے، اور ان سے ہشام بن اسمٰعیل نے کہ مجاعۃ الیمامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا، آپ نے اس کو تین زمینیں جاگیر میں عطا فرمائیں اور ان کے لئے اس کو یہ وثیقہ مرحمت فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر محمد الرسول اللہ نے مجاعہ بن مرارہ بن سلمی کو دی ہے۔ میں نے تجھے الغورہ غرابہ اور الحبل جاگیر میں دیئے ہیں، جو تجھ سے حجت کرے مجھ سے کہیو"

---

[1] یعنی وہ شخص جو علم فرائض کا ماہر ہو۔

الغورہ، غزابات کا ایک قصبہ ہے، اور تعارات کے قریب واقع ہے۔ راوی نے کہا: مُجّاعَہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد (حضرت) ابو بکرؓ کے پاس آیا، اور انھوں نے اس کو الخِضرمہ جاگیر میں دیا۔ پھر (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا، اور انھوں نے اس کو الرَّیّا دیا۔ پھر (حضرت) عثمانؓ کے پاس آیا، اور انھوں نے بھی اس کو ایک جاگیر دی جس کا نام، الحارثؓ کہتے ہیں، مجھے یاد نہیں رہا۔

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو اَیّوب الدِمَشقی نے، ان سے سَعدان بن یحییٰ نے، ان سے صَدَقہ بن ابی عِمران نے، ان سے ابو اسحاق الہمدانی نے، اور ان سے عَدِی بن حاتم نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فُرات ابن حَیّان العِجلی کو الیَمامہ میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن ثُمّال الیَمامی نے، اور ان سے ان کی قوم کے بعض بزرگوں نے، کہ:- الحَدِیقَہ کا نام حَدِیقَۃ الموت وہاں کے مقتولین کی کثرت کے باعث پڑا۔ پھر کہا: اسحٰق بن ابی خَمِیصَہ نے، جو قیس کے آزاد کردہ غلام تھے، یہاں المامون کے عہد میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ الحدیقہ کا نام پہلے اُباض تھا۔

محمد بن ثُمّال کہتے ہیں: قصر الوَرْد، الورد بن السَّمِین بن عُبَید الحَنَفی کی طرف منسوب ہے۔ ایک اور شخص نے کہا: اس کا نام مُعْتِق اس کے استحکام کے ۴۲)
باعث رکھا گیا تھا، اور اس سے یہ مراد لی جاتی تھی، کہ جس نے اس میں پناہ لی وہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہا۔ وہ کہتا ہے: الرَّیّا ایک چشمہ ہے جس سے الصَّفُوقہ والے پانی پیتے ہیں، یہ ایک جاگیر ہے، اور صَفْوق نامی ایک افسر کی طرف منسوب ہے، جو اس پر مقرر تھا، اور اس سے الخُبَیبَہ اور الخِضرمہ والے بھی پانی پیتے ہیں۔

عربوں کا ارتداد

(حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں

کہتے ہیں :- (حضرت) ابوبکر رحمہ اللہ کی خلافت میں عربوں کے بعض قبیلے مرتد ہو گئے، اور انھوں نے صدقہ دینا بند کر دیا، اور ان میں سے ایک جماعت نے کہا: "ہم نماز پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔" اس پر (حضرۃ) ابوبکر رحمہ اللہ نے کہا: "اگر ان لوگوں نے مجھ پر ایک سال کا صدقہ بھی روکا، تو میں ان سے لڑوں گا۔" اور بعض راوی کہتے ہیں یہ کہا: "اگر دو سال کا صدقہ روکا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح العجلی نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے عوانہ بن الحکم نے، ان سے جریر بن یزید نے، اور ان سے الشعبی نے، کہ :- (حضرۃ) عبد اللہ بن مسعود نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے تھے، جہاں اگر اللہ ابوبکرؓ کی ذات سے ہم پر احسان نہ کرتا، تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ ہم اس پر متفق ہو گئے تھے کہ بنت مخاض[1] اور ابن لبون

---

[1] بنت مخاض:- وہ اونٹنی جو برس دن کی ہو کر دوسرے برس میں لگی ہو۔ ابن لبون وہ اونٹ جو

پر نہ لڑیں، اور قُرَیٰ عَرَبِیَّہ کی آمدنی پہ گزارہ کریں، اور خدا کی عبادت کریں، حتیٰ کہ ہمیں یقین حاصل ہو۔ مگر اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان سے جنگ کرنے کی ہمت عطا فرمائی اور خدا کی قسم، وہ ان سے رسوا کرنے والے طریقہ یا جلاوطن کرنے والی جنگ کے سوا کسی طرح کی صلح پر راضی نہوئے۔ رسوا کرنے والا طریقہ یہ ہے، کہ وہ یہ مان لیں کہ ان میں سے جو مارا جائے گا وہ جہنم میں جائے گا، اور ہمارے اموال جو انھوں نے لئے ہیں ہمیں واپس کر دیں گے۔ اور جلاوطن کرنے والی جنگ یہ ہے کہ انھیں ان کے گھروں سے نکال دیا جائے گا۔"

ہم سے ابراہیم بن محمد نے حدیث بیان کی، ان سے عَزْعَرَہ نے، ان سے عبدالرحمٰن بن مَہدی نے، ان سے سُفیان الثوری نے ان سے قیس بن مُسلم نے، اور ان سے طارق بن شہاب نے، کہ:-

(۹۵) وَفدِ بُزاخہ (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس آیا، اور اس کو انھوں نے جلاوطن کرنے والی جنگ، یا رسوا کرنے والی صلح میں سے کوئی ایک بات، قبول کرنے کا اختیار دے دیا۔ وفد نے کہا: "ہم جلاوطن کرنے والی جنگ کا مطلب تو سمجھ گئے، مگر یہ رسوا کرنے والی صلح کیا ہے؟" کہا: "وہ یہ ہے کہ ہم تم سے زرہیں اور گھوڑے چھین لیں، اور تمہارے اموال میں سے جو کچھ ہمارے ہاتھ آئے وہ ہم غنیمت کے طور پر رکھ لیں، اور جو کچھ ہمارے پاس سے تمہارے پاس جائے وہ تم واپس کر دو، اور ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو، اور یہ مانو کہ تمہارے مقتول آگ میں جائیں گے۔

ہم سے حدیث بیان کی شُجاع بن مُخلد الفَلّاس نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی بِشر بن المُفَضَّل غلام آزاد کردہ بنی رقاش نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سَلَمَۃ الماجشون نے، ان سے عبدالواحد نے، ان سے القاسم بن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰) دو برس بھر کے تیسرے برس میں لگا ہو۔

عہ یعنی خالصہ دیہات۔ (یحییٰ بن آدم، ص ۱۴۳۔)

محمد بن ابی بکر نے، اور ان سے ان کی پھپھی ام المومنین (حضرۃ) عائشہ رضی اللہ عنہا نے، کہا:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد، میرے والد پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جو اگر جبال الرّاسیات پر بھی نازل ہوتی، تو اُسے پاش پاش کر دیتی؛ ایک طرف المدینہ میں نفاق نے سر اٹھایا۔ اور دوسری طرف عرب مرتد ہو گئے؛ پس خدا کی قسم، ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس میں مرتدوں نے اختلاف کیا ہو، اور میرے والد نے اس میں اسلام کے فوائد و مصالح پوری طرح محفوظ نہ رکھے ہوں؏۔

کہتے ہیں:— (حضرۃ) ابوبکرؓ اہلِ ردّت پر فوجیں بھیجنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ اَلقَصّہ کی جانب، جو ارضِ مُحارب میں ہے، تشریف لے گئے، اور خارجہ بن حِصن بن حُذَیفہ بن بَدرؓ اَلفَزاری اور مَنظُور بن زبّان بن سَیّار الفزاری، یکے از بنی العشراء الغَطَفَانیّۃ، کو انکی طرف بھیجا، وہ ان سے لڑے، سخت جنگ ہوئی، اور آخر مشرکوں نے شکست کھائی؛ طلحہ بن عبد اللہ التیمیؓ نے ان کا تعاقب کیا، اور ثنایا عَوسَجہ کے زیرین حصے پر انھیں جا لیا، مگر ان میں سے صرف ایک ہی آدمی کو قتل کر سکے، باقی ان کے ہاتھ سے نکل گئے، اور ایسے بھاگے کہ پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس پر خارِجہ بن حِصن نے کہا: "ابن ابی قحافہ سے عرب کو بڑی شرمندگی ہے"۔

(طُلَیحہ بن خُوَیلِد الاَسدِی کا دعوٰی نبوت
اَور
بَنی اَسد و بنی فَزارہ کا ارتداد)

اس کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ نے، جو ابھی القصّہ ہی میں تھے، خالد بن الولید بن المُغیرۃ المَخزُومی کو لوگوں پر امیر کیا، اور ان کی ماتحتی میں

؏ یعنی مرتدوں نے جن جن باتوں میں اختلاف کیا انھوں نے ان سب میں اسلام کا فائدہ پوری طرح محفوظ رکھا اور ایک بات میں بھی انھیں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

ثابت بن قَیس بن شَمّاس الانصاری، یکے از شرکاء یوم الیَمامہ، کو انصار کی سر لشکری پہ مامور کر کے طُلَیحہ بن خُوَیلِد الاَسدِی مدعی نبوت کی طرف جانے کا حکم دیا، طُلَیحہ اس وقت بُزاخَہ میں تھا جو بنی اَسَد بن خُزَیمہ کا پیاؤ ہے؛ خالد اس کی طرف روانہ ہوئے، اور عُکّاشہ بن مِحصَن الاَسدِی حلیفِ بنی عبد شمس ۱۶۱
اور ثابت بن اَقرَم البلوی حلیفِ انصار کو آگے بھیجدیا، رستے میں ان دونوں کو حِبال بن خُوَیلِد ملا، اس کو ان دونوں نے مار ڈالا، طُلَیحہ اور اس کے بھائی سَلَمہ کو جب اس کی خبر ہوئی، تو ان دونوں نے عُکّاشہ اور ثابت کو قتل کر دیا۔ طُلَیحہ کہتا ہے: ؎

ذَكَرْتُ أَخِي لَمَّا عَرَفْتُ وُجُوهَهُمْ — وَأَيْقَنْتُ أَنِّي ثَائِرٌ بِحِبَالِ
عَشِيَّةَ غَادَرْتُ ابْنَ أَقْرَمَ ثَاوِيًا — وَعُكَّاشَةَ الْغَنْمِيَّ عِنْدَ مَجَالِ

(مجھے ان کی صورتیں دیکھتے ہی اپنا بھائی یاد آیا اور یقین ہو گیا، کہ میں آج ضرور ان سے اپنے بھائی حِبال کے خون کا بدلہ لینے والا ہوں۔ میں نے ثابت بن اقرم کو اسی شام قبر میں دفن کر دیا، اور عُکّاشۃ الغَنمی کو جولاں گاہ کے پاس خاک و خون میں لتھڑا چھوڑ دیا)

پھر مسلمان اور ان کے دشمن باہم دست و گریباں ہوئے، طرفین نے سخت جنگ کی عُیَینَہ بن حِصن بن حُذیفہ بن بَدر بنی فَزارہ کے سات سو آدمیوں کی معیت میں طُلَیحہ کے ساتھ تھا، اس نے یہ دیکھ کر مسلمانوں نے مشرکوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا ہے طُلَیحہ سے آکے کہا، "تو نے دیکھا ابی الفَصِیل کا لشکر کیا کر رہا ہے؟ پھر کیا جبرئیل تیرے پاس کوئی (وحی یا حکم) لایا ہے؟" اس نے کہا "ہاں آیا تھا اور یہ کہہ گیا ہے کہ تیرے لئے اس کی چکی جیسی ایک چکی ہے اور ایک ناقابل فراموش دن ہے۔" عُیَینَہ نے کہا "میں دیکھتا ہوں واللہ تیرے لئے ایک ناقابل فراموش دن ہے! اے بنی فَزارہ یہ جھوٹا ہے" عُیَینَہ یہ کہہ کے اس کے لشکر سے

چلا گیا، مشرکوں کو ہزیمت ہوئی، مسلمان غالب ہوئے، عُیَینہ بن حصن گرفتار ہوا اور المدینہ لایا گیا، (حضرت) ابوبکرؓ نے اس کا خون معاف کر دیا اور اس کو رہا کر دیا۔ طُلَیحہ بن خُوَیلد بھاگ کر اپنے خیمے میں گیا، غسل کیا، اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عُمرہ کی غرض سے مکہ گیا اور پھر مسلمان ہو کر المدینہ آیا۔ بعض کہتے ہیں: نہیں، بلکہ وہ (بھاگ کر) الشّام گیا تھا جہاں مجاہدین نے اس کو گرفتار کر لیا اور (حضرت) ابوبکر کے پاس المدینہ بھیجدیا، یہاں وہ مسلمان ہو گیا اور العراق و نہاوند کی جنگوں میں شریک ہوا اور خوب داد شجاعت دی۔ ایک دفعہ (حضرت) عمرؓ نے اس سے کہا "کیا اللہ کے نیک بندے عُکّاشہ بن مِحصَن کو تو نے ہی قتل کیا تھا؟" اس نے کہا: "ہاں! عُکّاشہ کو مجھ سے سعادت ملی، اور مجھے ان سے شقاوت نصیب ہوئی۔ میں اللہ سے اپنی مغفرت چاہتا ہوں۔"

مجھے داؤد بن رجال الاسدی نے اپنی قوم کے بڑے بوڑھوں

(۵۵) سے خبر دی کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطّاب (رضی اللہ عنہ) نے طُلَیحہ سے کہا: "تو نے یہ دعویٰ کر کے اللہ پر افترا باندھا تھا کہ اس نے تجھ پر یہ وحی نازل کی ہے کہ "اللہ کو تمہارے چہروں کا خاک آلودہ ہونا اور تمہارے پچھایوں کی بد نمائی پسند نہیں، تم اللہ کو پرہیزگاری کے ساتھ کھڑے ہو کر یاد کیا کرو، کیوں کہ جھاگ خالص (دودھ) ہی پر آتے ہیں۔" اس نے کہا: "اے امیرالمومنین! یہ کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا جس کو اسلام نے بالکل مٹا دیا، اب مجھ پر اس کے بعض مظاہر کی وجہ سے کوئی ملامت نہیں ہے۔" (یہ سنکر حضرۃ) عمرؓ چپ ہو گئے۔

کہتے ہیں:۔ خالد بن الولید رُمّان اور اَبَانَین آئے، جہاں بُزَاخہ کی باقی ماندہ جمعیت موجود تھی، اور اس نے بغیر جنگ (حضرۃ) ابوبکرؓ کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر خالد نے ہشام بن العاصی بن وائل السّہمی، برادر عمرو بن العاصی کو (جو قدیم الاسلام تھے اور مہاجرین حبشہ میں سے تھے) بنی عامر بن صَعصَعَہ کی طرف بھیجا، ان لوگوں نے بھی بغیر

جنگ اسلام کا اظہار کیا اور اذان دینے لگے۔ ہشام واپس آگئے۔

قُرّۃ بن ہُبَیرۃ القُشَیری نے صدقہ دینا بند کر دیا تھا، اور طُلَیحہ کی مدد کی تھی؛ ہشام بن العاصی اس کو گرفتار کر کے خالد کے پاس لائے اور انھوں نے اس کو (حضرۃ) ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیا۔ اس لئے ان سے کہا: "خدا کی قسم جب سے ایمان لایا ہوں کبھی کافر نہیں ہوا، جب عَمرو بن العاصی، عُمّان سے واپسی میں میرے پاس ہو کر گزرے تھے تو میں نے ان کی مہمانداری اور فرماں برداری کی تھی"! اس کے متعلق (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (حضرۃ) عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، انھوں نے تصدیق کی، اور (حضرت) ابوبکرؓ نے اس کا خون معاف کر دیا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: — خالد، بنی عامر کے علاقے کی طرف گئے تھے، اور یہیں سے انھوں نے قُرّۃ کو پکڑ کر (حضرت) ابوبکر کی خدمت میں بھیجا تھا۔

راوی کہتا ہے: — پھر خالد الغَمر کی طرف گئے، جہاں بنی اسد غطفان وغیرہ میں سے ایک جماعت تھی، اور اس کا سردار خارجہ بن حِصن بن حُذَیفہ تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے سردار بدلتے رہتے تھے اور ہر قوم کا سردار اسی قوم میں سے ایک شخص ہوتا تھا۔ اس جماعت نے خالد اور مسلمانوں سے جنگ کی، مسلمانوں نے اس کے ایک گروہ کو قتل کیا، اور باقی ماندہ بھاگ نکلے۔ اس کے متعلق حُطَیئۃ العَبسی کہتا ہے:

اَلا کُلُّ اَرمَاحٍ قِصَارٍ اَذِلَّۃٍ   فِدَآءٌ لِاَرمَاحِ الفَوَارِسِ بِالغَمرِ

(الغَمر کے شہ سواروں کے نیزوں پر تمام چھوٹے اور ادنیٰ قسم کے نیزے قربان کر دئے جائیں۔)

پھر خالد، جَوّ قُراقِر آئے، اور بعض کہتے ہیں: النُّقرہ آئے، یہاں
بنی سُلَیم کا ایک گروہ تھا جس کا سردار ابو شجرہ عَمرو بن عبد العُزّیٰ (۹۵)
السُّلَمی تھا، اور اس کی ماں خَنساء تھی، اس نے خالد سے جنگ کی، اس میں ایک مسلمان شہید ہوا، پھر اللہ نے مشرکوں کی جماعت پراگندہ کر دی

کہتے ہیں:۔ خالد نے اس معرکے میں مرتدوں کو جلایا۔ (حضرت) ابو بکرؓ سے جب یہ بات کہی گئی تو انھوں نے کہا: "میں اس تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا جو اللہ نے کافروں پر بے نیام کی ہے۔" ابو شجرہ مسلمان ہو گیا اور (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا، وہ اس وقت مسکینوں کو عطیہ دے رہے تھے، اس نے بھی کچھ مانگا، انھوں نے کہا، کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا ہے:۔

وَرَوَّيتُ رُمحِي مِن كَتِيبَةِ خَالِدٍ ... وَاِنِّي لَاَرجُو بَعدَهَا اَن اُعَمَّرَا

(میں نے خالد کے لشکر سے اپنے نیزہ کی پیاس بجھائی اب میں اُمید کرتا ہوں کہ میری عمر دراز ہو جائے گی۔)

اور یہ شعر پڑھ کے اس کے دِرّہ مارا۔ اس نے کہا: "اے امیر المومنین! اس کو تو اسلام نے محو کر دیا۔"

کہتے ہیں:۔ (حضرت) ابو بکرؓ کے پاس الفُجاءۃ آیا، اور اس نے کہا: "مجھے سواری اور ہتیار دیجئے میں لڑوں گا۔" انھوں نے اس کو گھوڑا دیا اور ہتیار دیئے، وہ یہ چیزیں لے کے نکلا اور لوگوں کو ستانے اور بلا امتیاز مسلم و مرتد قتل کرنے لگا۔ اس نے اپنے ساتھ ایک جماعت اکٹھی کر لی تھی۔ (حضرت) ابو بکرؓ نے طُرَیفَہ بن حاجزہ برادر مَعْن بن حاجزہ کو اس سے جنگ کرنے کو لکھا، انھوں نے اس سے جنگ کی، اور اس کو گرفتار کر کے (حضرت) ابو بکرؓ کے پاس بھیجدیا، اور (حضرت) ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ اس کو ناحیۂ المُصَلّٰی میں جلا دیا جائے۔

بعض کہتے ہیں:۔ (حضرت) ابو بکرؓ نے یہ حکم دراصل مَعْن کو بھیجا تھا، انھوں نے اپنے بھائی طُریفہ کو روانہ کیا اور انہی نے اس کو گرفتار کیا۔

الفجاءۃ کا نام بُجَیرُ بن ایاس بن عبد اللہ السُّلَمی تھا۔

اس کے بعد خالد بنی تمیم کے ان لوگوں کی طرف روانہ ہوئے جو البُطاح اور البَعُوضہ میں تھے، انھوں نے جنگ کی، اور خالد نے ان کو

تتر بتر کر دیا۔ انھی میں مُتَمّم بن نُوَیرہ کا بھائی مالک بن نُوَیرہ بھی تھا، جو بنی حنظلہ کے صدقات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد وہ سارے اموال ہضم کر لئے جو اموال فرائض[1] میں سے اس کے پاس جمع تھے، اور بنی حنظلہ سے کہا، "آئندہ تم جانو اور تمھارا مال"۔ خالد نے اس کو قتل کر دیا۔

بعض راوی کہتے ہیں:۔ البطاح البوضہ میں خالد کا کسی سے مقابلہ نہیں ہوا، لیکن انھوں نے بنی تمیم میں جو سرایا پھیلا دئے تھے ان میں سے ایک سریہ سے، جس کے سردار ضِرار بن الازور الاسدی تھے مالک کا مقابلہ ہوا، اس سے جنگ کی، اور اس کو مع اُس کے ساتھیوں کے گرفتار کر لیا، ضِرار سب کو لے کر خالد کے پاس آئے، خالد نے سب کی گردنیں مارنے کا حکم دیا، اور مالک کی گردن مارنے کا کام ضرار نے اپنے ذمہ لیا۔

بعض کہتے ہیں:۔ مالک نے خالد سے کہا، "خدا کی قسم میں ہرگز مرتد نہیں ہوا" اور اس کی تائید میں ابو قتادہ الانصاری نے یہ شہادت دی کہ "بنی حنظلہ نے ہتھیار ڈال دئے تھے، اور وہ اذان دینے لگے تھے"۔ (۹۹)

(حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: "آپ نے ایسے آدمی کو بھیجا ہے جو مسلمانوں کو قتل کرتا ہے اور آگ کا عذاب دیتا ہے"۔

کہتے ہیں، متمم بن نویرہ (حضرت) عمر کے پاس آیا، انھوں نے پوچھا۔ "تجھے اپنے بھائی مالک کا کتنا رنج ہوا"؟ اس نے کہا: "میں اسے سال بھر روتا رہا، یہاں تک کہ میری گئی ہوئی آنکھ نے میری صحیح آنکھ کی مدد کی۔ کبھی نہیں ہوا کہ میں نے آگ جلتی دیکھی ہو اور میری جان پر نہ بن گئی ہو، وہ اپنے ہاں ہمیشہ صبح تک آگ جلی رکھتا تھا کہ ایسا نہ ہو کوئی مہمان آئے

---

[1] یعنی صدقات مفروضہ کے اموال۔ عربی لغت میں اموال کے وہی معنی ہیں جو موجودہ زمانہ کی معاشیاتی اصطلاح میں "دولت" کے ہیں۔

اور اس کا گھر نہ پہچان سکے"۔ (حضرت) عمرؓ نے کہا: "میرے سامنے اسکی کچھ صفات بیان کر"۔ اس نے کہا: "وہ ایسے گھوڑے پر سوار ہوتا تھا جو منہ زور ہوتا تھا، اور ایسا اونٹ ہانکتا تھا جو اڑیل اور منڈھا ہوتا تھا، اس کے دونوں طرف پانی کی مشکیں ہوتی تھیں، جسم پر چست لباس ہوتا تھا اور ہاتھ میں ایک لمبا سا نیزہ۔ اسی حال میں وہ رات رات بھر چلتا اور صبح کر دیتا تھا۔ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا"۔ (حضرت عمرؓ نے) کہا: تو نے اس کے متعلق کچھ کہا ہو تو مجھے سنا"۔ اس پر اس نے انھیں ایک مرثیہ سنایا جس میں وہ کہتا ہے:-

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

(ہم ایک زمانہ تک جَذِیمَہ کے دو ندیموں کی طرح ہم پیالہ رہے حتیٰ کہ لوگ کہنے لگے یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے"۔)

(حضرت) عمرؓ نے کہا: "اگر میں شاعر ہوتا تو میں بھی اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا"۔ اس نے کہا: "امیر المومنین! یہ برابر کا معاملہ نہیں ہے اگر میرا بھائی بھی اسی طرح مارا جاتا جس طرح آپ کے بھائی مارے گئے، تو میں اس کے لئے ہرگز نہ روتا"۔ (حضرت) عمرؓ نے کہا: "مجھے جیسی تعزیت تو نے دی ہے کسی نے نہیں دی"۔

(اُمّ سادِر سجاح مدعیۂ نبوت)

کہتے ہیں:- نبوت کا دعویٰ اُمّ سادِر سَجَاح بنت اوس بن حق بن اُسَامَہ بن الغَنِیز[1] بن یَرْبُوع بن حَنْظَلَہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم نے بھی کیا تھا بعض کہتے ہیں: یہ سجاح بنت الحارث بن عُقفان بن سُوَید[2] بن خالد بن اُسامہ تھی، اور اس نے غیب گوئی کا دعویٰ کیا تھا۔ بنی تمیم اور بنی تغلب میں سے ایک جماعت نے اس کی پیروی کی، اور یہ اس کی ننھیال

---

[1] مسعودی میں الغنیز کی بجائے حارثہ ہے۔ اس نے جو نسب نامہ دیا ہے اس کی رو سے سُوَید یا حارثہ کا باپ اور عُقفان دادا ہوتا ہے (التنبیہ والاشراف)

[2] طبری نے سُوَید بن عُقفان لکھا ہے (ص ۱۲۸)

تھی۔ ایک دن اس نے یہ مُسَجّع کلام بنایا: إِنَّ رَبَّ السَّحَابِ، يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَغْزُوا الرِّبَابَ (بادلوں کا رب تمھیں رباب پر حملہ کا حکم دیتا ہے) چنانچہ انھوں نے رباب پر حملہ کر دیا مگر شکست کھائی اور پھر کسی سے جنگ نہیں کی۔ اس کے بعد وہ مُسَیلِمَۃ الکَذّاب کے پاس آئی، جو اس وقت الحَجر میں تھا، اور اس سے شادی کر کے اپنا اور اس کا دین ایک کر لیا۔ لیکن اس کے (۱۰۰
قتل ہونے کے بعد اپنے بھائیوں کے پاس آ گئی، اور انہی کے پاس مری۔

ابن الکلبی کہتا ہے:۔ سَجَاح مسلمان ہو گئی تھی، اور اس نے البصرہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اس کا اسلام اچھا تھا۔

عبد الاعلیٰ بن حمّاد النَّرسی کہتا ہے میں نے البصرہ کے مشائخ کی ایک جماعت کو یہ کہتے سنا ہے، کہ:۔ سَمُرَہ بن جُندُب الفَزارِی نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی، وہ اس وقت معاویہ کی طرف سے البصرہ کے والی تھے۔ یہ عُبَید اللہ بن زیاد کے خُراسان سے آنے، اور البصرہ کا والی ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ابن الکلبی کہتا ہے:۔ سَجَاح کا موذن الجَنَبَہ بن طارق بن عَمرو بن حوط الرِّیاحی تھا، اور ایک جماعت کہتی ہے اس کے لئے شَبَث بن رِبعی الرِّیاحی اذان دیتا تھا۔

کہتے ہیں:۔ الیمن میں اہل خَوْلَان مرتد ہو گئے، (حضرۃ) ابوبکرؓ نے ان کی طرف یَعلی بن مُنیہ کو بھیجا (مُنیہ ان کی والدہ تھیں اور بنی مازِن بن منصور بن عِکرِمہ بن خَصَفَہ بن قیس بن عَیلان بن مُضَر سے تھیں۔ اور ان کے والد اُمَیَّہ بن ابی عُبَیدہ، مالک بن حَنظَلہ بن مالک حلیفِ بنی نَوفَل بن عبد مَناف کی اولاد میں تھے۔ ــــ) انھوں نے ان پر فتح پائی، اور غنیمت اور قیدی لیکر واپس ہوئے۔ بعض کہتے ہیں: انھیں کسی جنگ سے دوچار نہیں ہونا پڑا، اور وہ خود ہی اسلام کی طرف رجوع ہو گئے۔

بنی ولیعہ اور الاشعث بن قیس بن معدی کرب ابن معاویۃ الکندی کا ارتداد

کہتے ہیں :۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے زیاد بن لَبِید البیاضی کو حضرموت کا حاکم مقرر فرمایا اور پھر کندہ بھی انہی کی حکومت میں شامل کر دیا۔ بعض کہتے ہیں: کِندہ ان کی حکومت میں (حضرت) ابوبکر نے ضم کیا تھا۔ زیاد ارادہ کے پکے اور سخت آدمی تھے، انہوں نے کِندیوں میں سے ایک سے صدقہ میں جوان اونٹنی لی، اس نے کہا: "یہ واپس دیکر اس کی بجائے دوسری لے لو" لیکن زیاد اس پر صدقہ کی نشانی لگا چکے تھے، اس لئے انہوں نے اس کے واپس کرنے سے انکار کیا، الاشعث بن قیس نے ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی، مگر وہ راضی نہیں ہوئے، اور اس سے کہا، میں ایسی چیز ہرگز واپس نہیں کر سکتا جس پر نشانی لگائی جا چکی ہو" اس پر قبیلہ السکون کے سوا، جو آخر وقت تک ان کے ساتھ رہا، باقی سارے کندی بگڑ گئے؛ ان کا ایک شاعر کہتا ہے :-

(۱۰۱) وَنَحْنُ نَصَرْنَا الدِّیْنَ اِذْ ضَلَّ قَوْمُنَا — شَقَاءً وَشَایَعْنَا ابْنَ اُمِّ زِیَادِ
وَلَمْ نَبْغِ عَنْ حَقِّ الْبَیَاضِیِّ مَزْحَلًا — وَکَانَ تُقَی الرَّحْمٰنِ اَفْضَلَ زَادِ

(ہم نے ایسے وقت دین کی حمایت کی جب ہماری قوم بری طرح گمراہ ہو گئی تھی۔ ہم نے ابن اُمِّ زیاد کا ساتھ دیا اور البیاضی کے حق سے بچنے کی مطلق خواہش نہیں کی؛ اس لئے کہ اللہ کا خوف بہترین توشہ ہے۔)

بنی عَمرو بن معاویہ بن الحارث الکِندی، لَبِید سے مقابلے کو

ع زکوٰۃ کے جانوروں پر ایک خاص نشانی بنا دی جاتی تھی تاکہ وہ اپنی جنس کے دوسرے جانوروں سے الگ پہچانے جائیں۔ (البخاری، ج اول، ص ۱۹)

جمع ہوئے، لَبِید نے مسلمانوں کی معیت میں ان پر شبخون مارا اور ان میں سے بہتوں کو قتل کیا۔ انہی میں مِخْوَس اور مِشْرَح اور جَمَد اور اَبْضَعَہ تھے جو مَعْدِی کَرِب بن وَلِیعَہ بن شُرَحْبِیل بن معاویہ بن حُجْر القَرِد (قَرِد ان کی زبان میں گھوڑے کو کہتے ہیں۔ ۴) بن الحارث الوَلّادَہ بن عَمْرو بن معاویہ بن الحارث کے بیٹے تھے، یہ بہت سی وادیوں کے مالک تھے، اور اس لئے "الملوک الاَرْبَعَہ" کہلاتے تھے؛ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر مرتد ہو گئے۔ اس جنگ میں ان کی بہن العَمَرَّدَہ بھی ماری گئی؛ اس کا قاتل اس کو مرد سمجھ رہا تھا۔ زیاد واپسی میں الاَشْعَث بن قیس اور اس کی قوم پر سے گزرے، ان کے ساتھ لونڈی غلام اور غنیمت کے اموال تھے، (یہاں پہنچکر) عورتیں اور بچے رونے پیٹنے لگے، الاَشْعَث کو غیرت آئی، وہ اپنی قوم میں سے ایک جماعت کیساتھ نکلا، زیاد کا اور ان کے ساتھیوں کا جم کے مقابلہ کیا؛ مسلمانوں میں سے کچھ کام آئے، اور کِندیوں نے انھیں شکست دیدی، یہ دیکھ کر کِندہ کے اکابر الاَشْعَث کے ساتھ ہو گئے، زیاد نے (حضرۃ) ابوبکرؓ کو مدد کے لئے لکھا، اُنھوں نے مُہاجر بن اُمَیَّہ کو کمک پر جانے کا حکم بھیجا، دونوں اپنی اپنی فوجیں لے کر الاَشْعَث کے مقابلہ پر آئے اور اس پر ٹوٹ پڑے، اس کی جماعت منتشر کردی اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ کِندیوں نے النُّجَیْر میں پناہ لی؛ یہ ان کی ایک گڑھی تھی، مسلمانوں نے بشدت اس کا محاصرہ کیا، الاَشْعَث نے ان میں سے ایک تعداد کے لئے امان چاہی اور اپنے تئیں اس تعداد سے الگ کر لیا۔ (اس کی وجہ یہ تھی کہ) الجَفْشِیش الکِندی نے، جس کا نام مَعْدان بن الاَسْوَد بن مَعْدِی کرب تھا، اس کی کمر پکڑلی اور کہا: "مجھے اس تعداد میں داخل کردو۔" اس نے اس تعداد میں اس کو داخل کر دیا اور اپنے تئیں الگ کر لیا؛ پھر وہ زیاد بن لَبِید اور المُہاجِر کے پاس آیا اور انھوں نے اس کو (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیا؛ (حضرت ابوبکرؓ نے)

اس پر مہربانی فرمائی، اور اپنی بہن اُمّ فَرْوہ بنت ابی قُحافَہ کی اس سے
شادی کردی (جن سے اس کے ہاں محمّد و اسحٰق دو لڑکے اور قُرَیْبَہ
١٠٢) وحُبابَہ وجَعْدَہ تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں: (حضرت ابوبکر
نے) اس سے اپنی بہن قُرَیْبَہ کی شادی کی تھی۔ جب شادی ہو چکی تو وہ
بازار آیا اور ذبح کا جو اونٹ دیکھا اس کی ایڑیوں کے پٹھے کھول دیے،
اس کی قیمت دی اور لوگوں کی ضیافت کی۔ اس کے بعد وہ (کچھ دنوں)
المدینہ رہا، پھر الشام والعراق گیا، جہادوں میں داد شجاعت دی،
اور الکوفہ میں وفات پائی اور (حضرت امام) حسن بن علی ابن ابی طالب
(علیہ السلام) نے، جب معاویہ سے ان کی صلح ہو چکی تھی، اس پر
نماز جنازہ پڑھی۔ اس کی کنیت ابو محمد اور لقب عُرف النار تھا۔

بعض راوی کہتے ہیں:— بنی وَلِیعَہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
سے پہلے ہی مرتد ہو گئے تھے اور زیاد کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کی سرکوبی کو روانہ فرمایا تھا۔ جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے لوگوں کو
(حضرت) ابوبکر کی بیعت کے لئے بلایا، سب نے بیعت کی مگر بنی ولیعہ
نے نہیں کی، زیاد نے ان پر شبخون مارا اور تہ تیغ کیا، الاَشعَث مرتد
ہوکر النُجَیر میں قلعہ گیر ہوگیا، زیاد المُہاجر نے اس کا محاصرہ کرلیا؛
جب عِکرِمہ بن ابی جَہْل عُمان سے واپس آئے تو (حضرت) ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے ان کو مدد کے لئے بھیجا؛ لیکن النُجَیر ان کے پہنچنے سے
پہلے فتح ہو چکا تھا۔ (حضرت) ابوبکرؓ نے مسلمانوں سے کہا: "ان کو غنیمت
میں شریک کرلو" اور انھوں نے ان کو شریک کرلیا۔

کہتے ہیں:— النُجَیر میں چند عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات پر خوشیاں منائی تھیں، (حضرت) ابوبکر رضی اللہ
عنہ نے ان کے ہاتھ پاؤں قطع کرنے کا حکم دیا۔ ان میں الثَبجاء الحَضرَمِیَّۃ
اور ہند بنت یامین الیہودیہ تھیں۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی عبدالرزاق بن ہمام الیمانی نے، اور ان سے الیمن کے بعض مشائخ نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سعید بن العاصی کو صنعاء پر مقرر فرمایا۔عنسی الکذاب نے ان کو یہاں سے نکال دیا۔ اور المہاجر بن اُمیّہ کو کندہ پر، اور زیاد بن لبید البیاضی کو حضر موت و الصدف پر۔

الصَّدِف کے باشندے مالک بن مُرتّع بن معاویہ بن کندہ کی اولاد میں تھے۔ الصّدف کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں مُرتع نے ایک حضرمیّہ سے اس شرط پر شادی کی تھی کہ جب تک اس کے ہاں کوئی بال بچہ پیدا ہو وہ اس کے ساتھ رہے گی اور اس کے بعد وہ اسکو میکے جانے سے نہیں روکے گا۔ جب اس کے ہاں مالک پیدا ہوا تو حاکم نے (اس شرط کے مطابق) یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس کو میکے بھیجدے؛ جب وہ جانے لگی اور مالک بھی باپ سے جدا ہو کر ماں کے ساتھ جانے لگا تو اس نے کہا: صَدَفَ عنّی مالِك (مالک مجھ سے بچھڑ گیا) اس وجہ سے اس جگہ کا نام الصَّدف پڑ گیا۔

(۱۰۳ عبدالرزاق کہتا ہے: مجھے الیمن کے مشائخ نے خبر دی ہے کہ:۔ (حضرت) ابوبکر نے زیاد بن لبید اور المہاجر بن اُمیّۃ المخزومی کو، جو اس وقت کندہ پر (والی) تھے، لکھا کہ: "تم دونوں ایک جگہ اس طرح جمع ہو جاؤ کہ دونوں کے ہاتھ مثل دست واحد اور دونوں کے حکم مثل حکم واحد ہو جائیں؛ اور پھر میرے لئے بیعت لو، جو صدقہ نہ دیں ان سے جنگ کرو؛ اور مومنوں سے کافروں کے خلاف، اور فرماں برداروں سے نافرمانوں اور مخالفوں کے خلاف امداد حاصل کرو؛ انھوں نے کندیوں میں سے ایک سے صدقہ میں ایک بن بیاہی اونٹنی لی، اس نے دینے کے بعد کہا: "یہ دے کر دوسری لے لو"۔ المہاجر نے کہا: اچھا؛ مگر زیاد نے انکار کیا اور وہی اونٹنی رکھی، اور کہا: "صدقہ کی

نشانی لگنے کے بعد ہم ہرگز واپس نہیں کر سکتا"۔ اس پر بنی عَمرو بن معاویہ نے ایک جماعت طیار کی، زیاد نے المہاجر سے کہا: "اس جتھے کو دیکھتے ہو؟ میری رائے میں یہ تو مناسب نہیں ہے کہ ہم سب ایک جگہ سے حملہ کریں، میں ایک جماعت کے ساتھ لشکر سے خفیہ طور پر الگ ہو جاتا ہوں اور ان کا فروں پر شبخون مارتا ہوں"۔ زیاد مستقیم الارادہ اور سخت آدمی تھے؛ یہ تہیّہ کرکے بنی عَمرو کی جانب روانہ ہوئے؛ رات کو ان کے قریب پہنچکر شبخون مارا، بہتوں کو قتل کیا (اور ان کو اتنا بدحواس کر دیا کہ) وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ پھر زیاد و المہاجر جمع ہوئے، ان کے ساتھ لونڈی غلام اور اسیران جنگ تھے؛ الاشعث بن قیس اور کِندہ کے سرداروں نے ان کا مقابلہ کیا اور جہاں تک ہوسکا جان توڑ کر لڑے، پھر النُجیر میں پناہ گیر ہو گئے، زیاد و المُہاجر نے ان کا محاصرہ کر لیا، حتیٰ کہ محاصرہ نے انھیں تنگ کر دیا اور بہت نقصان پہنچایا، آخر الاشعث اطاعت پر اُتر آیا۔

کہتے ہیں:- حضرموتی کِندیوں کی مدد کو آئے تھے۔ زیاد اور المہاجر ان پر جا پڑے اور کامیاب ہوئے۔

خولانیوں کے ارتداد پر (حضرت) ابوبکرؓ نے یَعلیٰ بن مُنیَہ کو بھیجا؛ انھوں نے جنگ کی، اور ان کو مطیع کر لیا، اور وہ صدقہ دینے پر راضی ہو گئے۔

پھر المُہاجر کے پاس (حضرت) ابوبکر کا پروانہ آیا، اس میں صَنعا اور اس کی مَخَالِیف کی ولایت کا حکم تھا۔ اس کی رو سے ان کی عملداری کی حدیں زیاد کی عملداری سے مل گئیں۔ اس طرح الیمن تین آدمیوں: زیاد، المُہاجر اور یَعلیٰ میں تقسیم ہو گیا۔ ابوسفیان بن حرب کو الحجاز و نجران کی آخری حدوں کے درمیانی علاقہ کا والی کیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابونصر التَمّار نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی شریک نے؛ انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابراہیم

(۱۰۴) بن المُہاجر نے اور انھیں ابراہیم النَخَعی نے، کہ:- الاشعث بن قیس الکندی

کندہ کے بہت سے آدمیوں کو لیکر مرتد ہو گیا، مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا، اس نے اہل شہر میں سے ستر آدمیوں کے لئے امان مانگی مگر خود اپنے لئے نہیں پھر اس کو (حضرت) ابوبکر کے پاس لائے، انھوں نے کہا: "ہم تجھے قتل کریں گے، کیونکہ جب تو اس تعداد میں نہیں ہے جس کے لئے تو نے امان مانگی تھی تو تیرے لئے کوئی امان نہیں ہے۔" اس نے کہا: "نہیں، بلکہ اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ مجھ پر مہربانی کریں گے اور میری شادی کر دینگے۔" انھوں نے یہی کیا اور اپنے بہن سے اس کی شادی کر دی۔

مجھ سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلّام ابوعُبید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح نے جو لَیث بن سَعد کے کاتب تھے، ان سے عُلوان بن صالح نے، ان سے صالح بن کَیسان نے، ان سے حُمید بن عبد الرحمن نے، ان سے عبد الرحمن بن عَوف نے، اور ان سے (حضرت) ابوبکرؓ صدیق نے کہ: — میں اپنے تین ارادوں سے باز رہا حال آں کہ میں ان میں سے ایک سے باز رہنا نہیں چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ جب الأَشعث بن قیس میرے پاس لایا گیا تو میں نے چاہا کہ اُسے قتل کرا دوں، کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ جب کبھی کوئی برائی کرے گا تو اس میں پوری کوشش کرے گا۔ دوسرے یہ کہ جب الفجاءَہ میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں اسے جلوانا نہیں چاہتا تھا بلکہ قتل کرانا چاہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ جب میں نے خالد کو الشام کی طرف بھیجا تو عمر بن الخطاب کو العراق کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا، تاکہ میرے دونوں ہاتھ اللہ کی راہ میں پھیل جائیں۔"

مجھے خبر دی عبد اللہ بن صالح العِجلی نے، انھیں یحییٰ بن آدم نے، انھیں الحسن بن صالح نے، انھیں فِراس یا بُنان نے، اور انھیں الشّعبی نے، کہ: — (حضرت) ابوبکرؓ نے النُّجَیر کے اسیران جنگ کو فی کس چار سو درہم فدیہ پر واپس کر دیا۔ الأَشعث بن قیس نے المدینہ کے تاجروں سے مطلوبہ رقم قرض لے کر فدیہ میں دی اور پھر وہ رقم انھیں ادا کر دی۔ راوی کہتا ہے: الأشعث نے بشیر بن الاُدوَح اور یزید بن اُمانۃ اور ان

لوگوں کا جو النجیر کے دن قتل ہوئے، یہ مرثیہ کہا۔ بشیر ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور پھر مرتد ہو گئے تھے:۔

لَعَمْرِی وَمَا عَمْرِی عَلَیَّ بِھَیِّنٍ ... لَقَدْ کُنْتُ بِالْقَتْلٰی اَحَقَّ ضَنِیْنِ
فَلَا غَرْوَ اِلَّا یَوْمَ یُقْسَمُ سَبْیُھُمْ ... وَمَا الدَّھْرُ عِنْدِی بَعْدَھُمْ بِاَمِیْنِ
وَکُنْتُ کَذَاتِ الْبَوِّ رِیْعَتْ فَاَقْبَلَتْ ... عَلٰی بَوِّھَا اِذْ طُرِّبَتْ بِحَنِیْنِ
عَنِ ابْنِ اُمَامَاۃَ الْکَرِیْمِ وَ بَعْدَہٗ ... بَشِیْرِ النَّدٰی فَلْیَجْرِ دَمْعُ عُیُوْنِ

اپنی جان کی قسم، اور وہ مجھے اجیرن نہیں ہے، کہ میں مقتولوں کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اس دن کے بعد سے، جب کہ اسیران جنگ تقسیم کئے جا رہے تھے، زمانہ میرے نزدیک امانت دار نہیں رہا۔ میری مثال بالکل اس اونٹنی کی سی ہے جس کا بچہ مرچکا ہو اور وہ اس کے لئے چیختی ہو اور جب اسے بھس بھرا بچہ دکھایا جائے تو وہ اس کی طرف دوڑے اور دودھ اس کے تھنوں سے جاری ہو جائےؔ۔ میری آنکھوں کے آنسو معزز ابن اماماۃ اور اس کے بعد فیاض بن بشیر کے لئے بہنے چاہئیں۔"

ؔ عربوں میں دستور تھا کہ جب کسی کی اونٹنی کا بچہ مرجاتا اور دودھ اس کے تھنوں سے نہیں اترتا تھا تو وہ اونٹ کے بچے کی کھال میں بھس بھر کے اس کے قریب لیجاتے، وہ اس کو دیکھکر محبت سے بیتاب ہو جاتی تھی اور چیختی تھی اور دودھ اس کے تھنوں سے جاری ہو جاتا تھا۔

(۵) الاَسْوَدُ العَنْسی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ الیمن میں مرتد ہوئے

کہتے ہیں :۔ الاَسْوَد بن کَعْب بن عَوْف العَنْسی کہانت کا روپ بھر کر نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور عَنْس اس کے پیرو ہو گئے عنس کا نام زید بن مالک بن اُدَد بن یَشْجُب بن عَرِیب بن زَید بن کَہْلان بن سَبا تھا۔ اور عَنْس، مراد بن مالک اور خالد بن مالک اور سَعْدُ العشیرہ بن مالک کا بھائی تھا۔ عنسیوں کی طرح ایک اور قوم نے بھی اس کا اتباع کیا اس نے اپنا نام "رحمٰن الیمن" رکھا، جس طرح مُسَیلمہ نے اپنا نام "رحمن الیَمامَہ" رکھا تھا؛ اس کے پاس ایک سدھا ہوا گدھا تھا، جب یہ اس سے کہتا کہ "اپنے رب کو سجدہ کر" تو سجدہ کرتا، اور جب کہتا کہ "گھٹنے ٹیک" تو وہ گھٹنے ٹیکتا اس وجہ سے اس کا نام "ذوالحِمَار" (گدھے والا) پڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں: اس کو "ذوالخمار" (نقاب پوش) کہتے تھے، اس لئے کہ وہ ہمیشہ نقاب ڈالے اور عمامہ باندھے رہتا تھا۔

مجھ سے بعض اہل الیمن نے کہا کہ :۔ الاَسوَد سیہ رو تھا، اس لئے اس کو الاَسُود کہنے لگے؛ ورنہ اس کا اصلی نام عَیْہَلَہ تھا۔

کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ البَجَلی کو اسی سال جس سال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی الاَسود کے

پاس روانہ فرمایا کہ اسے اسلام کی طرف دعوت دیں، لیکن اس نے انکار کیا؛ جَرِیْر اسی سال اسلام لائے تھے۔

بعض راوی اس سے منکر ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر کو الیمن بھیجا۔ کہتے ہیں:۔ اَلاَسْود صَنْعاء آیا اور اس پر غالب ہوگیا اور اس نے خالد بن سعید بن العاصی کو صَنْعَاء سے نکال دیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اَلاَسْود نے (خالد کو نہیں) المُہاجِر بن ابی اُمیّہَ کو نکالا تھا، اور انھوں نے زیاد بن لَبِیْد البیاضی کے علاقہ میں پناہ لی تھی، اور (حضرت) ابوبکر کا حکم آنے تک یہیں رہے تھے۔ (حضرت) ابوبکر نے زیاد کو المُہاجر کی مدد کرنے کا حکم دیا، انھوں نے ان کی مدد کی، اور مہم سر کرلی؛ (حضرت) ابوبکر نے المُہاجر کو صَنْعَاء اور اس کے اعمال کا والی کردیا۔

اَلاَسْود نہایت مغرور ومتکبر تھا۔ اس نے الاَبْنَاء[۱] کو جو ان ایرانیوں کی اولاد تھے جنھیں کسریٰ نے وَہْرِز[۲] کی سرلشکری میں ابن ذِی یَزَن کے ساتھ الیمن بھیجا تھا، ذلیل کیا اور اپنا خدمتگار بنایا اور ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف کام کریں، اور المَرْزُبانَہ سے شادی کرلی، وہ ان کے سردار باذام کی بیوی تھی جو کسریٰ اَبْرَوِیز کی طرف سے ان پر حاکم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن ہُبَیْرَۃ المَکْشُوح المُرادی کو الاسود سے جنگ کرنے روانہ فرمایا۔ ان کا نام المکشوح اس لیۓ رکھا گیا کہ یہ ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوگئے تھے جس کی وجہ سے ان کے پہلو میں داغ دیۓ گئے تھے۔ اور الاَبْنَاء کی استمالت کا حکم فرمایا، اور فَرْوَہ بن مُسَیْک المُرادی کو بھی ان کے ساتھ کردیا۔

---

[۱] ابناء، کے لغوی معنی ہیں بیٹے۔ لیکن یہاں قدیم ایرانیوں کی وہ جماعت مراد ہے جو ایران سے نکل کر بلادِ الیمن میں آکر آباد ہوگئی تھی۔ یہ لوگ خُرَّزاد بن نَرْسِی بن جاماسپ برادر قُباذ بن فَیْروز کے ساتھ یہاں آئے تھے۔ عرب ان کو الاَبْنَاء الفُرْس کہتے تھے۔

[۲] یہ اس منصب یا عہدہ کا نام ہے جس پر اَنُوشِرْوَان نے خُرَّزاد کو مقرر کیا تھا۔ اور یہ اسوقت کیا تھا جب خُرَّزاد کو اہل حَبَش کے مقابلہ میں، جو الیمن پر چھاگئے تھے، سیف ابن ذی یزن الحِمْیَری کی مدد کرنے کو لکھا تھا۔

ان کے الیمن پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کی خبر آئی
قیس نے اَلاَسود کو حکم دیا کہ میں تمھارا ہم خیال ہو گیا ہوں، اس نے صَنعاء میں انکو
داخل ہونے کی اجازت دیدی اور یہ مَذحِج و ہمدان وغیرہ کے لوگوں کے ساتھ
شہر میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے انھوں نے اَلاَبناء میں سے فِیروز بن
الدَّیلمی کو رام کر کے مسلمان کیا، پھر یہ دونوں اَلاَبناء کے سردار بَاذَام کے پاس
گئے؛ بعض کہتے ہیں: بَاذَام اس زمانہ میں مرچکا تھا اور اَلاَبناء کا سردار اس کا
جانشیں دَاذَوَیہ تھا (اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ ۲۴) اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد
وہ ثابت بن ذی الحُرّۃ الحمیری سے ملے اور اس کو بھی رام کر لیا۔ دَاذَوَیہ نے اپنے
داعی الاَبناء میں پھیلا دیئے، وہ اسلام لائے اور اس پر متفق ہو گئے کہ الاَسود
کو اچانک جا دبوچیں اور قتل کر دیں۔ اس کے لئے اس کی بیوی المَرزُبانہ سے جسکو
الاسود سے سخت نفرت تھی، سازش کی گئی، اس نے ان کو اندر آنے کے لئے
ایک موری کا پتہ بتایا اور اس رستہ سے یہ لوگ صبح سویرے گھر میں داخل ہو گئے
بعض کہتے ہیں: ان لوگوں نے صبح سویرے اس کے گھر کی دیوار میں ایک جگہ
جہاں سے وہ شق ہو رہی تھی، نقب لگائی اور اس کے سر پر جا پہنچے، وہ مدہوش
پڑا سو رہا تھا، قیس نے اس کو ذبح کر دیا، وہ بیل کی طرح ڈکرانے لگا، اس کے
چوکیداروں نے جو یہ آوازیں سنیں تو گھبرائے اور پوچھا: رحمٰن الیمن کو یہ کیا ہو گیا
اس کی بیوی نے فوراً کہا: "اس پر وحی آرہی ہے"۔ وہ مطمئن ہو گئے اور چپ
ہو گئے، قیس نے اس کا سر کاٹا اور جب صبح ہوئی تو فصیل پر چڑھے اور (بلند
آواز سے) کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
الاسود جھوٹا ہے اور اللہ کا دشمن ہے"۔ (یہ سنتے ہی) الاَسود کے پیرو جمع ہوئے
قیس نے اس کا سر ان کے سامنے پھینک دیا، اس کو دیکھکر چند کے سوا باقی
سب منتشر ہو گئے۔ قیس کے ساتھی دروازہ کھولنے کے لئے نکلے اور انہوں نے اسکے
پیرووں میں سے ان کے سوا جو اسلام لا چکے تھے باقیوں کو تہ تیغ کر دیا۔
بعض راوی کہتے ہیں: الاَسود العنسی کو فَیروز بن الدَّیلمی نے قتل کیا۔

---

۲۴ فیروز بن الدّیلمی ان دو اسواروں میں سے ایک تھا جن کو باذام نے اَبرَویز کے حکم سے

قیس نے صرف حملہ کی اجازت دی اور اس کا سر کاٹا۔

بعض اہل العلم کہتے ہیں:۔ الاسود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے سے پانچ دن پہلے قتل ہو گیا تھا اور آپ نے حالت مرض میں فرمایا تھا: "اللہ نے مردِ صالح فیروز بن الدَّیلمی کے ہاتھ سے الاَسْوَدُ العَنسی کو قتل کر دیا"۔

(۱۰۷) حضرت ابوبکر کو فتح کی خبر اس وقت ہوئی جب انھیں خلیفہ ہوئے دس راتیں گذر چکی تھیں۔

مجھے خبر دی بکر بن الہَیْثَم نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان اَنَس الیَمَانی اور النّعمان بن بُزُرْج یکے از الاَبناء نے، کہ:۔ الاَسْوَد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عامل کو صَنْعَاء سے نکالا تھا وہ ابان بن سَعِید بن العاصی تھے؛ اور جس نے الاسود کو قتل کیا وہ فیروز بن الدَّیلمی تھے۔ قیس اور فیروز جب المدینہ میں تھے تو دونوں نے یہ دعویٰ کیا کہ الاسود کو ہم نے قتل کیا ہے؛ (حضرت) عمر نے کہا: "اُس کو اس شیر یعنی فیروز نے قتل کیا ہے"۔

کہتے ہیں: قیس پر دَاذَوَیہ کے قتل کی تہمت لگائی گئی، جب (حضرت) ابوبکر کو یہ خبر ہوئی کہ قیس اَلاَبناء کو صَنْعَاء سے نکالنے پر تُلے ہوئے ہیں تو بہت برہم ہوئے اور المُہَاجر بن اُمَیَّہ کو، جو یہاں آپکے عامل تھے، لکھا کہ صَنْعاء جا کر قیس کو میرے پاس لاؤ، وہ گئے اور اُن کو لیکر آئے، اور ان سے (حضرت ابوبکر نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس اس بات کی پچاس قسمیں لیں کہ انھوں نے دَاذَوَیہ کو قتل نہیں کیا؛ اور جب وہ قسمیں کھا چکے تو انھیں رہا کیا اور ان مسلمانوں کے ساتھ الشام بھیجدیا جنھوں نے رومیوں پر جہاد کی دعوت قبول کی تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۶۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لانے کے لئے بھیجا تھا۔ جب یہ دونوں مدینہ مبارکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج رات کو شِیرَوَیہ بن اَبْرَوِیز نے خسرو اَبْرَوِیز کو قتل کردیا"۔ یہ سنکر دونوں باذام کے پاس واپس آئے اور جب یہ سنا کہ یہ سچ ہے تو خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسلام لائے، باذام بھی اسلام لایا اور اسکی وجہ سے اَبناء صنعاء بھی اسلام لائے۔

استدراک

سہو نظر سے بعض حواشی اپنے اپنے مقام پر درج ہونے سے رہ گئے وہ یہاں بقید صفحات و سطور متن درج کئے جاتے ہیں۔

ص۴، س۷ مسجدِ ضرار منافقین اسلام نے تفریق کلمۂ مسلمین کے لئے، مشہور منافق و مرتد ابو عامر کے اشارہ سے، جو اسلام اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا، مسجد قباء کے توڑ پر، اس کے اور مسجد نبوی کے درمیان، بنی سالم بن عوف کے محلہ میں بنائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی زمانہ میں مہم تبوک پیش آئی، آپ ہنضت فرما ہوئے، رستہ میں یہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ ہم نے ضعیفوں اور بیماروں کے لئے، جن میں مسجد نبوی تک جانے کی سکت نہ ہو، ایک مسجد بنائی ہے، حضور ایک دفعہ اس میں نماز ادا فرمائیں تو وہ مقبول ہو جائے گی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور تبوک سے مراجعت پر اس میں نماز ادا فرمانے کا ارادہ فرمایا، اس پر یہ وحی نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

مِن قَبل۔ (وہ لوگ جنھوں نے کفر و شرارت اور تفریق بین المومنین کے لئے ایک مسجد بنائی ہے، اور جنھیں اُس کا انتظار مقصود ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی جنگ کر چکا ہے۔) اور اس نے یہ حکم سنایا: لَا تَقُمْ فِيهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ (اے محمدؐ! ہرگز ہرگز تم اس میں نماز نہ پڑھنا۔ اس کے مقابلہ میں وہ مسجد اس کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ تم اس میں نماز پڑھو جس کی بنیاد اول یوم سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے، وہاں ایسے لوگ ہیں جو طاہر رہتے ہیں اور اللہ طاہر رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمانے کا ارادہ فسخ فرمادیا اور حکم دیا کہ اس مسجد کو ڈھادیا جائے اور جلا دیا جائے۔

ص۹، س۲ نَقِيبُ النُّقَبَاء۔ نقیب وہ شخص جو ایک قوم یا ایک گروہ کے افعال و احوال کا نگراں، اور ان کا مہتمم اور ان کا ضامن اور جواب دہ ہوتا ہے۔ نقیب النقبا، جو نقیبوں کا نقیب۔ یعنی سرداروں کا سردار ہو، نقیب کو رئیس بھی کہتے ہیں۔ (ابن حجر، ج ۱، ص ۶، ابن منظور، ج ۸)

ص۱۰، س۹۔ "آتش زدہ سنگستان"۔ اصل لفظ حرۃ ہے، حرۃ آتش زدہ سنگستان کو کہتے ہیں۔ عرب میں اس قسم کے سنگستان بہت ہیں اور ہر سنگستان اپنے موضع کی طرف منسوب ہے۔ یہاں جن سنگستانوں کا ذکر ہے وہ مدینۂ منورہ کے شرق و غرب میں ہیں اور یہی حرم المدینہ کی شرقی و غربی حدیں ہیں۔

ص۱۰، س۱۹۔ "آتش زدہ پہاڑیاں" اصل لفظ لَابَۃ ہے۔ لابۃ ایسی پہاڑی

کو کہتے ہیں جس کے پتھر شدت حرارت سے سیاہ ہو گئے ہوں۔ اس قسم کی پہاڑیاں مدینۂ منورہ کے دون جانب (یعنی شمال اور جنوب میں) ہیں اور وہ برکانی مادوں کی کھولن سے سیاہ ہو گئی ہیں۔ یہ پہاڑیاں جبل عَیْر و جبل ثور ہیں۔

ص ۲۰، س ۱۹۔ ایام حَرَّہ سے مراد وہ جنگ ہے جو آخر ذی الحجہ ۶۳ھ میں بمقام حَرَّہ اہل المدینہ اور یزید کے درمیان ہوئی تھی۔ اہل المدینہ عبداللہ بن الزُّبَیْر کے طرفدار تھے، انھوں نے یزید کی بیعت فسخ کردی تھی اور اس کے عامل کو مدینۂ منورہ سے نکال کر عبداللہ بن حَنْظَلَہ کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ یزید نے ان کے لئے مسلم بن عُقْبہ کو چار ہزار فوج دے کر بھیجا، اس نے حرم میں دل کھول کر خونریزی کی اور لوگوں سے بجبر یزید کی بیعت لی۔ اس موقع پر ایک مدنی شاعر یزید کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

لَسْتَ مِنَّا وَلَيْسَ خَالُكَ مِنَّا ۔۔۔ يَا مُضِيعَ الصَّلٰوةِ لِلشَّهَوَاتِ
فَاِذَا مَا قَتَلْتَنَا فَتَنَصَّرْ ۔۔۔ وَاشْرَبِ الْخَمْرَ وَاتْرُكِ الْجُمُعَاتِ

نہ تو ہم میں سے ہے اور نہ تیرا ماموں ہم میں سے ہے۔ اے شہوات نفس کے لئے نماز کو ضائع کرنے والے! جب تو ہمیں قتل کرے تو نصرانی ہوجائیو، اور مے نوشی کیجو اور جمعہ ترک کر دیجو۔ (التنبیہ والاشراف، ص ۱۶۵ و ۱۶۶، طبع دارالترجمہ)

ص ۲۱، س ۱۹۔ مُزَیْقِیَا الیمن کی قحطانی سلطنت کا آخری اور بڑی سطوت کا بادشاہ تھا، اور جِذْع اس کا سپہ سالار تھا۔ (ابو الفداء، ج ۱، ص ۶۰۔)

ص ۲۳، س ۹۔ وقائع و ایام عربی ادب میں عہد جاہلیت کی جنگوں کیلئے

بولا جاتا ہے۔ اوس و الخزرج کے وقائع و ایام بہت ہیں۔ ان کا سلسلہ حربِ سمیر سے شروع ہو کر ایک سو بیس برس تک جاری رہا۔ ان کے مشہور وقائع حسب ذیل ہیں :-

حرب سُمیر۔ حرب کعب ۔ یوم السرار ۔ حرب حُصین
حرب ربیع ۔ حرب حاطِب ۔ یوم الربیع ۔ یوم مُعبّس
یوم الفجار ۔ یوم بُعاث ۔

آخری جنگ ہجرت سے پانچ برس قبل ہوئی تھی اور اس نے دونوں قبیلوں کو ادھ موا کر دیا تھا۔ اگر اسلام ان دونوں قوموں کو اپنے دامن میں نہ لیتا تو آج صفحۂ ہستی پر ان کا ایک فرد بھی باقی نہ ہوتا ۔ (ابن الاثیر، ج ۲، ص ۱۳۲، س ۱)

قینقاع - یثرب میں یہود کے تین قبیلہ آباد تھے ۔ قینقاع، بنی النضیر، بنی قریظہ ـــــ ان میں قینقاع سب سے زیادہ بہادر، شجاع اور جنگ آزما قبیلہ تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی تھی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا تھا، لیکن غزوۂ بدر کے موقع پر اس نے بغاوت کی اور عہد و معاہدہ کے خلاف دشمن کا ساتھ دیا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے : "یہود میں نقضِ عہد کی ابتدا قینقاع نے کی، اور بدر و احد کے درمیانی زمانہ میں مسلمانو سے برسرپیکار ہو گئے"۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال جبکہ ماہ شوال کے نصف دن گزر چکے تھے، قینقاع پر غزا فرمایا اور اس کا محاصرہ فرمایا جو ہلال شہر ذی القعدہ تک رہا، پھر اس نے بلا شرط ہتھیار ڈال دئے۔ یہ چار سو جنگ آزما تھے۔ راس المنافقین عبد اللہ بن اُبیّ بن سلول نے، جس کا قبیلہ ان کا حلیف تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور ان کو اَذرِعات کی طرف جلاوطن فرما دیا۔ ان کے اموال غنیمت میں داخل ہوئے اور ان میں سے خمس نکالا گیا اور یہ پہلا خمس تھا جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نکالا۔

لیکن بعض کہتے ہیں: یہ پہلا نہیں دوسرا خمس تھا، پہلا خُمس بدر کی غنیمت میں سے نکالا گیا تھا۔ (ابن سعد غزوۂ بنی قینقاع؛ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ؛ التنبیہ والاشراف ص ۲۴۳)۔

ص ۲۴، س ۱۔ بنی النّضیر۔ عرب کے قبیلۂ جُذام سے تھے۔ عمالقہ کے مذہب ...... سے بیزار ہو کر شریعت موسوی اختیار کی، اور الشام سے نقل مکان کر کے الحجاز میں آ کر آباد ہو گئے۔ ان کی منازل ناحیۃ الغرس اور مقبرۂ بنی حَنظَلہ میں تھیں۔ (التنبیہ ص ۴۹؛ معجم البلدان، ج ۶، ص ۲۳۷، طبع مصر)۔

ص ۲۴، س ۷۔ اجلاء بنی النّضیر کی صرف یہی ایک وجہ نہیں تھی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چکی کا پاٹ پھینکنے کا ارادہ کیا اور عمرو کے قبیلہ سے خون بہا نہیں دلوایا؛ بلکہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے قریش سے مدینۂ مبارکہ پر حملہ کی سازش کی تھی (الزرقانی، ج ۲)، مسلمانوں کے ساتھ مکر و دغا کرنے لگے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہبی گفتگو کے لئے دعوت دے کر آپ پر قاتلانہ حملہ کا انتظام کیا تھا (العسقلانی، ج ۷)

ص ۲۷، س ۱۵۔ لِینۃ۔ مصنف کی یہ توضیح کہ لینۃ سے مراد نخلستان ہے" زمخشری نے الفائق میں لکھا ہے۔ "لینۃ" ایک خاص قسم کی کھجور ہوتی ہے جو عرب میں عام طور پر نہیں کھائی

جاتی۔ السُہَیلی نے الروض الانفہ میں صراحت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "لینۃ" کے درخت اس وجہ سے جلوائے اور کٹوائے کہ بنی النضیر ان سے کمین گاہ کا کام لیتے تھے۔ ان کے قلعہ کے گرد ان درختوں کے جُھنڈ تھے۔

ص۳۲، س۱۱ حُکَم نے وہی حکم کیا جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم تھا"۔ یہ توراۃ کے اس حکم کی طرف اشارہ ہے، کہ

> جب تو کسی شہر پر حملہ کرے اور اس کے باشندہ صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر۔ جب تیرا خدا تجھے ان پر فتح یاب کرے تو ان میں سے مردوں کو قتل کر، اور عورتیں بچے جانور اور وہ تمام چیزیں جو شہر میں موجود ہوں تیرے لئے غنیمت ہوں گی۔ (کتاب تثنیہ، اصحاح ۲۰)

ص۳۳، س۱۸۔ حُیَی اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ اس نے خلاف عہد دشمنوں کا ساتھ دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دے! اسی نے قُریش سے سازش کی، اسی نے جنگ کی آگ لگانے کے لئے قبائل میں دورہ کیا، اسی کی کوششوں سے غزوۂ احزاب برپا ہوا، اور اسی نے بنی قُریظہ کو نقض عہد پر آمادہ کیا۔ پھر کیا ان جرائم کے بعد اس کا قتل ضروری نہیں تھا؛ (زاد المعاد، ج ۱، ص ۳۶۷)۔

(انتباہ بنی قُریظہ اور خیبر کے ابواب میں حُیَی کا نام کئی جگہ آیا ہے۔ متن میں اس کی کتابت بجائے حُیَیّ کے حی ہوئی ہے، اور یہ غلط ہے،)

ص۲۲، س ۱۰ - "اتنے اتنے آدمی قتل کئے گئے" - یہ عرب کا خاص انداز
بیان ہے۔ جب انھیں تعداد یاد نہیں ہوتی یا اس کا کوئی
شمار و اندازہ نہیں ہوتا تو کذا وکذا (اتنے اتنے) کہہ دیتے
ہیں۔ لیکن بخاری اور طبری اور ابن ہشام اور ابن قیم اور
مسعودی کی روایتوں میں تعداد کی صراحت ہے — کم سے کم
تعداد چارسو (زادالمعاد) اور زیادہ سے زیادہ ساڑھے سات
سو (التنبیہ) بیان ہوئی ہے۔

یہاں یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ بنی قریظہ کا یہ حسرتناک
انجام خود انہی کے اعمال کا نتیجہ تھا اور یہ نتیجہ ان کا منہ
مانگا تھا۔ انھوں نے غزوۂ بدر میں خلاف عہد قریش کو
اسلحہ وغیرہ سے مدد دی، پھر غزوۂ احزاب میں کھلم کھلا
دشمنوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے
کے لئے اس قلعہ پر حملہ کی کوشش کی جس میں ازواج مطہرات
اور انصار و مہاجرین کے اہل و عیال تھے؛ پھر جب اللہ
نے کافروں کے اس لشکر گراں کا خائب و خاسر کیا تو یہ
حُیَی کو اپنے ساتھ لیتے گئے، جو اس جنگ کا بانی مبانی
تھا۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ
اب بھی لطف و کرم کا برتاؤ کرنا چاہا اور نقض عہد کی وجہ
دریافت کرنے کے لئے ان کو طلب فرمایا، مگر یہ تو وہ تھے
کہ شکست کے بعد حُیَی کو اپنے ساتھ لائے تھے، اور
اس کے بھڑوں میں ہوا کے گھوڑوں پر سوار تھے؛
انھوں نے جانے سے انکار کر دیا اور قلعہ بند ہو کر
جنگ کی طیاریاں شروع کردیں۔ ایسی صورت میں اس
کے سوا چارہ نہ تھا کہ روز روز کے دغدغوں سے نجات
حاصل کرلی جائے — ان کے مساکن مدینۂ مبارکہ سے

کچھ کم ایک دن کی مسافت پر پہنچے ۔ (بخاری، ج ۲، ؛ طبری، ج ۱، ص ۱۵۹۹؛ ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۴۰؛ ابن قیم، ج ۱، ص ۳۶۷؛ مسعودی، ص ۵۹)

ص ۳۵، س ۱۵ ۔ اجلاء یہود خیبر (و نصارائے نجران) کی اصل علت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری وصیت تھی کہ اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا) ۔ اور ایک دوسری روایت میں جو امام احمدؒ ابو عبیدہ بن الجراح سے لائے ہیں بالتصریح حکم ہے: اخرجوا یھود اھل الحجاز و اھل نجران من جزیرۃ العرب ۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کی علت واضح فرمادی ہے کہ لا یترک بجزیرۃ العرب دینان ۔۔۔ عمر بن عبدالعزیز کے مراسیل میں ہے: لا یبقین دینان بارض العرب اور ابن شہاب کے مراسیل میں ہے: لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب ۔۔۔ مقصد یہ تھا کہ اسلام کا مرکز ارضی دو دینوں اور عبادت کے دو مرکزوں کے فتنوں سے محفوظ رہے ۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مولد و منشاء اسلام یعنی الحجاز، اور اس کا گرد و پیش یعنی جزیرۃ العرب، غیر اسلامی عناصر سے پاک ہو کر دائمی طور پر اسلام کے لئے مخصوص ہو جائے اس مطلب کو بخاری و مسلم کی یہ حدیث جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے، واضح کرتی ہے:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہود بنی حارثہ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: یا معشر الیھود! اسلموا تسلموا ۔ اعلموا ان الارض للہ و لرسولہ، وانی ارید ان اجلیکم من ھذہ الارض فمن وجد منکم بمالہ شیئاً فلیبعہ والا فاعلموا ان الارض

للہ ورسولہ (اے معشر یہود! اسلام لا اور نجات پا۔ جان لے کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے، اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھے اس ملک سے خارج کردوں۔ تم میں سے جو کوئی اس کے مال میں سے کچھ پائے وہ اس کو فروخت دے کر ملک صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے)۔ اس موقع پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس وصیت کی تنفیذ حضرت ابوبکر نے کیوں نہیں کی؟ اور پھر حضرت عمر نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے بیٹے کا واقعہ پیش آنے تک اس کی تنفیذ میں کیوں تامل کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو تو اہل رِدّت کے معاملہ اور دوسری مہمات نے اس طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اور حضرت عمر کو خلیفہ ہوتے کے ساتھ ہی الشام و العراق اور ایران کے معاملات نے اپنی طرف مشغول کر لیا۔ جب اِدھر سے ذرا اطمینان ہوا تو ان کی طرف توجہ کی اور خود یہود خیبر نے بھی اپنی حرکتوں سے مجبور کرنا شروع کیا کہ ان کی طرف توجہ کی جائے، اور اس طرح حضرت رسالت کی وصیت کی تنفیذ کا معاملہ انجام پایا۔ پس عبداللہ بن عمر کا واقعہ ان کے اخراج واجلاء کی اصلی علت نہیں بلکہ محرک علت تھا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ یہود خیبر کا تقرر عارضی اور مشروط تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمادیا تھا کہ "میں تمھیں برقرار رکھتا ہوں جب تک اللہ تمھیں برقرار رکھے" اسی لئے امام بخاری اجلاء یہود خیبر کا واقعہ کتاب الشروط میں لائے ہیں اور باب باندھا ہے: اذا اشترط فی المزارعة اذا شئت

اخرجتک

ص ۳۶، س ۲۲۔ "انھوں نے کھال غائب کر دی" ابن سعد کی روایت ذرا اس سے مختلف ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: فلما وجد المال الذی غیبوہ فی مسک الجمل....... یعنی جب وہ مال مل گیا جو انھوں نے اونٹ کی کھال میں چھپایا تھا..... زمخشری نے لکھا ہے: ابوالحقیق کے حال میں ہے کہ اس کے پاس ایک خزانہ تھا جس کو "مسک الجمل" کہتے تھے، اور یہ زیورات تھے جو بکری کے بچے کی کھال میں تھے، اس پر بیل کی کھال تھی، اور اس پر اونٹ کی؛ مکہ میں جب کوئی شادی ہوتی تو ابوالحقیق سے زیور مستعار مانگے جاتے تھے۔ ان زیورات کی قیمت دس ہزار دینار جانچی گئی تھی۔ (ابن سعد، ج ۱، ص ۸۰؛ الفائق ج ۲، ص ۲۹)

ص ۳۶، س ۲۴۔ سعینۃ بن عمرو۔ یہ حُیَیّ بن اَخطَب کا چچا تھا، (ابوداؤد)

ص ۳۷، س ۶۔ یہ روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں کے قتل کا حکم فرمایا، بوجوہ ذیل غلط ہے:

(۱) ابوالحقیق کا ایک بیٹا کنانہ، محمود بن مسلمہ الانصاری کے قصاص میں قتل کیا گیا۔ اس کو محمود کے بھائی محمد بن مَسْلَمَہ کے حوالہ کر دیا گیا تھا۔ خزانہ چھپانے کے جرم سے اُس کے قتل کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) اس کا دوسرا بیٹا حضرت عمر کے زمانہ تک زندہ تھا، جب انھوں نے یہود کو خیبر سے جلاوطن کیا تو اس نے کہا: "اے امیرالمومنین! آپ ہمیں نکالتے ہیں حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں رہنے دیا تھا۔ (بخاری ج ۱، باب اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت اخرجتک، طبری، ج ۱، ص ۱۵۸۲)

ص ۴۱، س ۱۷۔ اس روایت میں جس خاندان کی طرف اشارہ ہے، وہ ابو الحقیق کا خاندان تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاندان کے تمام افراد کو قتل کرادیا۔ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ ان میں سے صرف ایک شخص قتل کیا گیا اور وہ بھی قصاص میں۔ اور ابن سعد نے لکھا ہے: ان کی عورتیں لونڈیاں بنالی گئیں (ج ۲، ص ۸۱)

ص ۵۵، س ۷۔ عربوں کا دستور تھا کہ جب کوچ کرتے ہوئے منزل پر پہنچتے تو دور سے اپنے اپنے کوڑے پھینک دیتے اور جہاں جس کا کوڑا گرتا وہیں وہ پڑاؤ کرتا۔ اسی سے یہ محاورہ نکلا ہے۔ لیکن جب اس کو حدیث سے تطبیق دیجاتی ہے تو رقبہ کا تعین مشکل ہوجاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: لموضع سوط احدکم فی الجنۃ اولی لکم من جمیع الکائنات وما فیھا یعنے تمھیں جنت میں اتنی جگہ ملجاتی جو کوڑا پھینک کر گھیری جاتی ہے، ساری کائنات، اور اس کی موجودات سے بہتر ہے۔ روایت میں جس موقع پر یہ محاورہ آیا ہے میں سمجھتا ہوں وہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزا کو کوڑا پھینکنے کی جگہ سے کوڑا گرنے کی جگہ تک کی زمین جاگیر میں عطا فرمائی۔

اسی مضمون کی ایک حدیث ابو داؤد میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزبیر (رضی اللہ عنہ) کو گھوڑا دوڑانے اور کوڑا پھینکنے کا حکم دیا، انھوں نے گھوڑا دوڑایا اور کوڑا پھینکا، اور جہاں کوڑا گرا وہی ان کی جاگیر کا رقبہ قرار پایا۔

ص ۶۳، س ۱۶۔ اس حکم کی نسبت کہ "خواہ وہ کعبہ کے پردوں ہی سے

یزید بن زمعہ کا نام بھی لیا ہے۔ لیکن ابو ہلال العسکری کا دعوی ہے کہ منجنیق خاص عربوں کی ایجاد ہے اور الحیرہ کے بادشاہ (جذیمۃ الابرش) کے لئے بنائی گئی تھی۔ (قسطلانی، ج ۵، ص ۹۰؛ زرقانی، ج ۳، ص ۳۲، زیدان، ج ۱، ص ۱۴۱)۔

ص ۸۶، س ۱۳۔ دبّابہ لکڑیوں کا پہیئے دار برج ہوتا تھا اور اس میں اوپر تلے کئی درجے ہوتے تھے جن میں سنگ اندازوں اور نقب زنوں اور تیر افگنوں کو بٹھایا جاتا تھا، اور وہ اس میں بیٹھکر قلعوں اور فصیلوں پر دھاوے کرتے اور ان میں نقب لگاتے تھے۔ زیدان لکھتا ہے: اس کے موجد مصری ہیں اور اس کی صناعت منجنیق سے زیادہ قدیم ہے۔ مصریوں سے اشوریوں نے سیکھا، ان سے یونانیوں نے، ان سے رومانیوں نے، ان سے فارسیوں نے، اور ان سے مسلمانوں نے۔ لیکن سیرۃ حلبیہ میں ہے "عرب پرانے وقتوں سے اس کی صناعت جانتے تھے، اور الیمن کے اکثر قبیلے خاص کر اہل جرش، اس قسم کے آلات کی صناعت میں کمال رکھتے تھے"۔ طبری نے لکھا ہے: ثقیف نے اہل جرش ہی سے اس کی صناعت سیکھی تھی۔ (تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۱، ص ۱۵۳)

ص ۱۰۵، س ۲۳۔ اجلاء اہل نجران کی صرف یہی وجوہ نہیں تھیں، بلکہ بڑی اور اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے چپکے چپکے جنگی طیاریاں کی تھیں، اس لئے بروئے معاہدہ ان کے لئے نہ امان باقی تھی اور نہ ذمہ۔ انھیں جو پروانہ دیا گیا اس میں علاوہ ان باتوں کے جو بلاذری کی روایت میں ہیں، وہ باتیں اور بھی تھیں:۔

ایک یہ کہ یہ لوگ جب مسلمان کے پاس فریاد لیجائیں

چھپا ہوا ہو" ابوداؤد نے لکھا ہے: اس کی سند جیسی چاہیے نہیں ملی" (باب قتل الاسیر)۔ بخاری میں صرف ابن خطل کے قتل کا ذکر ہے، اور اس کی وجہ یہ مذکور ہے کہ وہ مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا، اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو محض اس بنا پر کہ اس نے کھانا وقت پر طیار نہیں کیا، قتل کر دیا تھا۔

ص ۶۵، س ۲۔ **ابن الزِبعری** کا نام عبد اللہ تھا، یہ عرب کا مشہور شاعر تھا اور اس کا کام صرف یہ تھا کہ قرآن پر نکتہ چینی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے۔

ص ۷۵، س ۱۳۔ **انصابِ حرم**۔ چونکہ حدودِ حرم سے بہت سے شرعی احکام متعلق ہیں اس لئے ہر طرف پتھر کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ اصطلاحِ شرع میں انہی پتھروں کو "انصابِ حرم" کہتے ہیں۔ ان کی تجدید ایک دفعہ حضرت عمر کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ پھر معاویہ کے زمانہ میں ہوئی (اسد الغابہ، تذکرہ حویطب بن عبد العُزّٰی)۔

ص ۸۶، س ۱۲۔ **منجنیق** ایک قاذف آلہ تھا جو بروایت عام اہلِ فنیقیہ نے ایجاد کیا تھا۔ ان سے یونانیوں نے اور اسرائیلیوں نے لیا، اور ان سے اہلِ فارس نے، اور ان سے عربوں نے؛ اور عربوں نے اس کا استعمال پہلی دفعہ محاصرۂ الطائف میں کیا۔ زیدان، الواقدی کے حوالہ سے لکھتا ہے: سلمان فارسی نے مسلمانوں کو مثل دیگر فنونِ حرب کے اس کی صناعت بھی سکھائی تھی، طبری نے لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آلات کی صناعت سیکھنے کے لئے عُروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ کو جُرش روانہ فرمایا...... اور پھر محاصرۂ الطائف میں ان کا استعمال کیا (واقعات بستہ)۔ قسطلانی نے اس سلسلہ میں طفیل بن عمرو الدوسی کا اور زرقانی نے

وہ ان کی فریاد رسی کرے۔
دوسرے یہ کہ ان سے دو برس تک جزیہ نہ لیا جائے
(طبری، ج ۱، ص ۲۱۶۲؛ قاضی ابویوسف؛ کتاب الخراج
ص ۱۴۱)

ص ۱۰۴، س ۱۱۔ خُروج ابن الاشعث۔ خروج کہتے ہیں حکم و اطاعت سے نکلنے اور ہیجان برپا کرنے اور بغاوت کا علم لے کر اُٹھنے کو۔ الحجاج کے زمانہ میں جو فتنے ظاہر ہوئے ان میں یہ سب میں بڑا فتنہ تھا۔ اس کا علمبردار عبدالرحمن بن محمد بن الأشعث بن قیس بن مَعدِی کَرِب الکِندِی تھا۔ الحجاج نے اس کو ایک لشکرِ جرار کا والی کر کے زابُلستان کے بادشاہ رُتبیل سے جنگ کرنے سیستان بھیجا تھا جہاں اس نے اس کے بہت سے شہر اور قلعہ فتح کیے، اور الحجاج کو اس کی اطلاع دی۔ الحجاج نے اس بات پر اس کو ڈانٹا اور بُرا بھلا لکھا کہ اس نے دشمن کو پوری طرح روندے بغیر کیوں دم لیا، اور عزل کی دھمکی دی۔ اس پر اس نے اپنے ساتھیوں کو الحجاج کے عزل کی دعوت دی، اور سیستان سے اس قصد سے روانہ ہوا کہ عبدالملک سے الحجاج کے عزل اور اس کی جگہ کسی اور کو والی مقرر کرنے کی درخواست کریگا۔ العراق پہنچتے پہنچتے اس کے ساتھیوں کی جمعیت ۸۰ ہزار تک پہنچ گئی جن میں "موالی" کی اکثریت تھی۔ یہ العراق کے نومسلم تھے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ ہو گئے تھے کہ بنی اُمیہ اور خاص کر الحجاج کے مظالم سے تنگ آ گئے تھے۔ یہ جم غفیر جب ارض فارس میں داخل ہوا تو اس کے درمیان یہ صدا گشت کرنے لگی کہ "جب ہم نے الحجاج پر خروج کیا ہے تو گویا عبدالملک پر بھی خروج کیا ہے"

ابن الاشعث نے ان سے جہاد و اتباع سنت پر بیعت لی اور عبدالملک کے خلع کا اعلان کردیا اور کہا: وہ قحطانی میں ہی ہوں جس کا اہل الیمن انتظار کر رہے ہیں" الحجاج نے مقابلہ کے لئے کوچ کیا، الاہواز میں تُستَر کے قریب مقابلہ ہوا، الحجاج کو شکست ہوئی، اس کے آٹھ ہزار آدمی مارے گئے اور ابن الاشعث الکوفہ پر قابض ہو گیا۔ الحجاج نے عبدالملک سے مدد مانگی، اس نے اپنے بھائی محمد بن مروان اور اپنے بیٹے عبداللہ کی سرکردگی میں فوج بھیجی، دُیرِ جماجم میں پھر مقابلہ ہوا اور ایک برس چار مہینے جنگ کا سلسلہ جاری رہا؛ ابن الاشعث کو شکست ہوئی اور اہل العراق بھاگ نکلے۔ پھر ایک مقابلہ مَسکِن میں ہوا، اس میں بھی عراقیوں کو شکست ہوئی اور وہ بے دریغ قتل ہوئے؛ ابن الاشعث اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیستان کی طرف بھاگا، الحجاج نے تعاقب میں ایک زبردست فوج بھیجی اور رُتبیل کو لکھا کہ "ابن الاشعث اور اس کے ساتھیوں کو ہمارے حوالے کردے، اس کے خراج اور جزیہ کی مقدار میں کمی کردی جائے گی۔ اور اگر اس نے یہ نہ کیا تو میں خود فوج لیکر آتا ہوں۔" رُتبیل نے ابن الاشعث کو الحجاج کے قاصد کے حوالہ کردیا، وہ اس کو اپنے ساتھ لیکر چلا، ابن الاشعث نے مدینۃ الرُّخَّج میں ایک بالاخانہ سے اپنے تئیں نیچے گرادیا۔ قاصد نے اس کا سر کاٹ کر الحجاج کے پاس بھیج دیا اور اس شورش کا خاتمہ ہو گیا۔ (طبری ج ۲ ص التنبیہ ص ۱۸۳)

ص ۱۱۲، س ۸۔ مخالیف مخلاف کی جمع ہے؛ مخلاف اس علاقہ کو کہتے ہیں

جس میں کوئی شخص وارد ہو۔ اسی سے الیمن کے مخالیف نکلے ہیں۔ اہل الیمن کی زبان میں مخلاف، کورہ یا ضلع یا ناحیہ کے معنوں میں بولا جاتا ہے؛ اور ہر مخلاف اپنا ایک امتیازی نام رکھتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ اہل الیمن کے مخالیف وہی نوعیت رکھتے ہیں جو اہل الشام کے اجناد، اہل العراق کے کُوَر، اہل الجبال کے رساتیق اور اہل الاہواز کے طساسیج (مدالقاموس)۔

ص ۱۱۷، س ۲۲۔ اَوقاص وَقص کی جمع ہے؛ وَقص اصطلاح فقہ میں مال کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو نصاب کی مقررہ تعداد سے کم اور اس کے دو فریضوں کے درمیان ہو۔ مثلاً اگر دس مواشی پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کے بعد بیس پر، تو ان دونوں فریضوں کے درمیان گیارہ سے انیس تک کی جو تعداد ہے اسے وَقص کہتے ہیں۔ وَقص کی اصطلاح مواشی کیلئے ہے اور شَنق کی اصطلاح اونٹوں کیلئے۔

ص ۱۵۷، س ۔ سرایا سَرِیّہ کی جمع ہے؛ سریہ علماء حدیث و سیرۃ کی اصطلاح میں اس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس ونفیس شریک ہوئے ہوں۔ بخلاف غزوہ کے کہ غزوہ وہ فوجی مہم ہے جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت نہ فرمائی ہو۔ اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف بھی ہے مگر زیادہ مقبول رائے یہی ہے۔ لیکن عہد نبوت کے بعد یہ فرق قایم نہیں رہا؛ ہر مہم، ہر حملہ، ہر چڑھائی کو غزوہ، اور تعداد مقررہ کے ہر فوجی دستہ کو سَرِیّہ کہنے لگے۔ مسعودی نے سَرِیّۃ کی یہ تعریف کی ہے کہ "وہ ایسا دستۂ فوج ہے جس کے افراد کی تعداد تین سو سے پانسو کے درمیان ہو۔ سَرِیّۃ رات کو نکلنے والی مہم ہے اور سَوَارِب دن کو نکلنے والی۔ (التنبیہ والاشراف، ص ۱۱۶)

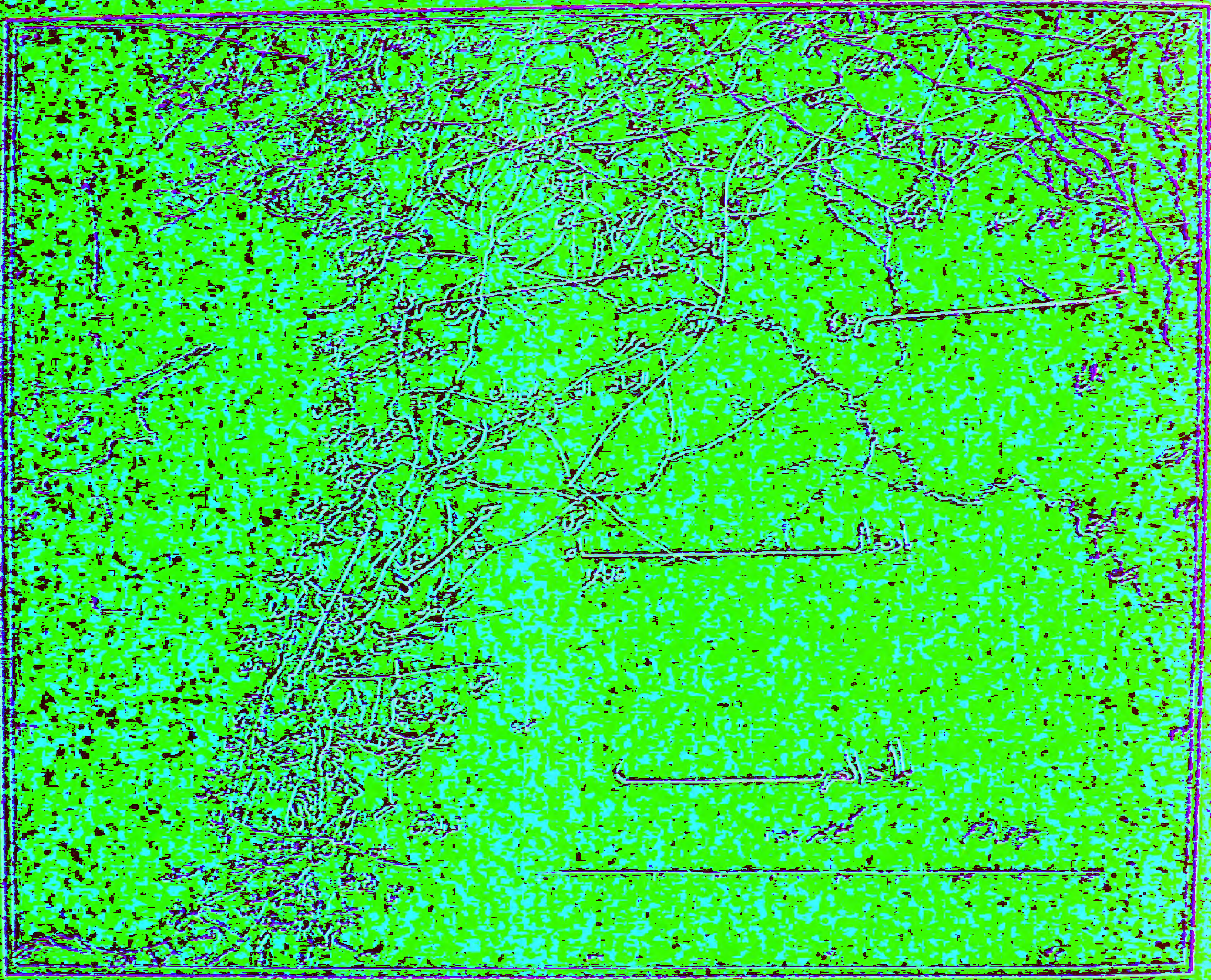
ص ۱۵۸، س ۹ - **جذیمۃ الابرش**۔ اس کا نام مالک بن فَہم، اور لقب الابرش تھا بعض کہتے ہیں: ابرش دراصل ابرص ہے کیونکہ یہ مبروص تھا۔ اور بعض کہتے ہیں اُس نے یہ لقب بخیال نخوت و ادب اختیار کیا تھا۔ یہ الحِیرہ کے بادشاہوں میں سے تھا اور نہایت مغرور و متکبر تھا۔ قضاعہ پر الحیرہ میں سب سے اول یہی حاکم ہوا۔ اُس نے کسی کو اپنا ندیم نہیں بنایا تھا۔ کہتا تھا: "میرا کوئی ندیم ہو سکتا ہے تو وہ دو ستارے ہو سکتے ہیں جو قطب میں ہیں"۔ اسی بنا پر یہ مثل چلی کَنَدْمانَیْ جَذِیْمَۃَ یعنی مثل جذیمہ کے دو مصاحبوں کے"۔ ایک دفعہ یہ ہوا کہ اسکا بھانجا عَمرو بن عَدِی مفقود الخبر ہو گیا! اُس نے اس کی تلاش کا اعلان دیا، مالک و عقیل اُس کو ڈھونڈ کر اس کے پاس لے کر آئے، اس نے دونوں سے کہا: "جو چاہو مانگو"۔ دونوں نے کہا: ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ جب تک ہم زندہ رہیں آپ ہمیں اپنی منادمت میں رکھیں"۔ جذیمہ نے ان کی درخواست قبول کر لی، وہ چالیس برس تک اس کے ساتھ رہے حتیٰ کہ موت نے ان دونوں کو جدا کر دیا، اور یہ مثل زبان زدِ خاص و عام ہو گئی۔

ابو ہلال العسکری نے دعویٰ کیا ہے کہ سب سے اول اسی کے لئے منجنیق ایجاد کی گئی، اور شمع بنائی گئی۔

ص ۱۵۹، س ۲ - **رِباب**۔ یہ پانچ قبیلوں تمیم عدی، عکل، ثور و ضَبّہ کا مجموعی نام ہے۔ انھوں نے باہم حلیفانہ معاہدہ کیا تھا۔

حصّہ دُوم

فُتوحُ الشّامُ



فتوح الشام

کہتے ہیں :۔ (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اہل ردّت کے معاملے سے فارغ ہو کر الشام کی طرف فوجیں بھیجنے کا فیصلہ کیا، اور اہل مکّہ و اہل الطائف و اہل الیمن، اور نجد و الحجاز کے تمام عربوں کے نام فرامین بھیجے جن میں انھیں جہاد کی ترغیب دی، اور روم کی غنیمتوں پر راغب کیا، محتسب وطامع؏ ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر ان کے پاس المدینہ آئے، انھوں نے تین علم تین آدمیوں کو دیئے: ایک خالد بن سعید بن العاصی بن امیہ کو، دوسرا شرحبیل بن حسنہ حلیف بنی جمح کو (ان کی نسبت الواقدی کہتا ہے: یہ عبد اللہ بن المطاع الکندی کے بیٹے تھے، اور حسنہ ان کی ماں تھیں، جو معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ اور الکلبی کہتا ہے: یہ شرحبیل بن ربیعہ بن المطاع تھے، اور صوفہ کی اولاد میں سے تھے، جو الغوث بن مر بن اُدّ بن طابخہ کہلاتے ہیں۔ ۴)

(۸ اور تیسرا عمرو بن العاصی بن وائل السہمی کو۔ علم بندی جمعرات کے دن صفر ۱۳ھ کی پہلی کو ہوئی، جبکہ فوجوں کو الجرف میں پڑاؤ کئے محرم کا پورا مہینہ گزر چکا تھا۔ ابو عبیدہ بن الجرّاح ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

؏ محتسب = طالب اجر۔ طامع = طالبِ غنیمت۔ زمخشری نے لکھا ہے: عمل سے خدا کی خوشنودی کے سوا کسی اور چیز کی نیت نہ رکھنے کو احتساب عمل کہتے ہیں۔ (الفائق، ج ۱، ص ۲۳۴)

کہتے ہیں :- (حضرت) ابوبکر نے ارادہ کیا کہ ایک عَلَم ابوعبیدہ کو دیں، مگر انھوں نے اس سے معذرت چاہی۔ ایک جماعت کہتی ہے : (حضرت) ابوبکر نے انھیں عَلَم دے دیا تھا، مگر یہ ثابت نہیں ہے۔ (حضرت) عمرؓ نے ان کو اپنی خلافت میں الشّام کا والی کیا۔

ابومِخنَف کہتا ہے :- (حضرت) ابوبکر نے امراء سے کہا: جب تم جنگ کے لئے جمع ہو تو تمھارے امیر ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجرّاح الفِہری ہوں، اور بصورت دیگر یزید بن ابی سفیان۔ بیان کیا گیا ہے کہ عمرو بن العاصی محض مسلمانوں کی کمک کے لئے تھے؛ اور ان افواج کے امیر تھے، جو اس غرض کے لئے ان کے ماتحت کردی گئی تھیں۔

راوی کہتا ہے :- جب (حضرت) ابوبکر نے خالد بن سعید کو علم دیا تو (حضرت) عمر نے اس سے کراہت کی، اور (حضرت) ابوبکر سے ان کے عزل کے لئے گفتگو کی، اور کہا: "وہ فُخُور آدمی ہے اور اس کے کام تعصب و مغالبہ پر مبنی ہوتے ہیں۔" اس پر (حضرت) ابوبکر نے انھیں معزول کردیا، اور ابو اَرْوی الدَّوْسی کو ان سے علم لینے بھیجا۔ وہ ذی المروہ میں ان سے ملے، اور علم لے کر (حضرت) ابوبکر کے پاس واپس آئے، (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ عَلَم یزید بن ابی سفیان کو دیا، وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے، ان کے بھائی معاویہ ان کے ساتھ تھے اور وہ عَلَم ان کے آگے آگے اُٹھائے لئے جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں عَلَم انھیں ذی المروہ ہی میں دیدیا گیا تھا۔ یزید، خالد کی فوج پر؛ اور خالد بن سعید شُرَحْبِیل کی فوج میں، محتسب کی حیثیت سے، روانہ ہوئے۔

(حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عَمرو بن العاصی کو اَیْلَہ کے رستہ سے فلَسْطِین جانے کا حکم دیا، اور یزید و شُرَحْبِیل کو تبوک کے رستہ جانے کو لکھا۔ علم بندی کے وقت ہر امیر کے ساتھ تین تین ہزار آدمی تھے۔ (حضرت) ابوبکر نے امدادی فوجیں بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا، حتےٰ کہ ہر امیر کے ساتھ ساڑھے سات سات ہزار سپاہ ہوگئی، اور پھر ان کی

مجموعی تعداد ۲۴ ہزار تک پہنچ گئی۔

الواقدی سے روایت ہے کہ :۔ (حضرت) ابوبکر نے عمرو کو فلسطین کا، شرجبیل کو الاُرْدُن کا، اور یزید کو دمشق کا والی کیا، اور ان سے کہا: "جب تم لوگ کہیں جنگ کرو تو تمھارا امیر وہ ہوگا جس کی وہ عملداری ہو"۔

الواقدی کہتا ہے : (حضرت) ابوبکر نے عمرو کو زبانی یہ حکم دیا کہ "جب سب جمع ہوں تو نماز تم پڑھانا، اور جب جدا ہوں تو ہر امیر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائے"۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ ہر قبیلہ کے لئے علم بناؤ جس کے نیچے (اس قبیلہ کے لوگ) جمع ہوں۔

کہتے ہیں :۔ عمرو بن العاصی نے فلسطین کی عملداری میں پہنچکر (حضرت) ابوبکر کو دشمنوں کی کثرتِ تعداد، ان کے ساز و سامان کی بہتات، ان کی زمین کی وسعت، اور ان کے جنگ آزماؤں کی شجاعت و بسالت کا حال لکھا۔ (حضرت) ابوبکر نے ان کی کمک پر خالد بن الولید بن المُغیرۃ المخزومی کو، جو اُس وقت العراق میں تھے، الشام کی طرف کوچ کرنے کا حکم لکھا۔ بعض کہتے ہیں : نہیں، بلکہ انھیں جنگ میں امیر الامراء مقرر کیا۔ لیکن ایک جماعت کہتی ہے : وہ صرف اپنے ساتھیوں کے امیر تھے، اور یہ مسلمانوں کی عادت تھی کہ جب جنگ کے لئے جمع ہوتے تو وہ ان کو انکی بہادری، اور ان کے مشوروں کی برکت، اور ان کی عقل و رائے کے نفاذ کی خوبی، اور اُس مہارت کی وجہ سے جو انھیں جنگی چالوں میں حاصل تھی، اپنا امیر بنا لیتے تھے۔

کہتے ہیں :۔ مسلمانوں کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان پہلا معرکہ داثن[1] میں ہوا، جو غزّہ کے قریوں میں سے ایک قریہ تھا؛ اور یہ معرکہ ان کے اور بطریقِ[2] غزّہ کے درمیان ہوا تھا۔ طرفین میں سخت

---

[1] طبری نے الداثنۃ لکھا ہے۔ ج ۱ ص ۲۱۰۸۔

[2] رومی زبان میں بطریق کے وہی معنے ہیں جو عربی زبان میں قاید کے ہیں۔ قاید فوج کے اُس سردار کو کہتے ہیں جس کی زیر کمان دس ہزار سپاہ ہوں۔ قدامہ بن جعفر، ص ۱۰۵

جنگ ہوئی، پھر اللہ نے اپنے دوستوں کو مظفر و منصور کیا، دشمنوں کو شکست دی، اور ان کی جمعیت منتشر کر دی۔ یہ معرکہ خالد بن الولید کے الشام آنے سے قبل ہوا تھا۔ یزید بن ابی سفیان بطریق مذکور کے تعاقب میں روانہ ہوئے، (رستہ میں) انھیں خبر ملی کہ العربہ میں، جو ارض فلسطین میں ہے، رومی جمع ہوئے ہیں، (خالد نے) ان کی جانب ابو امامۃ الصُدَیّ بن عجلان الباہلی کو روانہ کیا، وہ اچانک ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کے سردار کو قتل کر کے واپس آ گئے۔

ابو مخنف یوم العربہ کی نسبت کہتا ہے، کہ:۔ روم کے قائدوں میں سے ۲ قائد تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ العربہ میں اترے، ابو امامہ مسلمانوں کی ایک مضبوط جماعت کے ساتھ ان کی طرف بڑھے، ان کو شکست دی، ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کر دیا، پھر ان کا تعاقب کیا، حتیٰ کہ الدُّبیہ (اور اسی کو الدابیہ کہتے ہیں) جا پہنچے، اور ان کے پرخچے اُڑا دیئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ اچھی غنیمت آئی۔

مجھ سے ابو حفص الشامی نے، اہل الشام کے بعض مشائخ کے حوالہ سے، کہا:۔ مسلمانوں کے وقائع میں پہلا واقعہ العربہ کا ہے۔ الحجاز سے کوچ کے بعد یہ پہلی جنگ تھی۔ الحجاز و العربہ کے درمیان مسلمان جن جن مقامات سے گزرے ان پر بے لڑے غالب ہوئے، اور قابض ہو گئے۔

خالد بن الولید کا الشام کی طرف کوچ

اور

وہ مقامات جو رستہ میں انھوں نے فتح کئے

کہتے ہیں :- خالد بن الولید، الحیرہ میں تھے جب انھیں (حضرت) ابوبکرؓ کا حکم ملا؛ انھوں نے المثنیٰؓ بن حارثۃ الشیبانی کو ناحیۂ الکوفہ پر اپنا جانشیں کیا، اور خود ربیع الآخر ۱۳ھ میں آٹھ سو، اور بقول بعض چھ سو، اور بقول بعض پانسو کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہو گئے؛ عَینَ التمر پہنچے، اور اسے بزور فتح کیا۔ بعض کہتے ہیں: (حضرت) ابوبکرؓ کا خط ان کے پاس عین التمر ہی میں آیا تھا، اور اس وقت وہ اسے فتح کر چکے تھے۔ خالد عین التمر سے چلکر صَندَوداء؏ آئے، یہاں قبائل کِندَہ و ایاد اور عجمی آباد تھے۔ ان سے جنگ کی، ان پر غالب ہوئے، اور سعد بن عَمرو بن حَرام الانصاری کو یہاں اپنا قائم مقام کیا؛ سعد کی اولاد یہاں اب تک آباد ہے۔ خالد کو اطلاع ملی کہ بنی تغلب بن وائل کی ایک مرتد جماعت، جس کا سردار رَبیعَہ بن بُجَیر ہے، المُصَیَّخ والحُصَید میں ہے، وہ اس کی طرف آئے، اس سے جنگ کی، اس کو شکست دی، اسیر کیا، غنیمت حاصل کی، اور اسیرانِ جنگ کو (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیا۔ اُمّ حبیب الصَّہباء بنت حبیب بن بجیر

؏ طبری نے صَندَوداء لکھا ہے۔ ج ۲، ص ۱۱۴۔

انہی اسیران جنگ سے تھیں، اور یہ عمر بن علی بن ابی طالب کی والدہ تھیں
خالد نے اس کے بعد قُراقِر پر، جو قبیلۂ کلب کا آب گیر تھا، تاخت کی، اور پھر
سُوَیٰ عہ کی طرف گئے، یہ بھی بنی کلب ہی کا ایک آب گیر تھا اور اس پر
بَہرَاء کی ایک قوم ان کے ساتھ رہتی تھی؛ یہاں خالد نے حُرقُوص بن
النُّعمان البَہرانِی کو، جو قضاعہ میں سے تھا، قتل کیا، اور اس کے اموال
لوٹ لئے۔ خالد جب کسی بے آب و گیاہ جنگل کو عبور کرنے کا قصد کرتے
تو اپنے اونٹوں کو پہلے خوب پانی پلاتے، اور پھر ان کے ہونٹ چیر
کر ان میں نیزہ چبھو دیتے، کہ وہ جگالی کر کے پیاسے نہ ہوجائیں،
اور پھر زیادہ سے زیادہ جتنا پانی بھر کر اپنے ساتھ رکھ سکتے رکھ لیتے؛
جب یہ پانی رستہ میں خرچ ہو جاتا، تو وہ اور ان کے ساتھی اونٹوں کو
ایک ایک کر کے ذبح کرتے، اور ان کی کرشوں (= پوٹوں) میں سے پانی
نکال کر پیتے۔ رافع بن عُمَیرٍ الطَّائی ان کا بَدرَقہ تھا، شاعر اس کی
نسبت کہتا ہے:

(۱۱۱) لِلّٰہِ دَرُّ رَافِعٍ اَنّٰی اھْتَدٰی ۔۔۔ فَوَّزَ مِنْ قُرَاقِرٍ اِلَی سُوَیٰ
مَاءٍ اِذَا مَارَامَہُ الْجَیْشُ انْثَنٰی ۔۔۔ مَاجَازَھَا قَبْلَکَ مِنْ اِنْسٍ یُرٰی

(رافع کو شاباش، اس نے کیوں کر راہ پائی کہ قُراقِر سے
سُوَیٰ تک پہنچا؟ یہ ایسا پیاؤ ہے کہ جب کبھی کسی لشکر نے
اس کا قصد کیا تو وہ ناکام ہی پھرا۔ تجھ سے پہلے کوئی دوسرا
اس تک نہیں پہنچا)

مسلمان جب سُوَیٰ پہنچے، تو حُرقُوص اور اس کے ساتھ ایک
جماعت کو شراب پیتے اور گاتے پایا۔ حُرقُوص یہ بیت گا رہا تھا:

اَلَا عَلِّلَانِی قَبْلَ جَیْشِ اَبِی بَکْرٍ ۔۔۔ لَعَلَّ مَنَایَانَا قَرِیْبٌ وَلَا نَدْرِی
(لوگو! ابو بکر کی فوج کے آتے آتے مجھے کچھ اور پلاؤ، شاید کہ
موت ہم سے قریب ہو اور ہمیں خبر نہ ہو۔)

عہ بِشاری نے سُوا لکھا ہے ص ۶۳۔

مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا، اور اس کا خون اسی لگن میں بہنے لگا جس میں اس کی شراب تھی۔ بعض کہتے ہیں: اس کا سر اسی لگن میں جا پڑا۔ لیکن بعض کہتے ہیں: اس بیت کا گانے والا کوئی بنی تغلب میں سے تھا، جس پر خالد نے رَبِیعہ بن بُجَیر کے ساتھ چھاپہ مارا تھا۔

الواقدی کہتا ہے:۔ خالد سُوَیٰ سے الکواثل کی طرف گئے، پھر قرقیسیا آئے، یہاں کا سردار ایک جماعت کے ساتھ ان کی طرف نکلا، انھوں نے اس کو چھوڑ کر جنگل کا رستہ لیا، اور جدھر ان کا منہ تھا اسی طرف بڑھے چلے گئے، حتیٰ کہ اَرُکتہ (اور یہی اَرَک ہے۔م) پہنچے؛ اس کے باشندوں پر تاخت کی، ان کا محاصرہ کیا، اور ان سے مسلمانوں کیلئے کچھ لیکر ان کو صُلحاً فتح کر لیا۔ پھر دُومَۃُ الجَندل آئے، اور اس کو فتح کیا۔ پھر قُصَم آئے، یہاں بنو مشجعہ بن التیم بن النمر بن وَبَرہ بن تغلب بن حُلوان بن عِمران بن الحاف بن قُضاعہ نے ان سے صلح کر لی، اور خالد نے ان کے لئے امان لکھ دی۔ اس کے بعد وہ تدمُر آئے، یہاں کے باشندوں نے ان کی مزاحمت کی، اور قلعہ گیر ہو گئے، پھر امان خواہ ہوئے، اور (خالد) نے انھیں اس شرط پر امان دی، کہ وہ ذمّی ہوں گے، مسلمانوں کی مہمانداری کریں گے، اور ان کے فرمانبردار رہیں گے۔ اس کے بعد وہ القریتین آئے، یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کی، مگر انھوں نے ان کو مغلوب کیا، اور ان سے غنیمت لی۔ پھر (علاقہ) سَنیر میں حُوّارین آئے اور اس کے باشندوں کے مواشی پر چھاپہ مارا؛ اس پر ان لوگوں نے ان سے جنگ کی، اور اس جنگ میں بعلبک و بُصری (یہ حوران کا صدر مقام ہے۔م) کے باشندوں نے ان کی مدد کی، مگر (خالد) نے ان سب پر فتح پائی، اور بہتوں کو قتل و اسیر کیا۔ اس کے بعد وہ مرج راہط آئے، اور غسّان پر، جو نصاری تھے، عین ان کے یوم فصح[م] کو چھاپہ مارا، اور

م۔ یہ ایک عید ہے جو نصاری حضرت مسیح علیہ السلام کے موت سے اٹھنے کی یاد میں مناتے ہیں، اور یہ ان کی عید کبیر ہے۔ فصح عبرانی لفظ فسح کا معرب ہے جس کے معنی ہیں: گزر، عبور، نجات۔

ان میں سے بہتوں کو قتل و اسیر کیا۔

خالد نے بُسر بن ابی اَرطاۃ العامری (یہ قریش میں سے تھے۔ مئ) اور حبیب بن مَسلمَۃ الفہری کو غوطِ دِمشق کی طرف بھیجا، اور ان دونوں نے اس کے قریوں میں سے بہت سے قریوں پر تاخت کی۔ خود خالد الثّنیّۃ پہنچے، جو ثنیّۃ العُقاب کے نام سے مشہور ہے، اور یہاں گھڑی بھر ٹھہر کر اپنا پرچم اڑایا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم تھا، اور اس کا رنگ سیاہ تھا۔ اُس دن سے اس کا نام ثنیّۃ العُقاب پڑ گیا۔ عرب پرچم کو عُقاب کہتے ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے: اس کا نام عُقاب، پرند کے نام پر رکھا گیا تھا، جو اُن دنوں یہاں اترتا تھا۔ لیکن خبر اول زیادہ صحیح ہے۔ میں نے کسی کو یہ بھی کہتے سنا ہے کہ یہاں عقاب کا ایک سنگین بت تھا، مگر یہ محض بے اصل ہے۔

کہتے ہیں:۔ خالد، دِمشق کے بابِ الشّرقی پر اترے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ باب الجابیہ پر اُترے۔ دِمشق کے اُسقف نے ان کے پاس ضیافت کا سامان بھیجا، اور فرمانبرداری کے پیام کے ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ ”میرے ساتھ اُس عہد کی پابندی کرنا“، اور انھوں نے اس کا وعدہ کیا۔ پھر خالد روانہ ہوئے، اور مسلمانوں کے لشکر سے جا ملے، جو قناۃ بصری میں تھا۔ بعض کہتے ہیں: وہ الجابیہ پر آئے جہاں ابو عبیدہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے، اور پھر دونوں ملکر بُصری پہنچے۔

ع روایت میں صراحت نہیں ہے کہ وہ عہد کیا تھا۔

فتح بُصریٰ

کہتے ہیں :۔ جب خالد بن الولید مسلمانوں کے ساتھ بُصری پہنچے، تو تمام لشکر یہاں جمع ہو گئے، اور سب نے یہاں کی جنگ میں انھیں اپنا امیر بنا لیا۔ انھوں نے شہر کا محاصرہ کیا، اور اس کے بطریق سے جنگ کی، حتیٰ کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو شہر میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

بعض کہتے ہیں :۔ اس جنگ کے قاید یزید بن ابی سفیان تھے، کیونکہ یہ دِمَشق کی عملداری میں تھا، جس کے وہ والی اور قاید تھے۔

یہاں کے باشندوں نے مسلمانوں سے اس پر صلح کی کہ وہ مسلمانوں کو جزیہ دیں گے، اور مسلمان ان کی جانوں اور ان کے اموال اور انکی اولاد کو امان دینگے۔

بعض رُواۃ کہتے ہیں :۔ اہل بُصری نے اس پر صلح کی کہ وہ ہر بالغ پر ایک دینار اور ایک جریب عہ گیہوں دیں گے۔

مسلمانوں نے کُورۂ حَوران کا پورا علاقہ فتح کیا اور اس پر غالب ہو گئے، ابو عبیدہ بن الجرّاح مسلمانوں کی ایک مضبوط جماعت کیساتھ، جو اُن امراء کے ساتھیوں پر مشتمل تھی جو ان سے آملے تھے، اَرض بلقاء میں مآب پہنچے، جہاں دشمن نے اپنی قوت اکھٹی کی تھی، اور اس کو بصری جیسی صلح پر صلحاً فتح کر لیا۔

بعض کہتے ہیں :۔ مآب فتح بُصریٰ سے قبل فتح ہوا تھا، اور بعض کہتے ہیں: ابو عبیدہ نے مآب اسوقت فتح کیا جب وہ (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں الشام کے امیر تھے۔

عہ ایک جریب ۱۰ سے ۱۰ ذراع (۳۶۰۰ گز) مربع، یا پونے دو بیگہ پختہ کا ہوتا ہے یہ مسافت کا پیمانہ ہے۔ اسی نام کا ایک پیمانہ تولنے کا بھی ہے اس سے گیہوں تولے جاتے ہیں اور یہ مختلف مقامات پر مختلف ہے (ماوردی، ص ۲۶۵، نسخۂ یورپ)

یوم اجنادین

(اور بعض اجنادَین کہتے ہیں[۴])

پھر اجنادین کا واقعہ ہوا، اس میں تقریباً ایک لاکھ رومی تھے جن کا بڑا حصہ ہرقل نے فوج در فوج کرکے بھیجا تھا، اور باقی گرد و نواح سے جمع ہوگئے تھے۔ ہرقل اُن دنوں حمص میں تھا۔ مسلمانوں نے ان سے سخت جنگ کی، خالد بن الولید نے اس دن اپنی شجاعت و بسالت کے خوب جوہر دکھائے۔ اللہ نے اپنے دشمنوں کو ہزیمت دی، ان کی جمعیت بری طرح منتشر کی، اور ان میں سے خلقِ کثیر کو قتل کیا۔ اس دن یہ لوگ شہید ہوئے: عبداللہ بن الزُّبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ عَمرو بن سعید بن العاصی بن اُمیّہ، اور ان کے بھائی ابان بن سعید (اور یہی صحیح ہے، لیکن بعض کہتے ہیں: اَبان نے ۲۹ھ میں انتقال کیا) طُلَیب بن عُمَیر بن وَہب بن عبداللہ بن قُصَیّ (انھیں ایک گبر نے للکارا، اور ان پر ایسا وار کیا کہ ان کا سیدھا ہاتھ کٹ گیا اور ان کی تلوار ہتھیلی سمیت گر پڑی، پھر رومی ان پر چھا گئے، اور انھوں
نے ان کو قتل کر دیا، ان کی والدہ اَرْوَی بنت عبدالمطلب رسول اللہ (۱۱۴)
صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپی تھیں، یہ ابو عَدِیّ کنیت کرتے تھے) سلمہ بن ہشام بن المغیرہ (بعض کہتے ہیں: یہ مرج الصُّفّر میں قتل ہوئے) عکرمہ بن

ابی جہل بن ہشام المخزومی۔ ہبار بن سفیان بن عبدالاسد المخزومی (بعض کہتے یہ مُوتہ کے دن قتل ہوئے) نعیم بن عبداللہ النحام العدوی (بعض کہتے ہیں: یہ الیرموک کے دن قتل ہوئے)۔ہشام بن العاصی بن وائل السہمی (کہتے ہیں: یہ الیرموک کے دن قتل ہوئے)۔عمرو بن الطفیل بن عمرو الدوسی (بعض کہتے ہیں: یہ الیرموک کے دن قتل ہوئے)۔جندب بن عمرو الدوسی سعید بن الحارث۔الحارث بن الحارث۔الحجاج بن الحارث بن قیس بن عدی السہمی۔

ہشام بن محمد الکلبی کہتا ہے:۔النحام، مُوتہ کے دن قتل ہوئے۔ سعید بن الحارث بن قیس، الیرموک کے دن۔تمیم بن الحارث، اجنادین کے دن؛ اور ان کے بھائی عبداللہ بن عبدالاسد، الیرموک کے دن۔اور الحارث بن ہشام بن المغیرہ، اجنادین کے دن۔

کہتے ہیں:۔اس واقعہ کی خبر سن کر ہرقل کا دل بیٹھ گیا، اور وہ حیران وخوف زدہ ہو کر حمص سے انطاکیہ بھاگ گیا۔بعض کہتے ہیں: وہ حمص سے انطاکیہ اس وقت بھاگا جب مسلمان الشام پہنچے۔واقعۂ اجنادین دوشنبہ کے دن ۱۳ھ کو ہوا، اس وقت جمادی الاولی کی بارہ راتیں باقی تھیں؛ اور بعض کہتے ہیں، جمادی الآخر کی دو راتیں باقی تھیں۔

کہتے ہیں:۔پھر رومیوں نے الیاقوصہ عہ میں فوج اکٹھی کی، الیاقوصہ ایک وادی ہے جس کے دہانہ پر الفوارہ ہے؛ مسلمانوں نے ان کو وہیں جالیا شکست دی، منتشر کر دیا، اور بھگا دیا؛ ان میں سے بہتوں کو قتل کیا، اور جو باقی تھے وہ بھاگ کر مدن الشام میں چلے گئے۔(حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمادی الآخرہ ۱۳ھ میں انتقال کیا۔مسلمانوں کو اس کی خبر الیاقوصہ میں ہوئی۔

عہ یاقوت نے الواقوصہ لکھا ہے۔ج ۸، ص ۳۸۹۔

یوم فحل

(الاُردُن میں)

کہتے ہیں :— واقعۂ فحل[ع]، الاُردن میں ہوا، اس وقت ذی القعدہ کی دو راتیں باقی تھیں، اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پانچ مہینے گزر رہے تھے۔ ابو عبیدہ بن الجراح فوج کے امیر تھے؛ (حضرت) عمر نے ان کے پاس الشام کی ولایت و امیرالامرائی کا پروانہ عامر بن ابی وقاص، برادر سعد بن ابی وقاص کے ہاتھ بھیجا تھا۔ ایک جماعت کہتی ہے: ابو عبیدہ کو الشام کی ولایت کا پروانہ اس وقت ملا جب لوگ دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ انھوں نے خالد سے اس کو چند روز چھپایا؛ کیونکہ خالد جنگ میں فوج کے امیر تھے، خالد نے ان سے کہا: "جو کچھ تم نے کیا اس پر تمھیں کس چیز نے دعوت دی؟ اللہ تم پر رحم کرے۔" ابو عبیدہ نے کہا "میں نے اس کو برا سمجھا کہ تمھاری دل شکنی کروں اور تمھارا اقتدار باطل کروں جبکہ تم دشمن کے مقابلہ پر تھے۔"

ع مراصد میں فَحل (بفتح الفا) ہے۔

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ ہرقل نے انطاکیہ پہنچ کر روم و اہل الجزیرہ کو نفیر دی، اور ان کی کمان پر اپنے خاص اور معتمد لوگوں میں سے ایک کو بھیجا؛ الأردن میں فِحل پر مسلمانوں کی ان سے مٹھ بھیڑ ہوئی؛ وہ بڑی بے جگری سے لڑے، مگر اللہ نے مسلمانوں کو ان پر غالب کیا، ان کا بطریق دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مارا گیا، بقیۃ السیف مُدن الشام میں منتشر ہو گئے، اور بعض ہرقل کے پاس چلے گئے۔ اہل فِحل قلعہ گیر ہو گئے، مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا، حتی کہ وہ بایں ہمہ امان خواہ ہوئے کہ اپنے افراد پر جزیہ اور اپنی زمین پر خراج دیں گے۔ مسلمانوں نے انھیں ان کی جان، اور ان کے اموال پر امان دی؛ اور یہ وعدہ کیا کہ ان کی دیواریں مسمار نہیں کی جائیں گی۔ اس معاہدہ کے والی ابو عبیدہ بن الجرّاح تھے۔ بعض کہتے ہیں: شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ تھے۔

الأُرْدُنّ کا حال

مجھ سے حَفص بن عُمَر العُمَری نے کہا، اور ان سے الہَیثَم بن عَدِی
(۱۱۶) نے، کہ:۔ شُرَحبیل بن حَسَنَہ نے الاُرْدُن بزور فتح کیا؛ لیکن طَبَرِیّہ اس سے الگ تھا، کیونکہ اس کے باشندوں نے اپنی منازل اور اپنے کنیسوں کی نصف تقسیم پر ان سے صُلح کی تھی۔

مجھ سے ابو حفص الدِمشقی نے کہا، ان سے سعید بن عبدالعزیز التَنوُخی نے، اور ان سے متعدد لوگوں نے جن میں سے ایک مسجدِ دمشق کا موذن ابو بِشر ہے، کہ:۔ جب مسلمانوں نے الشام میں پیش قدمی کی، تو ان میں سے ہر امیر نے ایک ایک ناحیہ کا قصد کیا تاکہ اس پر حملہ کرے، اور اپنی چھاپہ مارنے والی فوجیں اس میں پھیلا دے: عمرو بن العاصی نے فلسطین پر حملہ کیا، شُرَحبیل نے الاُرْدُن پر، اور یزید بن ابی سفیان نے ارض دِمشق پر۔ مسلمان یہ کرتے تھے کہ جب دشمن ان کے مقابلہ پر جمع ہوتا تو سب یک جا ہو جاتے، اور اگر ان میں سے ایک دوسرے کی دستگیری کا محتاج ہوتا تو سب بعجلت اس کی دستگیری کرتے۔ جنگ میں اجتماع کے موقع پر ان کے امیر (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے میں عَمرو بن العاصی ہوتے تھے؛ لیکن جب خالد بن الولید الشام پہنچے تو

تمام جنگوں میں وہی مسلمانوں کے امیر ہوئے۔ اس کے بعد ابو عُبَیدہ بن الجَرّاح امور الشام کے والی ہوئے، اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی جانب سے صلح و جنگ میں امیر الامراء کیا؛ یہ اس وقت ہوا جب وہ خلیفہ ہوئے اور خالد کو ان کے عزل کا اور ابو عبیدہ کو ان کی ولایت کا پروانہ لکھا۔

شُرَحبیل بن حَسَنہ نے طَبَرِیَّۃ چند روز کے حصار کے بعد صلحاً اس پر فتح کیا کہ اس کے باشندوں کی جان، ان کے اموال، ان کی اولاد، ان کے کنیسوں اور ان کی مَنَازِل کو ــ ان کنیسوں اور مَنَازِل کے سوا جنھیں وہ خالی کر دیں ــــ امان دی؛ اور مسلمانوں کی مسجد کے لئے ایک جگہ مستثنیٰ کرالی۔ پھر انھوں نے (حضرت) عمر کی خلافت میں نقض عہد کیا، رومیوں وغیرہ میں سے ایک جماعت ان سے آملی، ابو عبیدہ نے عمرو بن العاصی کو ان پر حملہ کا حکم دیا، وہ چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کی طرف بڑھے اور ویسی ہی صلح پر ان کو فتح کر لیا جیسی صلح پر شُرَحبیل نے فتح کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں: دوسری دفعہ بھی شُرَحبیل ہی نے فتح کیا؛ اور انہی نے الاُرْدُنّ کے تمام شہر اور قلعہ ایسی ہی صلح پر آسانی سے بغیر قتال فتح کئے، بَیْسان فتح کیا، سُوسِیَہ فتح کیا، اُفیق فتح کیا، جُرَش و بیت راس وقَدَس و الجَولَان فتح کیا؛ اور سواد الاُرْدُن اور اس کی ساری زمین پر غالب ہو گئے۔

مجھ سے ابو حَفْص نے کہا، ان سے ابو محمد سعید بن عبدالعزیز نے؛ اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ ان سے الوَضِین بن عَطاء نے کہا کہ:- شُرَحبیل نے عَکا و صُور و صَفُوریہ فتح کئے۔

ابو بشر المُؤَذِّن کہتا ہے ــ ابو عبیدہ نے عمرو بن العاصی کو سواحل الاُرْدُنّ کی طرف بھیجا؛ رومیوں کے دَل بادَل ان کے مقابلہ کو جمع ہوئے؛ انھیں ہرَقل کے علاقہ سے بھو اُس وقت قسطنطنیہ میں تھا، مدد ملی تھی۔ انھوں نے ابو عبیدہ کو کمک کے لئے لکھا، ابو عبیدہ نے

یزید بن ابی سفیان کو بھیجا، یزید روانہ ہوئے، ان کے ہراول پران کے بھائی معاویہ تھے؛ یزید و عمرو نے مل کر سواحل الاُرُدن فتح کئے اور ابو عبیدہ نے یہ فتح انہی دونوں کے نام لکھ دی۔ معاویہ نے اس جنگ میں بڑی مردانگی دکھائی اور اچھا اثر پیدا کیا۔

مجھ سے ابو الیَسَعُ الانطاکی نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے مشائخ اہل انطاکیہ و الاُرُدن نے، کہ:۔ معاویہ نے ۴۲ھ میں بَعْلَبَکّ وحِمْص و انطاکیہ کے فارسیوں میں سے ایک قوم سواحل الاُرُدن وصُوْر وعُکّا وغیرہ کی طرف منتقل کی۔ انھوں نے اسی سال، یا اس سے ایک سال قبل، یا ایک سال بعد، البصرہ و الکوفہ کے اَساوِرۃ[۱] اور بعلبک وحِمص کے فارسیوں میں سے (ایک جماعت) انطاکیہ کی طرف منتقل کی۔ فارسیوں کے قائدوں میں (ایک شخص) مسلم بن عبد اللہ تھا، اور وہ عبد اللہ بن حبیب بن النّعمان بن مسلم الانطاکی کا دادا تھا۔

مجھ سے محمّد بن سَعْد نے کہا، اور ان سے الواقدی نے؛ اور یہی خبر مجھے ہشام بن اللَیث الصُّوری سے اور انھیں اہل الشام کے بڑے بوڑھوں سے پہنچی ہے، کہ:۔ معاویہ نے قُبرُس جاتے وقت عکّا کی مرمت کرائی اور صور کی مرمت کرائی۔ پھر عبد الملک بن مروان نے یہ دونوں (سواحل) از سرِ نو تعمیر کرائے، کیونکہ یہ ویران ہو گئے تھے۔

مجھ سے ہشام بن اللَیث نے کہا، اور انھوں نے کہا مجھ سے ہمارے بڑے بوڑھوں نے کہا، کہ:۔ ہم صُور و السَّواحِل میں اترے، یہاں عربوں کی چھاؤنی تھی، اور رومیوں میں سے بھی ایک خلقت موجود تھی۔ بعد میں مختلف شہروں کے باشندے ہم سے آملے اور ہمارے ساتھ مقیم ہو گئے۔ یہی حال تمام سواحل الشام کا ہے۔

---

[۱] یہ فارسی لفظ اسوار کی جمع ہے۔ اَسْوَار یا اِسْوَار رسالہ کے افسر کو کہتے ہیں۔ آساورہ قدیم عجمیوں کی ایک خاص جماعت تھی جو بعہد اسلام البصرہ میں آکر آباد ہو گئی تھی اور رفتہ رفتہ مستقل قوم بن گئی تھی۔
الکوفہ میں اساوارہ نہیں اَحامِرَہ (= سرخ پوش) آباد ہوئے تھے۔

مجھ سے محمد بن سہم الانطاکی نے اُن بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے جن کا زمانہ اس نے پایا تھا، بیان کیا کہ:۔ ۴۹ھ میں رومیوں نے سواحل کی طرف خروج کیا، صناعت[1] صرف مصر میں تھی، معاویہ بن ابی سفیان نے صناعوں اور نجاروں کو جمع کرنے کا حکم دیا؛ وہ جمع کئے گئے، اور ان کو سواحل میں آباد کر دیا گیا۔ الاُردُن میں صناعت عکّا میں تھی۔

راوی کہتا ہے ابو الخطاب الاَزدی نے ذکر کیا کہ:۔ ابو مُعَیط کی اولاد میں سے ایک شخص کے پاس عکّا میں چکیاں اور مُستغلاّت[2] تھے ہشام بن عبد الملک نے چاہا، کہ وہ یہ چیزیں اس کے ہاتھ فروخت کردے اس نے انکار کیا، اس پر ہشام نے صناعت صُوَر کی طرف منتقل کر دی، یہاں اس نے ایک سرائے بنوائی اور ایک کھلیان خریدا۔

الواقدی کہتا ہے:۔ مراکب (= جہاز) عکّا میں رہتے تھے، جب بنی مروان والی ہوئے، تو انھوں نے ان کو صور کی طرف منتقل کیا، چنانچہ اب تک صُوَر ہی ان کا مرکز ہے۔

امیر المومنین المتوکل علی اللہ نے ۲۴۷ھ میں حکم دیا کہ عکّا اور تمام سواحل میں مراکب ترتیب دئے جائیں، اور ان میں جنگ آزما متعین کئے جائیں۔

---

[1] صناعت کے معنی جہاز سازی کے ہیں (حسن المحاضرہ) یعقوبی نے اس موقع پر دار الصّاعہ لکھا ہے (ص ۲، ۳۷) انگریزی لفظ اسی دار الضاعہ سے نکلا ہے، جو اب یورپ سے مصر و ترکی جا کر ترسانہ بن گیا ہے۔

[2] مستغلات = کھلیان یا کارخانہ، یا ایسی چیزیں جن سے آمدنی ہوتی ہو مُستَغَلَّ زمین کی پیداوار یا اس کے محاصل کو کہتے ہیں۔

یومِ مَرج الصُّفَّر

کہتے ہیں:- پھر رومیوں نے ایک لشکرِ عظیم جمع کیا، جس کو ہِرَقل نے مدد دی؛ مَرج الصُّفَّر میں مسلمانوں سے اسکی مٹھ بھیڑ ہوئی؛ مسلمان اسوقت دِمَشق کی طرف جارہے تھے۔ یہ ہلال محرم ۱۴ھ کا واقعہ ہے۔ معرکہ کارن پڑا، حتیٰ کہ خون پانی میں بہنے لگا، اور اس سے پن چکیاں چلنے لگیں؛ مسلمانوں کے تقریباً چار ہزار آدمی زخمی ہوئے، کافر شکست کھاکر ایسے بھاگے، کہ دِمَشق و بیت المقدس تک رستے میں کوئی چیز انھیں نہ روک سکی۔ خالد بن سعید بن العاصی بن اُمَیَّہ اسی معرکہ میں شہید ہوئے وہ، ابوسعید کنیت کرتے تھے، انھوں نے اسی شب (جس کی صبح یہ واقعہ ہوا۔ ۴) عکرِمہ بن ابی جَہل کی بیوہ اُمّ حَکیم بنت الحارِث بن ہشام المخزُومی سے شادی کی تھی، ان کی بیوی کو جب ان کی موت کی خبر ہوئی تو وہ خیمہ کا بَلَّم کھینچ کر اس سے دشمنوں کو مارنے لگیں۔ کہتے ہیں: انھوں نے اسی بَلَّم سے اس دن سات آدمی ہلاک کئے؛ اس وقت ان کے چہرہ پر خَلوق[۱] ملا ہوا تھا۔

---

[۱] ایک قسم کا اُبٹنا، جس میں زعفران کا جز زیادہ ہوتا ہے، یہ عربوں میں تخت کی رات کو دلھنوں کے چہرہ پر ملا جاتا ہے۔

ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ المرج کا واقعہ اجنادین کے بیس دن بعد ہوا۔ اس کے بعد شہر دمشق فتح ہوا، اور شہر دمشق کی فتح کے بعد فحل کا معرکہ ہوا۔ لیکن الواقدی کی روایت زیادہ صحیح ہے

یوم المرج کی نسبت خالد بن سعید بن العاصی کہتے ہیں: ۔

مَنْ فَارِسٌ كَرِهَ الطِّعَانَ يُعِيْرُنِي ۔۔۔ رُمْحًا إِذَا نَزَلُوا بِمَرْجِ الصُّفَّرِ

(ہے کوئی شہسوار! جو نیزہ بازی نہ کرنی چاہتا ہو؛ وہ اپنا نیزہ مجھے مستعار دے، جب کہ فوجیں مرج الصفر میں اتریں)

اور عبد اللہ بن کامل بن حبیب بن عمیرہ بن خفاف بن امرء القیس ابن بہثہ بن سلیم کہتا ہے: ۔

شَهِدَتْ قَبَائِلُ مَالِكٍ وَتَغَيَّبَتْ ۔۔۔ عَنِّي عُمَيْرَةُ يَوْمَ مَرْجِ الصُّفَّرِ

(مرج الصفر کے دن مالک (بن خفاف) کے قبائل تو دکھائی دیئے، مگر عمیرہ غائب ہو گئے۔)

ہشام بن محمد الکلبی کہتا ہے: ۔ خالد بن سعید المرج کے دن شہید ہوئے، (اس وقت) ان کے گلے میں ان کی تلوار الصمصامہ حمائل تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں الیمن کی طرف عامل مقرر فرماکر روانہ فرمایا تو مذحج میں عمرو بن معدی کرب الزبیدی کے قبیلہ پر سے ان کا گزر ہوا، انھوں نے اس پر چھاپہ مارا، اور عمرو کی بیوی کو اسی قوم کے چند افراد کے ساتھ گرفتار کر لیا؛ عمرو نے درخواست کی کہ ان پر احسان کیا جائے، وہ اسلام لائیں گے؛ انھوں نے ان پہ احسان کیا، وہ اسلام لائے؛ (عمرو نے) اپنی تلوار الصمصامہ ان کو ہبہ کی، اور کہا: ۔

خَلِيلٌ لَمْ أَهَبْهُ مِنْ قِلَاهُ ۔۔۔ وَلَكِنَّ الْمَوَاهِبَ لِلْكِرَامِ

خَلِيلٌ لَمْ أَخُنْهُ وَلَمْ يَخُنِّي ۔۔۔ كَذَلِكَ مَا خِلَالِي أَوْ نِدَامِي

حَبَوْتُ بِهِ كَرِيمًا مِنْ قُرَيْشٍ ۔۔۔ فَسُرَّ بِهِ وَصِينَ عَنِ اللِّئَامِ

(وہ ایسا دوست ہے کہ میں نے اسے بغض کی وجہ سے ہبہ نہیں کیا ہے، بلکہ اس لئے ہبہ کیا ہے کہ مواہب شرفاء

ہی کیلئے ہوتے ہیں۔ وہ ایسا دوست ہے کہ نہ کبھی میں نے
اس سے خیانت کی، اور نہ کبھی اس نے مجھ سے خیانت کی؛
یہ میرے دوستوں اور ندیموں نے بھی نہیں کیا۔ میں نے
(اپنا ایسا دوست) قریش کے ایک شریف آدمی کو بخش دیا،
وہ اس سے مسرور ہوا، اور بڈّوں سے محفوظ ہو گیا۔)

راوی کہتا ہے :۔ المرّوج کے دن خالد جب شہید ہوئے تو معاویہ نے یہ تلوار ان کی گردن سے نکال لی! سعید بن العاصی بن سعید بن العاصی بن اُمیّہ نے اس کے لئے ان سے نزاع کی، (حضرت) عثمان کے پاس مقدمہ پیش ہوا، انھوں نے (سعید کے) حق میں فیصلہ کیا، تلوار انھیں مل گئی، اور ایک زمانہ تک انہی کے پاس رہی۔ جب یوم الدّار میں مَروان کی گُدّی پر ضرب آئی، اور سعید نے چوٹ کھائی، اور بیہوش ہو کر گرے، تو جُہینَہ میں سے ایک نے الصَّمصَامَہ لے لی، اور ایک زمانہ تک یہ اُس کے پاس رہی؛ لیکن جب وہ اس کو صیقل کرانے کے لئے صیقل گر کے پاس لے گیا تو صیقل گر کو اس جُہنی کے پاس ایسی تلوار کے ہونیکا یقین نہ آیا، وہ اس کو لیکر مروان بن الحکَم کے پاس آیا، جو المدینہ کا والی تھا، مَروان نے جُہنی سے دریافت کیا، اس نے اس کا سارا قصہ سنایا، (مروان نے) کہا؛ ارے خدا کی قسم! یوم الدّار کو میری تلوار بھی چوری گئی تھی اور سعید بن العاصی کی بھی! سعید آئے، انھوں نے اپنی تلوار پہچانی اور لیکر اس پر مہر لگائی اور عمرو بن سعید الاَشدق کے پاس بھیج دی، جو مکہ کا والی تھا۔ سعید کے مرنے کے بعد یہ تلوار عمرو کے پاس رہی حتیٰ کہ وہ دِمشق میں مارا گیا اور اس کا مال لوٹ لیا گیا۔ اس کے
۱۲۰ھ، بعد یہ تلوار اس کے سوتیلے بھائی محمّد بن سعید کے ہاتھ آئی، پھر یحییٰ بن سعید کے پاس گئی، پھر عَنبَسَہ بن سعید بن العاصی کو ملی، پھر سعید بن عمرو بن العاصی کو، پھر محمّد بن عبد اللہ بن سعید کو جس کی اولاد بارق میں رہتی ہے، اور پھر ابان بن یحییٰ بن سعید کو؛ اس نے اس پر

سونے کا کام کرایا، اور یہ اس کی اُمّ وَلَد کے پاس رہتی تھی۔ پھر ایوب بن ابی ایوب بن سعید بن عمرو بن سعید نے امیرالمومنین المھدی کے ہاتھ ۸۰ ہزار درہم سے زیادہ میں اس کو بیچ دیا۔ المھدی نے اس پر از سر نو سونے کا کام کرایا۔ پھر یہ امیرالمومنین موسی الہادی کے پاس آئی، انھوں نے اس کو پسند کیا، اور ایک شاعر کو جس کا نام ابوالہول تھا، اس کی صفت میں کچھ کہنے کا حکم دیا، اس نے کہا:

حَازَ صَمْصَامَةَ الزُّبَیْدِیِّ عَمْرٍو ... خَیْرُ هٰذَا الْأَنَامِ مُوْسَی الْأَمِیْنُ

سَیْفُ عَمْرٍو وَکَانَ فِیْمَا عَلِمْنَا ... خَیْرَ مَا أُطْبِقَتْ عَلَیْهِ الْجُفُوْنُ

أَخْضَرُ اللَّوْنِ بَیْنَ حَدَّیْهِ بُرْدٌ ... مِنْ ذُعَافٍ تَمِیْسُ فِیْهِ الْمَنُوْنُ

فَإِذَا مَا سَلَلْتَهُ بَهَرَ الشَّمْسَ ضِیَاءً فَلَمْ تَکَدْ تَسْتَبِیْنُ

مَا یُبَالِیْ إِذَا الضَّرِیْبَةُ حَانَتْ ... أَشِمَالٌ سَطَتْ بِهِ أَمْ یَمِیْنُ

نِعْمَ مِخْرَاقُ ذِی الْحَفِیْظَةِ فِی الْهَیْجَا یُعَصَّابِہٖ وَنِعْمَ الْقَرِیْنُ

(عمرو الزبیدی کی الصمصامہ بہترین انسان موسی الامین کے پاس آگئی۔ یہ عمرو کی تلوار ہے اور جہانتک ہمیں معلوم ہے یہ ان میں سب سے بہتر ہے جن پر نیام چڑھائے گئے ہیں۔ اس کا رنگ سبز ہے اور اس کے کناروں کے بیچ میں مہلک زہر کی تہ چڑھی ہوئی ہے جس میں موت کھیل رہی ہے۔ جب اسے نیام سے نکالوگے تو اس کی چمک سورج کو ماند کر دے گی، اور وہ اس کے سامنے ظاہر نہیں ہوسکیگا۔ جس کو قتل کرنا منظور ہو جب وہ پاس آجائے تو پھر چاہے سیدھا ہاتھ اس کو چلائے یا الٹا، (یہ اپنا کام کرے گی) یہ اس شخص کیلئے جو جنگ میں اپنی عزت کی حفاظت کرنی چاہتا ہو کیسی اچھی تلوار ہے! اس سے دشمن کو ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ یہ بہترین ساتھی ہے۔)

پھر امیرالمومنین الواثق باللہ نے اس کیلئے صیقل گر کو بلایا، اور اس کو اسپر سخت چمڑا چڑھانیکا حکم دیا، لیکن جب اس نے اسپر چمڑا چڑھایا تو اس میں تغیر ہوگیا۔

ع وہ لونڈی جو آقا کی حرم ہو اور اس سے کوئی اولاد ہوئی ہو۔

مدینۂ دمشق اور اس کی زمین کی فتح

کہتے ہیں:۔ مسلمانوں نے اُمن (دشمنوں) کے قتال سے فارغ ہوکر، جو المرج میں جمع ہوئے تھے، پندرہ راتیں بسر کیں اور پھر مدینۂ دمشق کی طرف رخ کیا؛ اس وقت محرم ۱۴ھ کے ختم ہونے میں چودہ راتیں باقی تھیں مسلمان الغوطہ اور اس کے کنیسوں پر بزور قابض ہوگئے، اہل شہر نے قلعہ گیر ہوکر دروازہ بند کرلیا، خالد بن الولید باب الشرقی پر اترے، ان کے ساتھ پانچ ہزار سے زیادہ جمعیت تھی، جو ابو عبیدہ نے ان کے ساتھ کی تھی۔ (۱۲۱)

لیکن ایک جماعت کہتی ہے: اس وقت تک خالد ہی امیر تھے، اور ان کے عزل کا حکم اس وقت آیا تھا جب مسلمان دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

اس جگہ کا نام جس کے پاس خالد اترے دَیرِ خالد ہے۔ عمرو بن العاص باب توما پر اترے، شرحبیل باب الفرادیس پر۔ ابو عبیدہ باب الجابیہ پر اور یزید بن ابی سفیان باب الصغیر پر؛ ان کے لشکر کا سلسلہ) اس دروازہ تک پھیلا ہوا تھا جو کیسان کے نام سے مشہور ہے۔

۵۔ دَیر = خانقاہ

اور ابو الدرداء عُوَیمر بن عامر الخزرجی کو بَرزہ کی سرحدی چوکی پر مقرر کیا۔

وہ اُسقف جس نے محاصرہ کی ابتدا میں خالد کے لئے سامانِ رسد مہیا کیا تھا کبھی کبھی فصیل پر کھڑا ہوتا تھا: خالد نے اس کو بلوایا، وہ آیا اور اس نے انھیں تسلیم کی اور اُن سے باتیں کیں؛ ایک دن اس نے کہا، "اے ابوسلیمان! تمھارا کام با اقبال ہوتا معلوم ہوتا ہے، تمھارے ذمہ میرا ایک وعدہ ہے، تم اس شہر کے لئے مجھ سے صلح کر لو۔" خالد نے دوات اور کاغذ منگایا اور اس کو یہ تحریر دی:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ تحریر ہے جو خالد بن الولید نے اہلِ دمشق کو اس وقت عطا کی جب وہ (شہر میں) داخل ہوا۔ اس نے ان کی جانوں کو، ان کے اموال کو، ان کے کنیسوں کو، اور ان کے شہر کی فصیل کو امان دی ہے۔ ان کے مساکن میں سے کوئی مکان سکونت کے لئے نہیں لیا جائے گا؛ اس کے لئے ان سے اللہ کا عہد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور خلفاء و مومنین کا ذمہ ہے۔ اگر وہ جزیہ دیں گے تو ان کے ساتھ بھلائی کی جائے گی۔"

پھر اسقف کے دوستوں میں سے ایک شخص راتوں میں سے کسی رات کو خالد کے پاس آیا، اور اس نے انھیں خبر دی کہ آج اہلِ شہر کے ہاں شبِ عید ہے، اور وہ سب اس میں مشغول ہیں، اور انھوں نے پتھروں سے باب الشرقی کی پشتہ بندی کر دی ہے، اور اس کو یونہی چھوڑ دیا ہے اور اس نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ کہیں سے سیڑھی لائیں۔ اُسی دیر کے ساکنوں میں سے، جس کے پاس ان کا لشکر خیمہ زن ہوا تھا، ایک جماعت نے انھیں دو سیڑھیاں لا کر دیں، مسلمانوں میں سے ایک جماعت ان پر چڑھ کر فصیل پر پہنچی، اور دروازہ کی طرف اتری؛ اس وقت دروازہ پر صرف ایک یا دو آدمی تھے، مسلمانوں نے ان کو دبا لیا

اور مِل جُل کر طلوع آفتاب کے قریب دروازہ کھول لیا۔ اُدھر ابو عبیدہ بن الجَرّاح نے باب الجابیہ کے کھولنے کا اہتمام کیا، اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت کو اس پر چڑھا دیا، رومی جنگ آزما ان لوگوں پر پل پڑے، مسلمانوں نے ان سے سخت جنگ کی، رومی پیٹھ دکھا کے بھاگے، ابوعبیدہ اور ان کے ساتھ مسلمان باب الجابیہ بزور فتح کر کے شہر میں داخل

(۱۲۲) ہو گئے، ابو عبیدہ اور خالد بن الولید کا المقلاط پر میل ہوا، یہ دِمشق میں کبیروں کا بازار ہے، اور یہیں البَرِیص ہے جس کا ذکر حسان بن ثابت نے اپنے ایک شعر میں کیا ہے، وہ کہتے ہیں :-

یَسقُونَ مَن وَرَدَ البَرِیصَ عَلَیہِمُ ۔ بَرَدَی یُصَفَّقُ بالرَّحِیقِ السَّلسَلِ

(جو کوئی ان کے پاس البریص جاتا ہے وہ اسے بَرَدی (کا پانی) لطیف شراب کے ساتھ ملا کے پلاتے ہیں۔)

اور ایک روایت یہ ہے کہ رومیوں نے اپنی ایک میت باب الجابیہ سے رات کے وقت نکالی، اس کے گرد ان کے بہادروں اور تیغ آزماؤں کی ایک جماعت تھی، اہل شہر دروازہ پر کھڑے ہو گئے تاکہ میت کو دفن کر کے اپنے بہادروں کے واپس آنے تک مسلمانوں کو دروازہ کھولنے اور شہر میں داخل ہونے سے روکے رہیں، انھوں نے مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہا تھا، مگر مسلمان ان کی یہ چال سمجھ گئے اور انھوں نے ان لوگوں سے جو دروازہ پر جمع تھے، سخت جنگ کی اور طلوع آفتاب کے قریب دروازہ کھول لیا۔ اُسقُف نے جب یہ دیکھا کہ ابو عبیدہ کوئی دم میں شہر میں داخل ہوا چاہتے ہیں تو وہ بھاگا ہوا خالد کے پاس گیا اور اس نے ان سے صلح کر کے ان کے لئے باب الشرقی کھول دیا، وہ شہر میں داخل ہوئے، اُسقُف ان کے ساتھ تھا، اور وہ اس تحریر کی تشہیر کرتا جاتا تھا جو (خالد نے)

عہ صُفِّق کے معنے ہیں: شراب کو ایک برتن سے دوسرے برتن میں الٹنا تاکہ وہ صاف ہو جائے۔ بَرَدی، دِمشق کی ایک نہر ہے۔

اس کو دی تھی۔ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا: "خدا کی قسم! خالد امیر ہی نہیں ہیں پھر ان کی صلح کیسے جائز ہو سکتی ہے؟" ابو عبیدہ نے کہا: "مسلمانوں کے لئے ان میں سے ادنیٰ (بھی عہد و شرط) کر سکتا ہے!" اور اس صلح کی اجازت دے دی،" اور اس پر دستخط کر دیئے اور جو کچھ بزور فتح کیا تھا اس کی طرف التفات نہ کی؛ اس وجہ سے کل دمشق صلحاً (فتح کیا ہوا) سمجھا گیا۔ ابو عبیدہ نے اس کے متعلق (حضرت) عمر کو لکھا، اور صلح نامہ ان کے پاس بھیجدیا، شہر کے دروازے کھول دئے گئے، اور قوم یک جا ہو گئی۔

ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ:۔ خالد دمشق میں بقتال اور ابو عبیدہ بصلح داخل ہوئے، اور دونوں کا میل تیلیوں کے بازار (الزیاتین) پر ہوا۔ لیکن پہلی خبر ثابت ہے۔ عہ

الہیثم مدعی ہے کہ:۔ اہل دمشق سے ان کی منازل اور ان کے کنیسوں کی آدھی تقسیم پر صلح کی گئی۔

محمد بن سعد، ابو عبداللہ الواقدی کے حوالہ سے کہتا ہے:۔ خالد بن الولید نے اہل دمشق کو جو تحریر دی تھی وہ میں نے پڑھی ہے، میں نے اس میں منازل اور کنیسوں کی نصف تقسیم نہیں دیکھی۔ یہ روایت بیان تو ضرور کی گئی ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ جس نے یہ روایت بیان کی ہے اس کے پاس یہ کہاں سے پہنچی۔ البتہ یہ واقعہ ہے، کہ جب دمشق فتح کیا گیا تو اس کے باشندوں میں سے بہت سے ہرقل کے پاس چلے گئے (اور وہ اس وقت انطاکیہ میں تھا)۔ اس وجہ سے خالی مکانوں کی کثرت ہو گئی اور مسلمان ان میں رہنے لگے۔

ایک جماعت کہتی ہے:۔ ابو عبیدہ باب الشرقی پر تھے اور خالد

عہ محمد بن عساکر کہتا ہے: یہ روایت ضعیف ہے۔ اخبار و آثار سے صحیح و ثابت یہی ہے کہ خالد دمشق میں باب الشرقی سے بزور؛ اور ابو عبیدہ باب الجابیہ سے بصلح داخل ہوئے (حاشیہ کتاب الفتوح، نسخۂ لیدن)

باب الجابیہ پر۔ مگر یہ غلط ہے۔

الواقدی کہتا ہے :۔ مدینۂ دمشق رجب ۱۴ھ میں فتح ہوا، لیکن خالد کی تحریر میں صلح کی تاریخ ربیع الآخر ۱۵ھ لکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خالد نے یہ تحریر تاریخ ثبت کئے بغیر لکھی تھی۔ جب مسلمان ان (فوجوں) کی جانب کوچ کرنے جمع ہوئے، جو ان کے لئے الیرموک میں جمع ہو رہی تھیں، تو (دمشق کا) اسقف خالد کے پاس آیا اور اس نے ان سے درخواست کی کہ اس تحریر کی تجدید کر کے ابو عبیدہ اور مسلمانوں سے اس پر شہادتیں کرادو! انھوں نے اس کی تجدید کردی اور اس پر ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و شرحبیل بن حسنہ وغیرہ کی شہادتیں کرادیں، اور اس پر وہی تاریخ لکھ دی جس تاریخ کو اس کی تجدید کی۔

(۱۲۴) مجھ سے القاسم بن سلام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابو مسہر نے کہا، اور ان سے سعید بن عبد العزیز التنوخی نے، کہ :۔ یزید دمشق میں باب الشرقی سے صلحاً داخل ہوئے۔ المقلاط پر دونوں کا میل ہوا اور سارا شہر صلحاً فتح کیا ہوا شمار کیا گیا۔

مجھ سے القاسم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابو مسہر نے کہا، ان سے یحیٰی بن حمزہ نے کہا، ان سے ابو مہلب الصنعانی نے، اور ان سے ابو الاشعث الصنعانی یا ابو عثمان الصنعانی نے، کہ :۔ ابو عبیدہ باب الجابیہ کا چار مہینے[1] محاصرہ کئے رہے۔

مجھ سے ابو عبیدہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے نعیم بن حماد نے کہا، ان سے ضمرہ بن ربیعہ نے، اور ان سے رجاء بن ابی سلمہ نے، کہ :۔ حسان بن مالک نے عجم اہل دمشق کے خلاف ایک کنیسہ کے معاملہ میں عمر بن عبد العزیز کے پاس مقدمہ پیش کیا، یہ کنیسہ امراء میں سے کسی نے انھیں جاگیر میں دیا تھا، عمر نے کہا: اگر یہ کنیسہ

---

[1] مورخ یعقوبی نے لکھا ہے: "ایک سال محاصرہ کئے رہے۔" (کتاب البلدان ص ۳۲۵۔)

اُن پندرہ کنیسوں میں سے ہے جو ان کے معاہدہ میں ہیں، تو اس پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔"

ضَمْرَہ، علی بن ابی حَمَّہ کے حوالہ سے کہتا ہے:۔ ہم اپنا ایک جھگڑا جو ہم اہلِ دِمشق سے ایک کنیسہ کے معاملہ میں تھا، اور جو دِمشق میں بنی نصر کو فلاں شخص نے بطور جاگیر دیا تھا، عمر بن عبد العزیز کے پاس لے گئے؛ عمر نے ہمیں اس سے بے دخل کر دیا، اور وہ کنیسہ نصاریٰ کو واپس دلوادیا۔ لیکن جب یزید بن عبد الملک والی (فرماں روا) ہوا تو اس نے وہ کنیسہ بنی نصر کو واپس دلوادیا۔

مجھ سے ابو عبیدہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ہشام بن عمّار نے کہا، ان سے الولید بن مسلم نے، اور ان سے الأوزاعی نے کہ:۔ الشام میں جزیہ ابتداءً ایک جریب اور ایک دینار فی کس مقرر کیا گیا تھا۔ پھر (حضرت) عمر بن الخطاب نے اہلِ زر پر چار دینار، اور اہلِ سیم پر چالیس درہم فی کس مقرر کیا؛ اور دولتمند کی دولت، مفلس کے افلاس، اور متوسط کے توسط کے مطابق ان کے طبقات مقرر کئے۔

ہشام کہتا ہے میں نے اپنے بڑے بوڑھوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ:۔ یہود ذمیوں کی حیثیت سے نصاریٰ کے ساتھ رہتے تھے اور ان کو خراج دیتے تھے، اس لئے وہ بھی ان کے ساتھ صلح میں داخل ہو گئے۔

بعض راوی کہتے ہیں:۔ خالد بن الولید نے اہلِ دِمشق سے جن باتوں پر صلح کی تھی ان میں سے ایک یہ تھی کہ ان میں سے ہر شخص جزیہ میں ایک دینار، ایک جریب گیہوں، سرکہ اور روغن زیت (مسلمانوں کی خوراکوں کے لئے۔) دیا کرے گا۔

ہم سے عَمرو الناقد نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن وَہْب المصری نے کہا، ان سے عمر بن محمد نے، ان سے نافع نے، اور ان سے (حضرت) عمر بن الخطاب کے آزاد کردہ غلام اَسْلَم نے، کہ:۔

(حضرت) عمر نے چھاؤنیوں کے افسروں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان سب پر جزیہ لگائیں جن کے استرا چل چکا ہو (یعنے جو بالغ ہو چکے ہوں): اہلِ سیم پر چالیس درہم، اور اہلِ زر پر چار دینار؛ اس کے علاوہ ان سے مسلمانوں کی خوراکوں کے لئے گیہوں اور تیل لینے کا حکم دیا، جنکی مقدار الشام و الجزیرہ میں ہر مسلمان کے لئے دو مدیٰ[1] گیہوں، اور تین قسط تیل ماہوار تھی۔ انھوں نے چربی اور شہد کی مقداریں بھی ان پہ مقرر کیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ان کی کیا مقداریں تھیں۔ اسی طرح مصر میں ہر مسلمان کے لئے ایک اِرْدَبّ[2] (گیہوں)، لباس، اور تین دن کی ضیافت مقرر کی۔

ہم سے حدیث بیان کی عَمْرو بن حمّاد بن اَبی حَنِیفَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مالک بن اَنَس نے، ان سے نافع نے، اور ان سے اَسلم نے، کہ۔۔ (حضرت) عمر نے اہلِ زر پر چار دینار اور اہلِ سیم پر چالیس درہم جزیہ مقرر کیا؛ اور اس کے ساتھ ان پر مسلمانوں کی خوراکیں، اور ان کی تین دن کی ضیافت لازم کی۔

مجھ سے مُصْعَب نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے مالک نے ان سے نافع نے، اور ان سے اَسلم نے؛ ایسی ہی روایت بیان کی۔

کہتے ہیں:۔۔ جب معاویہ بن ابی سفیان والی (= بادشاہ) ہوئے تو انھوں نے ارادہ کیا کہ کنیسۂ یوحنّا مسجدِ دمشق میں شامل کرلیں مگر نصاریٰ نے اس کے دینے سے انکار کیا، اور وہ اس سے باز رہے پھر عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانہ میں مسجد میں اضافہ کرنے کے لئے ان سے کنیسہ مانگا، اور اس کے معاوضہ میں انھیں مال دینا چاہا، لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا، اور اس کے دینے سے انکار کردیا۔ پھر الولید بن عبدالملک نے

---

[1] مُدی ایک پیمانہ ہے، جو الشام و مصر میں مستعمل ہے، اور یہ مُد سے الگ چیز ہے۔ ایک مدی ۱۹ صاع کا اور ایک قِسط نصف صاع کا، اور ایک صاع ہوتا ہے۔

[2] ایک اِرْدِب ۲۴ صاع (۱۲۸ پونڈ) کا ہوتا ہے۔ یہ اہلِ مصر کا پیمانہ ہے۔

اپنے زمانہ میں انھیں جمع کیا، اور ان کے سامنے بہت کثیر دولت اس غرض سے پیش کی کہ وہ کنیسہ اس کے حوالہ کر دیں، مگر وہ راضی نہیں ہوئے اور انھوں نے اس کے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس نے کہا "اگر تم نہیں دو گے تو میں اس کو مسمار کر دوں گا"۔ اس پر ان میں سے کسی نے کہا: اے امیر المومنین! کنیسہ منہدم کرنے والا پاگل ہو جائے گا اور اس پر آفت آئیگی"۔ اس بات نے اس کے آگ لگادی، اس نے کدال منگائی، اور اپنے ہاتھوں سے اس کی دیواروں کا کچھ حصہ منہدم کر دیا؛ اس وقت اس کے جسم پر زرد ریشم کی قبا تھی۔ اس کے بعد اس نے مزدور اور معمار جمع کئے اور انھوں نے اس کو منہدم کر کے مسجد میں داخل کر دیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو نصاریٰ نے ان سے اس سلوک کی شکایت کی جو الولید نے ان کے کنیسہ کے ساتھ کیا تھا، اس پر انھوں نے اپنے عامل کو یہ حکم لکھا کہ "مسجد میں جو اضافہ کیا گیا ہے وہ نصاریٰ کو واپس دے دیا جائے"۔ اہلِ دِمشق نے اس کو بُرا سمجھا، اور کہا: کیا ہم اپنی مسجد ڈھائیں؟ حال آں کہ ہم اس میں اذان دے چکے ہیں اور نماز پڑھ چکے ہیں! اور کیا بِیعہ واپس کیا جائے گا؟" اُن دنوں مسلمانوں میں فقہاء میں سے سلیمان بن حبیب المحاربی وغیرہ موجود تھے، وہ نصاریٰ کے پاس گئے، اور ان سے کہا: تمھیں وہ تمام کنیسہ واپس دیدیئے جائیں گے جو الغُوطہ کے عَنوۃً فتح کئے ہوئے علاقہ میں ہیں اور اس وقت مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں، بشرطیکہ تم کنیسۂ یوحنّا (۱۲۶ سے دست بردار ہو جاؤ، اور اس کا مطالبہ نہ کرو"۔ نصاریٰ نے اس کو پسند کیا، اور وہ سب اس پر راضی ہو گئے۔ پھر عمر بن عبدالعزیز کو اس کے متعلق لکھا گیا، انھیں اس سے بہت مسرت ہوئی اور انھوں نے اس کے نفاذ کا حکم دے دیا۔

مسجدِ دِمشق کی اس رَواق میں، جو قبلہ کی جانب ہے اور مأذَنہ (= اذان کے منارہ) سے متصل ہے، چھت کے قریب سنگِ رُخام (= مرمر) کا

سہ کنیسہ، عبادت گاہ، راہب خانہ۔

ایک کتابہ ہے، اس کی تعمیر کا حکم امیر المومنین الولید نے ۸۶ھ میں دیا تھا۔
میں نے ہشام بن عمار کو یہ کہتے سنا ہے کہ:۔ شہرِ دمشق کی فصیل مروان د بنی امیہ کے انقراض تک قائم رہی، اس کے بعد عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن العبّاس نے اس کو منہدم کر دیا۔
مجھ سے ابوحفص الدمشقی نے کہا، ان سے سعید بن عبدالعزیز نے، اور ان سے مسجدِ دمشق کے موذن وغیرہ نے، کہ:۔ مسلمان خالد کی آمد کے موقع پر بُصری پر جمع ہوئے، اور اس کو صلحاً فتح کر لیا۔ پھر کل ارضِ حوران میں پھیل گئے، اور اس پر غالب ہو گئے۔ اسی دوران میں صاحب اَذرِعات ان کے پاس آیا، اور اس نے ان سے درخواست کی کہ اس سے ویسی ہی صلح کر لی جائے جیسی صلح اہل بُصری سے کی گئی ہے اور البثنیۃ کی تمام زمینیں ارض خراج قرار دی جائیں، اور یہ بات قبول کر لی گئی۔ یزید بن ابی سفیان وہاں گئے، اور انھوں نے وہاں کے باشندوں سے معاہدہ کیا، اور اس طرح مسلمان کُور حَوران و البَثنیۃ پر متصرف ہو گئے۔
پھر وہ فلسطین و الاُردُن کی طرف گئے، اور اس حصہ پر حملہ آور ہوئے جو اب تک فتح نہیں ہوا تھا۔ یزید نے عمّان کی طرف کوچ کیا، اور اس کو بُصری جیسی صلح پر باسانی فتح کر لیا، اور ارضِ البلقاء پر غالب ہو گئے۔ جب ابوعبیدہ والی ہوئے، تو یہ پورا علاقہ فتح ہو چکا تھا؛ فوج کے امیر فتح دمشق کے دوران میں وہی تھے، لیکن صلح خالد نے کی تھی، اور ابوعبیدہ نے اس کی اجازت دی تھی۔
یزید بن ابی سفیان، ابوعبیدہ کی ولایت میں عَرَندَلؔ گئے، اور اس کو صلحاً فتح کر کے ارض الشَراۃ اور اس کے پہاڑوں پر غالب ہو گئے۔
راوی کہتا ہے سعید بن عبدالعزیز نے الوضین کے حوالہ سے بیان کیا کہ:۔ یزید مدینۂ دمشق کی فتح کے بعد صَیدَا، عِرقَہ، جُبَیل و بَیرُوت آئے، یہ سب سواحل ہیں؛ اُن کے مقدمہ پر ان کے بھائی

عہ مراصد میں عَرَندَل لکھا ہے۔

معاویہ تھے، انھوں نے آسانی سے یہ مقامات فتح کر لئے، اور ان کے باشندوں میں سے بہتوں کو جلا وطن کر دیا۔ عَرْقہ کی فتح کا کام معاویہ نے یزید کی ولایت میں خود اپنے ذمہ لیا۔ پھر رومی ان میں سے بعض سواحل پر (حضرت) عمر بن الخطاب کی آخر خلافت یا (حضرت) عثمان بن عفان کی ابتداء خلافت میں غالب ہو گئے، معاویہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کو فتح کر لیا، ان کے قلعوں کی مرمت کی، ان میں محافظ فوجیں رکھیں اور فوجیوں کو جاگیریں دیں۔

کہتے ہیں:— جب (حضرت) عثمان خلیفہ ہوئے اور معاویہ الشام کے والی ہوئے تو معاویہ نے سُفیان بن مُجیبُ الازدی کو اَطرابُلس کی طرف بھیجا، یہ تین شہروں کا مجموعہ تھا، سفیان نے اس سے چند میل کے فاصلہ پر ایک چراگاہ میں ایک قلعہ بنایا اور حِصن سُفیان اس کا نام رکھا؛ اور اہل شہر پر سمندر وغیرہ کی طرف سے رسد بند کر کے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب حصار سے ان پر سختی گزرنے لگی تو وہ تینوں قلعوں میں سے ایک قلعہ میں جمع ہو گئے اور ملک الروم سے مدد کے خواستگار ہوئے، اور اس کو لکھا کہ یا ہماری مدد کرو نہیں تو ہمیں جہاز بھیجو کہ ہم تمہارے پاس ان میں بھاگ آئیں"۔ اس نے ان کے پاس بہت سے جہاز بھیجدیئے جن میں وہ راتوں رات سوار ہو کر بھاگ گئے۔ جب دن نکلا تو سُفیان نے — اور وہ یہ کرتا تھا کہ راتیں اپنے قلعہ میں گزارتا اور مسلمانوں کو بھی اس میں محفوظ کر دیتا اور پھر دن نکلے (قلعہ سے نکلکر) دشمن پر حملہ کرتا تھا — دیکھا کہ وہ لوگ جس قلعہ میں جمع تھے وہ خالی ہے، وہ اس میں داخل ہو گیا اور معاویہ کو اس کی فتح کی اطلاع لکھدی، اور معاویہ نے یہود میں سے ایک بڑی جماعت یہاں آباد کر دی۔ یہ وہی قلعہ ہے جس میں آج کل بندرگاہ ہے۔ بعد میں عبدالملک نے اس کو بنوایا اور مستحکم کرایا۔

کہتے ہیں:— معاویہ ہر سال اَطرابلُس کی طرف فوج کی ایک مضبوط جماعت اس کی حفاظت کے لئے بھیجتے تھے اور اس پر ایک

عامل مقرر کرتے تھے۔ لیکن جب سمندر کا رستہ بند ہوجاتا تو فوج واپس ہوجاتی اور عامل ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ یہاں رہ جاتا تھا۔ ایک زمانہ تک یہاں کا انتظام اسی طریق پر جاری رہا حتےٰ کہ عبد الملک والی ہوا، اس کے زمانہ میں بطریقوں میں سے ایک بطریق جمعیتہ کثیر کے ساتھ یہاں آیا اور اس نے درخواست کی کہ مجھے یہاں رہنے کے لئے امان دیجائے میں خراج دوں گا" عبد الملک نے اس کی درخواست منظور کرلی، وہ دو برس یا دو برس سے زیادہ یہاں رہا اور جب فوج شہر سے واپس چلی گئی تو اس نے شہر پناہ کے دروازہ بند کر کے عامل کو قتل کر دیا اور فوج میں سے جو اس کے ساتھ تھے ان کو اور چند یہودیوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ ارض الروم لے گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اس پر سمندر میں قابو پالیا (اس وقت وہ بہت سے جہازوں کے ساتھ انہی کے ایک ساحل کی طرف جارہا تھا) اور اس کو قتل کر دیا؛ بعض کہتے ہیں: نہیں بلکہ گرفتار کر کے عبد الملک کے پاس بھیج دیا جہاں اس کو قتل کیا گیا اور سولی دی گئی۔

(۱۲۸) میں نے کسی کو یہ کہتے سنا ہے کہ:— عبد الملک نے کسی کو اس کی جانب بھیجا جس نے اَطرَابُلس میں اسے گھیر لیا، پھر جان کی امان دے کر اس کو گرفتار کیا اور عبد الملک کے پاس بھیجدیا، وہاں اسے قتل کیا گیا اور سولی دی گئی۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت بھاگ کر بلاد الروم چلی گئی۔

علی بن محمدؒ المدائنی کہتا ہے: مجھ سے عَتَّاب بن ابراہیم نے کہا:— اَطرَابُلس سُفیان بن مُجیب نے فتح کیا، پھر عبد الملک کے زمانہ میں اس کے باشندوں نے نقض کیا اور الولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ میں اس کو دوبارہ فتح کیا۔

مجھ سے ابو حفص الشامی نے کہا، ان سے سعید نے، اور ان سے اَلوَضِین نے، کہ:— یزید بن ابی سفیان نے معاویہ کو سواحل دِمشق کی طرف بھیجا، لیکن ان سواحل میں اَطرَابُلس شامل نہیں تھا کیونکہ انھیں

اس کی طمع نہیں تھی ۔ (معاویہ) ہر قلعہ پر دو دن یا چند دن ٹھیرتے، کہیں معمولی جنگ ہوتی اور کہیں تیر باری ہوتی اور اس کو فتح کر لیا جاتا۔

راوی کہتا ہے :۔ مسلمان جب کبھی کوئی میدانی یا ساحلی شہر فتح کرتے تو جتنی فوج اس میں مرتب کرنے کی ضرورت ہوتی اتنی فوج مرتب کر دیتے ، اور اگر کہیں دشمن کی طرف سے کوئی حادثہ پیش آتا تو اس کی جانب کمک بھیجتے تھے ۔ جب (حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے معاویہ کو سواحل کی تحصین و تشحین کا حکم دیا اور لکھا : جنھیں وہاں آباد رو انھیں جاگیریں دو ۔ اور انھوں نے یہی کیا۔

مجھ سے ابوحفص نے کہا اور ان سے سعید بن عبد العزیز نے، کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ :۔ معاویہ نے (حضرت) عمر بن الخطاب کو اپنے بھائی یزید کے مرنے کے بعد سواحل کے حالات لکھے، انھوں نے اس کے جواب میں (یزید کو) لکھا کہ "قلعوں کی مرمت کراؤ، ان میں فوجیں مرتب کرو، ان کے مناظر[ع] پر نگہبان مقرر کرو اور ان پر آگ روشن رکھنے کا انتظام کرو"۔ لیکن بحری جنگ کی اجازت نہیں دی۔ پھر معاویہ (حضرت) عثمان سے برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے
بحری جنگ کی اجازت دے دی اور یہ حکم دیا کہ خواہ تم خود حملہ کر دیا فوجوں ۹۱
کو حملہ کرنے بھیجو، لیکن بہرصورت سواحل پر ان فوجوں کے علاوہ جو وہاں مامور ہیں کچھ اور فوجیں طیار رکھو۔ اور مرتبین کو جاگیریں زمینیں دو اور باشندوں کے جلاء وطن ہو جانے کے باعث جو منازل خالی ہوں وہ انہی کو عطا کیا دو ۔ (تمام سواحل میں) مسجدیں بنواؤ اور جو مسجدیں میری خلافت سے قبل بن چکی ہیں ان کو وسیع کرو"۔

الوضین کہتا ہے : بعد میں لوگ ہر طرف سے سواحل کیطرف منتقل ہو گئے

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے کہا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے جعفر بن کلاب الکلابی نے، کہ :۔ (حضرت) عمر بن الخطاب

ع وہ منارہ جو ساحلوں پر یا ساحلی قلعوں میں دیدبانی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ نے عَلقمہ بن عُلاثہ بن عُوف بن الاَحوص بن جَعفر بن کلاب کو حُوران کا والی کیا اور ان کی ولایت معاویہ کی جانب سے قرار دی۔ اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ الحُطیئۃ العَبسی ان کی نسبت کہتا ہے ـــ وہ ان کے پاس جانے کو نکلا، لیکن اس کے پہنچنے سے قبل ان کا انتقال ہو گیا، مگر انھیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ وہ ان (سے ملنے) کے ارادہ سے رستہ میں ہے، چنانچہ انھوں نے اس کے حق میں اپنی اولاد کے حصوں کے برابر حصہ کے لئے وصیت کی:۔

فَمَا كَانَ بَيْنِي لَوْ لَقِيتُكَ سَالِماً وَبَيْنَ الْغِنَى إِلَّا لَيَالٍ قَلَائِلُ

(کاش، میں تم سے تمہاری زندگی ہی میں مل لیتا! مجھ میں اور دولت مندی میں صرف چند راتوں کا فصل رہ گیا تھا۔)

مجھ سے متعدد اہل العلم نے، جن میں ایک ہشام بن عَمّار کا پڑوسی بھی ہے، بیان کیا، کہ:ـــ ابوسفیان بن حَرب کے پاس جاہلیت میں، جبکہ وہ الشام سے تجارت کرتے تھے، البَلقاء میں قُبَش نام کی ایک جائداد تھی جو بعد میں معاویہ اور ان کی اولاد کے حصہ میں آئی؛ پھر یہ جائداد ابتداءِ دولت (عباسیہ) میں ضبط کر لی گئی اور امیرالمومنین المَہدی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند کو ملی اور پھر اہل الکوفہ میں سے تیلیوں کی ایک قوم کے پاس گئی جو بنی نُعَیم کے نام سے معروف تھی۔

ہم سے حدیث بیان کی عَبّاس بن ہشام نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:ـــ تَمیم بن اَوس، یکے از بنی الدّار بن ہانی بن حبیب، جو (قبیلہ) لَخم سے تھا اور ابو رُقَیّہ کنیت کرتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ اس کا بھائی نُعَیم بن اَوس بھی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو حِبرَی اور بَیت عَینُون و مسجد ابراہیم علیہ السلام جاگیر میں عطا فرمائے اور اس کا وثیقہ بھی انھیں لکھوا دیا۔ جب الشام فتح کیا گیا تو یہ (مقامات) ان دونوں کو دیدئے

گئے ۔ سلیمان بن عبد الملک جب ان جاگیروں سے گزرتا تو ان کی طرف رُخ بھی نہیں کرتا تھا ، وہ کہتا تھا: "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا نہ لگ جائے"۔

مجھ سے ہشام بن عمّار نے کہا کہ میں نے بڑے بوڑھوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ:— (حضرت) عمر بن الخطاب ارضِ دمشق میں الجابیہ جاتے وقت نصاریٰ کی ایک جماعت پر سے گزرے جو جذام میں مبتلا تھی اور اس کو دیکھ کر یہ حکم دیا کہ "ان لوگوں کو صدقات میں سے کچھ دیا جائے اور ان کے لئے مدد معاشیں جاری کی جائیں"۔

ہشام کہتا ہے میں نے الولید بن مسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ:— خالد بن الولید نے اُس دَیر کے ساکنوں سے، جو دیر خالد کے نام سے مشہور ہے، یہ شرط کی تھی کہ ان کے خراج میں تخفیف کر دی جائے گی، کیوں کہ انھوں نے ان کو وہ سیڑھی لاکر دی تھی جس پر وہ چڑھے تھے؛ اور ابوعبیدہ نے یہ شرط ان کے لئے نافذ کر دی۔

جب ابو عبیدہ مدینۂ دمشق کے معاملہ سے فارغ ہو کر حمص کی طرف جاتے ہوئے بعلبک پر سے گزرے تو یہاں کے باشندوں نے ان سے صلح و امان کی درخواست کی اور انھوں نے ان سے ان کی جان اور ان کے اموال اور ان کے کنیسوں کو امان دے کر صلح کرلی۔ اور ان کے لئے یہ لکھا:—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ امان نامہ فلاں بن فلاں کے لئے، اور اہل بعلبک — اس کے رومیوں اور اس کے فارسیوں اور اس کے عربوں — کے لئے ہے ۔ ان کے نفوس، ان کے اموال، ان کے کنیسہ اور ان کی محلسرایں — خواہ وہ داخل مدینہ میں ہوں یا اس کے باہر — اور ان کی چکیاں امان میں ہیں ۔ رومیوں کو اجازت ہے کہ وہ پندرہ میل کے اندر اپنے مواشی چرائیں اور

کسی قریۂ عامرہ (آباد گاؤں) میں ماہ ربیع وجمادی الاولیٰ گزرنے تک نہ اتریں؛ اس کے بعد جہاں چاہیں اتر سکتے ہیں۔ ان میں سے جو اسلام لائے گا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور اس پر وہی فرائض ہونگے جو ہم پر ہیں۔ ان کے تاجروں کو ان شہروں میں سفر کرنے کی اجازت ہے جن سے ہماری صلح ہو چکی ہے۔ ان میں سے جو اپنے مذہب پر قائم رہے گا اس پر جزیہ وخراج ہے۔ اس پر اللہ شاہد ہے اور اس کی شہادت کفایت کرتی ہے۔"

حِمص کا معاملہ

مجھ سے عَبّاس بن ہشام نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ابو مِخنَف نے، کہ:— جب ابوعبیدہ بن الجَرّاح دِمَشق کی مہم سے فارغ ہوئے تو انھوں نے خالد بن الولید اور مِلحان بن زَیّار الطّائی کو اپنے ہراول کے طور پر آگے بھیجدیا اور پھر خود روانہ ہوئے جب یہ لوگ حِمص پہنچے تو اس کے باشندوں نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، پھر صلح و امان کی درخواست کی ان سے ایک لاکھ ستر ہزار دینار پر صلح کر لی گئی۔

الواقدی وغیرہ کہتے ہیں:— اس اثناء میں کہ مسلمان مدینۂ دِمَشق کے دروازوں پر محاصرہ کئے ہوئے تھے، دشمن کے رسالہ کا ایک دستہ دفعتہً ان کے مقابلہ پر نمودار ہوا، مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس کے مقابلہ کو نکلی، بیت لِہیا و الثَّنِیّہ کے درمیان اس سے مٹھ بھیڑ ہوئی، وہ شکست کھا کر قارا[عہ] کے رستے حِمص کی طرف بھاگا، مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا حتیٰ کہ حِمص جا پہنچے، مگر جب یہاں پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ

عہ مراصد، ص ۳۷۰: قارۃ۔

وہ لوگ رستہ کاٹ کر کسی اور طرف کو نکل گئے ہیں۔ اہل حمص سراسیمہ و خوف زدہ تھے کیونکہ ہرقل بھاگ گیا تھا، اور انھیں مسلمانوں کی قوت جنگ اور ان کی شجاعت و فتحمندی کی خبریں پہنچ چکی تھیں۔ انھوں نے
(۱۳۱) اپنے تئیں ان کے ہاتھوں میں ڈال دیا اور طلب امان میں جلدی کی؛ مسلمانوں نے ان کو امان دی اور ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے؛ وہ (ان کے جانوروں کے لئے) چارہ اور (ان کے لئے) کھانا لائے؛ مسلمانوں نے الأرنط (الأرند۔؟) پر قیام کیا، یہ ایک دریا ہے جو بہتا ہوا انطاکیہ آتا ہے اور اس کے ساحل سے سمندر میں جا ملتا ہے۔ (اس مہم میں) مسلمانوں کے سردار السمط بن الاسود الکندی تھے۔

ابو عبیدہ نے معاملۂ دمشق سے فارغ ہو کر یزید بن ابی سفیان کو اپنا جانشین کیا اور بعلبک کے رستے حمص کی جانب روانہ ہو گئے، یہاں باب الرستن پر قیام کیا اور اہل حمص سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ انھیں ان کی جانوں اور ان کے اموال اور ان کی شہر پناہ اور ان کی چکیوں اور ان کے کنیسوں پر امان دیں گے۔ انھوں نے کنیسۂ یوحنّا کا چوتھا حصہ مسجد کے لئے مستثنیٰ کرا لیا، اور ان میں سے جو (اپنے مذہب پر) قائم رہیں، ان پر خراج لازم کر دیا۔

بعض راوی کہتے ہیں:— اہل حمص سے صلح کرنے والے السمط بن الاسود الکندی تھے اور ابو عبیدہ نے وہاں جانے کے بعد ان کی کتاب صلح پر، جو انھوں نے لکھی تھی، صرف دستخط کئے تھے۔ السمط نے حمص کو خط کھینچ کھینچ کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا حتیٰ کہ وہ ان (قطعات) میں اتر گئے، اور تمام خالی جگہوں میں جن کے مالک جلاوطن ہو گئے تھے یا متروک میدانوں میں ان کو آباد کیا۔

مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے کہا، اور ان سے سعید بن عبد العزیز نے، کہ:— ابو عبیدہ بن الجراح فتح دمشق کے بعد— یزید بن ابو سفیان کو دمشق پر اور عمرو بن العاصی کو فلسطین پر اور شرحبیل کو الأردن پر

اپنا قائم مقام کر کے حِمص آئے، اور یہاں کے باشندوں نے ان سے
ویسی ہی صلح کرلی جیسی (اہل) بَعْلَبَکّ نے کی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے
عُبادہ بن الصّامِت الانصاری کو حمص پر اپنا قائم مقام کیا اور خود حماۃ کی
طرف بڑھے، یہاں کے باشندہ اطاعت گزاروں کی طرح ان سے ملے،
اس لئے ان سے ان کے سروں پر جزیہ اور ان کی زمین پر خراج مقرر
کر کے صلح کرلی۔ اس کے بعد وہ شیزر پہنچے، یہاں کے باشندہ نیازمندانہ
ان کے استقبال کو نکلے، مُقلّسین[1] ان کے ساتھ تھے، اور اُسی پر
راضی ہو گئے جس پر اہل حَماۃ راضی ہوئے تھے۔ اس کے بعد ان کا
رسالہ الزَّرَّاعہ والقسطل تک جا پہنچا، اور خود وہ مَعَرّۃ حمص سے گزرے
جو نعمان بن بشیر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہاں کے باشندہ بھی دف
ہاتھوں میں لئے ہوئے نکلے۔ پھر وہ فامیہ آئے، یہاں کے باشندوں نے
بھی یہی کیا اور جزیہ و خراج پر اطاعت کرلی۔ اس طرح حمص کی مہم ختم
ہوگئی اور حمص و قنسّرین ایک ہو گئے۔

اَجناد کی وجہ تسمیہ میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں: مسلمانوں (۳۲)
نے فلسطین کا نام جُند اس لئے رکھا کہ یہ کُوَر کا مجموعہ تھا، اسی طرح دمشق
اسی طرح الاُرْدُن اور اسی طرح حمص مع قنّسرین۔ اور بعض کہتے ہیں:
ہر ایسا ناحیہ جس میں ایک جُند ہو اور اُس جُند کی اطماع[2] (= خوراکیں اور
تنخواہیں) اسی کی آمدنی سے دی جائیں جُند کہلاتا ہے۔

---

[1] مُقلّس = گانے اور دف بجانے والا۔ مطلب یہ ہے کہ قوم نے دف، اور غتار، اور مختلف اقسام لہو سے، اپنے حاکموں کا خیر مقدم کیا۔

[2] جُند = فوج، لشکر، فوجی قوت، رسالہ، وہ جماعت جو جنگ کے لئے طیار کی جائے؛ فوجی مرکز، چھاؤنی۔ ج = اجناد۔

جس طرح آج کل ملک کو مختلف فوجی اضلاع میں تقسیم کرکے ہر ضلع کو ایک چھاؤنی کے
تحت کر دیا جاتا ہے، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے ملکی و حربی ضروریات سے ملک کو مختلف

کہا گیا ہے کہ الجزیرہ قِنّسرین سے متعلق تھا۔ عبد الملک بن مروان نے اس کو الجزیرہ سے الگ کر کے مستقل جُند بنا دیا اور اس کی اطماع اسی کے خراج سے جاری کر دیں۔ اس کو مستقل جُند بنانے کی درخواست عبد الملک سے محمد بن مروان نے کی تھی جو اس نے منظور کر لی۔

قِنّسرین اور اس کے کُوَر حِمص میں اس وقت تک شامل رہے کہ یزید بن معاویہ کا زمانہ آیا اور اس نے قِنّسرین و انطاکیہ و منبج کو مع اس کی ذوات کے جُند بنا دیا۔ پھر جب امیر المومنین الرشید ہارون بن المہدی خلیفہ ہوا تو اس نے قِنّسرین کو اس کے کُوَر (اضلاع) سمیت ایک الگ جُند بنایا؛ اور منبج و دُلوک و رَعبان و قُورُس و انطاکیہ و تیزین کا ایک الگ جُند بنایا اور اس کا نام العواصم رکھا کیونکہ مسلمان حملوں سے واپس آنے اور سرحد سے نکلنے کے بعد ان میں پناہ لیتے ہیں اور یہ ان کو پناہ دیتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔

العواصم کا صدر مقام منبج تھا۔ یہاں عبد الملک بن صالح بن علی نے ۱۷۳ھ میں سکونت اختیار کی اور عمارتیں بنوائیں۔

مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے کہا، ان سے سعید بن عبد العزیز نے اور یہی روایت مجھ سے موسیٰ بن ابراہیم التنوخی نے بیان کی، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے مشائخ اہل حِمص نے، کہ:— ابو عبیدہ نے عُبادہ بن الصامت الانصاری کو حِمص پر اپنا قائم مقام کیا اور خود اللاذقیہ آئے، یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کی۔ یہاں ایک بہت بڑا دروازہ تھا جو بغیر اس کے نہیں کھلتا تھا کہ اسے لوگوں کی ایک جماعت کھولے، وہ یہ دیکھ کر کہ یہاں کامیابی مشکل ہے، لشکر کو شہر سے دور لے گئے اور اسے ایسے گڑھے کھودنے کا حکم دیا جن میں ایک آدمی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فوجی ضلاع میں تقسیم کیا تھا۔ یہ اضلاع جُند اس لئے کہلائے کہ ان میں فوجی قوتیں جمع کی گئی تھیں۔ یہ لفظ ان معنوں میں اولاً الشام والعراق میں، اور اسکے بعد الاندلس میں استعمال کیا گیا۔

اس کا گھوڑا اچھی طرح چھپ جائے۔ مسلمانوں نے گڑھے کھودنے میں بڑی کوشش کی، اور جب اس کام سے فارغ ہو چکے تو روز روشن میں حمص کی جانب اپنا واپس جانا ظاہر کیا اور جب رات ان پر چھاگئی تو اپنی چھاؤنی اور اپنی خندقوں کی طرف واپس آگئے اور اہل اللاذقیۃ دھوکہ میں یہ سمجھتے رہے کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں؛ جب دن نکلا تو انھوں نے اپنا دروازہ کھولا، اور اپنے مواشی لے کر نکلے؛ مسلمان دفعتہً نمودار ہوئے، وہ ان کو دیکھکر دہل گئے، مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے، اور دروازہ سے شہر میں داخل ہوگئے اور اس کو بزور فتح کرلیا۔

عُبَادہ قلعہ میں داخل ہوئے، اس کی دیوار پر چڑھے، اور اسی پر سے تکبیر کہی؛ نصاریٰ اللاذقیۃ میں سے ایک قوم الیُسَیْد کی طرف بھاگ گئی، پھر ان لوگوں نے اس پر امان چاہی کہ انھیں ان کی زمین کی طرف واپس آنے دیا جائے؛ پس زمین ادائے خراج پر قلت وکثرت سے قطع نظر کرکے ان کے حوالہ کردی گئی، اور ان کا کنیسہ ان کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ مسلمانوں نے اللاذقیۃ میں عُبَادہ کے حکم سے ایک مسجد جامع بنائی جو بعد میں وسیع کی گئی۔

رومیوں نے سمندر میں ساحل اللاذقیۃ پر تاخت کی اور اس کا مدینہ منہدم کردیا اور اس کے باشندوں کو لونڈی غلام بنالیا؛ یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں ۱۰۰ھ میں ہوا۔ عمر نے اس کی تعمیر وتحصین کا حکم دیا، اور طاغیۃ ؏ کے پاس ان مسلمانوں کا فدیہ بھیجا جن کو اس نے گرفتار کیا تھا؛ لیکن یہ کام انجام نہیں پایا تھا کہ وہ ۱۰۱ھ میں وفات پاگئے۔ ان کے بعد یزید بن عبدالملک نے شہر کی تعمیر مکمل کرائی اور اس میں محافظ فوج متعین کی۔

؏ سرکش — یعنی قیصر۔ عرب مورخ یہ لفظ عموماً قیصر روم کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کبھی صرف طاغیہ کہتے ہیں اور کبھی طاغیۃ الروم، یعنی رومی سرکش۔

مجھ سے اہل اللاذِقیۃ میں سے ایک نے کہا کہ :۔ عمر بن عبدالعزیز وفات پانے سے قبل شہر اللاذِقیۃ کی تعمیر و تحصین کا کام ختم کرا چکے تھے ؛ یزید بن عبدالملک نے صرف اس کی مرمت کرائی تھی اور اس کی محافظ فوج میں اضافہ کیا تھا ۔

مجھ سے ابوحفص الدِمَشقی نے کہا ، اور انھوں نے کہا مجھ سے سعید بن عبدالعزیز و سعید بن سلیمان الحِمصی نے ، کہ :۔ عُبادہ اور مسلمان سواحل پہنچے اور بَلدہ نام کا ایک مدینہ بزور فتح کیا ، یہ جَبلہ سے دو فرسخ پر تھا ، پھر اس کو ویران کر دیا گیا ، اور اس کے باشندہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے ۔ پھر معاویہ بن ابی سفیان نے جَبَلہ آباد کیا اور اس میں محافظ فوج رکھی ؛ یہ رومیوں کا قلعہ تھا جو انھوں نے اُس وقت خالی کر دیا تھا جب مسلمانوں نے حِمص فتح کیا ۔

مجھ سے سفیان بن محمدؐ البَہرانی نے اپنے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے بیان کیا ، کہ :۔ معاویہ نے جَبَلہ میں قدیم رومی قلعہ کے باہر ایک قلعہ بنوایا ؛ رومی قلعہ میں راہب رہتے تھے ، یہ ایک قوم تھی جس نے اپنے تئیں اپنے دین کے لئے وقف کر دیا تھا ۔

مجھ سے سفیان بن محمدؐ نے کہا ، انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد اور میرے بزرگوں نے کہا :۔ عُبادہ اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے أَنطرطوس فتح کیا ، یہ ایک قلعہ تھا ؛ جب اس کے باشندہ اس کو خالی کر کے چلے گئے تو معاویہ نے أَنطَرطُوس تعمیر کرا کے آباد کیا ، اور جو یہاں آباد ہوئے انھیں جاگیریں دیں ؛ اور یہی انھوں نے مَرَقیۃ و بَلَیناس میں کیا ۔

(۱۳۴) مجھ سے ابوحفص الدِمَشقی نے اپنے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے بیان کیا ، کہ :۔ ابوعبیدہ نے اللاذِقیۃ و جَبَلہ و أَنطرطوس ، عُبادہ بن الصَامِت کے ہاتھ پر فتح کئے ۔ وہ یہاں سمندر کا رستہ بند ہونے تک محافظ فوج رکھتے تھے ۔ جب معاویہ نے سواحل میں محافظ فوجیں متعین کیں

اوران کو قلعہ بند کیا تو ان میں بھی محافظ فوجیں رکھیں اور ان کو قلعہ بند کیا اور ان کے معاملات کا وہی انتظام کیا جو سواحل کا کیا تھا۔

مجھ سے اہل حِمْص میں سے ایک بڈھے نے کہا، کہ :۔ سَلَمِیَۃ کے قریب ایک مدینہ تھا جس کو المؤتَفِکۃ کہتے تھے، ایک دفعہ (زلزلہ سے) اس کا تختہ الٹا اور اس کے باشندوں میں سے سو نفوس کے سوا کوئی سلامت نہیں رہا؛ انھوں نے اسکے قریب سو منازل بنائیں اور ان میں آباد ہو گئے، اس وجہ سے اس جگہ کا نام، جہاں انھوں نے اپنی منازل بنائی تھیں، سلم مائۃ (= سو کی سلامتی) پڑ گیا۔ بعد میں لوگوں نے اس نام میں تغیر کیا اور اس کو سَلَمِیَۃ کہنے لگے۔ پھر صالح بن علی بن عبداللہ بن عبّاس نے اس کو لے لیا اور اس نے اور اس کی اولاد نے اس کو بنوایا اور اسکے گرداگرد فصیل بنوائی اور اسکی اولاد میں سے یہاں ایک قوم آباد ہو گئی۔ لیکن ابن سَہم الانطالی کہتا ہے کہ سَلَمِیَۃ قدیم رومی نام ہے۔

مجھ سے محمدؐ بن مُصَفّی الحِمْصی نے کہا، کہ :۔ مروان بن محمدؐ نے حِمص کی فصیل اس وجہ سے منہدم کرا دی کہ جب وہ اہل خراسان سے بھاگ کر یہاں سے گزر رہا تھا تو یہاں کے باشندوں نے اس کی مخالفت کی تھی اور اس کے مال اور اسلحہ کا ایک حصہ لوٹ لیا تھا۔

مدینۂ حِمص میں پتھر کا فرش تھا۔ احمد بن محمدؐ بن اسحاق المعتصم باللہ کے زمانہ میں یہاں کے باشندوں نے اپنے عامل الفضل بن قارن الطّبَری برادر مائزدیار بن قارن کے خلاف شورش برپا کی، اس نے اس فرش کے توڑنے کا حکم دیا اور وہ توڑ دیا گیا! انھوں نے سرکشی کی اور فرش دوبارہ بنوا لیا، اور اس سے لڑے اور اس پر غالب ہوئے، اس کا مال لوٹ لیا، اس کی عورتوں پر قبضہ کر لیا، اور اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ احمد بن محمدؐ نے ان کی سرکوبی کے لئے موسیٰ بن بُغاء الکبیر غلام آزاد کردہ امیرالمومنین المعتصم باللہ کو بھیجا، ان لوگوں نے اس سے بھی جنگ کی۔ شہر کے یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت نے

ان کا ساتھ دیا؛ موسیٰ نے ان میں سے بہتوں کو قتل کیا، جو باقی بچے بھاگ کر مدینہ میں آئے اور وہ (یعنی موسیٰ مدینہ میں) بزور داخل ہوگیا یہ واقعہ ۲۵۰ھ کا ہے۔

حمص میں اناج کا ایک انبارخانہ (ہرُی) تھا جس میں سواحل اور دوسرے مقامات سے گیہوں اور تیل لایا جاتا تھا۔ اہل حمص کے لئے اس میں سے حصہ مقرر تھے اور ان حصوں کے لئے ان کے حق میں نوشتہ تھے اور سجلات (= کتابچوں، رجسٹروں) میں ان کا اندراج تھا۔

الیرموک کا دن

کہتے ہیں :۔ ہرقل نے ایک جماعت کثیر رومیوں اور اہل الشام۔ واہل الجزیرہ و ارمینیۃ میں سے فراہم کی جس کی تعداد تقریباً دو لاکھ[1] تھی اور اپنے خاص آدمیوں میں سے ایک کو اس فوج کا والی (= سرلشکر) کیا اور اس کے مقدمہ پر جبلہ بن الایہم الغسانی کو بھیجا، جس کے ساتھ الشام کے مستعربہ میں سے لخم و جذام وغیرہ بھی تھے؛ اسنے مسلمانوں سے جنگ کا عزم کر لیا تھا (اور یہ فیصلہ کر لیا تھا) کہ اگر فتح حاصل ہوگئی تو خیر ورنہ وہ بلادِ الروم چلا جائے گا اور قسطنطینیۃ میں رہے گا۔ مسلمان بھی ان کے مقابلہ کو جمع ہوئے رومی ان کی طرف پلٹے، الیرموک میں، جو ایک ندی ہے، نہایت شدید و خونریز جنگ ہوئی؛ مسلمانوں کی تعداد کل چوبیس[2] ہزار تھی۔ رومیوں اور انکے ساتھیوں نے اس دن اپنے تئیں زنجیروں سے باندھ لیا تھا تاکہ ان کے دل بھاگنے پر نہ للچائیں؛ مگر اللہ نے ان میں سے تقریباً ستر[3] ہزار کو تہ تیغ کیا، بقیۃ السیف

---

[1] ابن الاثیر کی روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

[2] ابن الاثیر نے ۵۰ ہزار، اور الازدی نے ۳۰ ہزار تعداد لکھی ہے۔

[3] ابن جریر الطبری کی روایت میں ہے کہ رومی مقتولین جنگ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

بھاگ نکلے، اور فِلَسطِین و اَنطَاکِیہ وحَلَب و الجزیرہ واَرمِینِیَۃ چلے گئے۔

الیَرمُوک کے دن بعض مسلمان عورتوں نے خوب جنگ کی، ہند بنت عُتْبَہ ام معاویہ بن ابی سفیان پکارتی تھی: عَضِّدُوا الغُلْفَانَ بسُیُوفِکُم (غیر مختونوں کو اپنی تلواروں سے کاٹ پھینکو) اس کا شوہر ابوسفیان بحیثیت مُطَوَّعؑ الشام آیا تھا اور اس نے چاہا تھا کہ لگے ہاتوں اپنی اولاد کو بھی دیکھ لے۔ وہ اپنے ساتھ اپنی بیوی ہِنْد کو بھی لایا تھا۔ اس کے بعد وہ المدینہ آیا اور ۳۱ھ میں یہیں فوت ہوا، اس وقت اس کی عمر ۸۸ برس کی تھی۔ بعض کہتے ہیں وہ الشام ہی میں مرا۔ جب اس کی بیٹی اُمِّ حَبِیبَہ کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے تیسرے دن زرد رنگ منگا کر اپنی باہوں اور اپنی عارض پر ملا اور کہا: میں اس سے بے نیاز تھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، کہ کوئی عورت، اپنے شوہر کے سوا، کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے۔" بعض کہتے ہیں: یہ اس نے اپنے بھائی یزید کے مرنے کی خبر سننے کے بعد کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابوسفیان بن حرب کانا تھا، الطائف کی جنگ میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔

کہتے ہیں:۔ الیَرموک کے دن الاَشْعَث بن قیس کی آنکھ، اور ہاشم بن عُتْبَہ بن ابی وَقَّاص الزُّہرِی (جو المِرْقَال کہلاتے ہیں۔ؑ) کی آنکھ، اور قیس بن مَکْشُوح کی آنکھ ضائع ہوی تھی۔

عامر بن ابی وقاص الزُّہری (اسی جنگ میں) شہید ہوئے۔ یا یہ (حضرت) عمر بن الخطاب کی طرف سے ابو عبیدہ کے پاس الشام کی ولایت کا

ؑ مُطَوَّع۔ رضاکار، وہ لوگ جو اعدا اسلام کے خلاف جہاد میں اپنے فرایض سے بڑھکر حصہ لیتے تھے، یعنی وہ کام کرتے تھے جو ان پر لازم نہیں تھا؛ خواہ وہ طامع ہوں یا محتسب۔

اسلامی فوج کی دو قسمیں تھیں: ایک اہل الدیوان، دوسرے مُطَوِّعہ۔ اہل الدیوان حکومت کے باقاعدہ ملازم ہوتے تھے اور مُطَوِّعہ ملازم نہیں ہوتے تھے لیکن جب ضرورت ہوتی جہاد کی نفیر ہوتے ہی برضا و رغبت لام پر جانے کے لیے حاضر ہو جاتے اور جب تک لام پر رہتے تنخواہ پاتے تھے۔ انکو مثل اہل الدیوان کے اسلحہ اور سواری سرکار سے ملتی تھی۔

پروانہ لے کر آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں: انھوں نے طاعون میں وفات پائی؛ اور بعض کہتے ہیں: یہ اِجنادین کے دن شہید ہوئے؛ لیکن یہ ثابت نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے:- ابو عبیدہ نے حبیب بن مَسْلَمَہ الفِہری کو تعاقب کرنے والے رسالہ پر مقرر کیا، اور انھوں نے جوان کے ہاتھ لگا اس کو تہِ تیغ کیا۔ جَبَلَہ بن الاَیہم انصار کے پاس آیا، اور اس نے ان سے کہا: "تم ہمارے بھائی اور ہمارے باپ کے بیٹے ہو" اور ان پر اپنا اسلام ظاہر کیا۔ جب (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۱۷ھ میں الشام آئے، تو جَبَلہ نے مُزَینَہ کے ایک شخص سے جھگڑا کیا۔ اور اسکی آنکھ پھوڑ دی؛ (حضرت) عمر نے قصاص کا حکم دیا، جَبَلہ نے کہا: کیا میری آنکھ اور اس کی آنکھ برابر ہے؟ خدا کی قسم، میں ایسے شہر میں ہرگز نہیں رہوں گا جس میں مجھ پر کوئی بالادست قوت ہو" اور مرتد ہو کر بلاد الروم چلا گیا۔ جَبَلہ الحارث بن ابی شِمْر کے بعد غسّان کا بادشاہ ہوا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جَبَلہ (حضرت) عمر بن الخطاب کے پاس بحالت نصرانیت آیا تھا، (حضرت) عمر نے اس کو اسلام اور ادائے صَدَقہ کی دعوت دی، اس نے انکار کیا، اور کہا: "میں اپنے دین پر قائم رہونگا اور صَدَقہ دوں گا" (حضرت) عمر نے کہا: "اگر تو اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو جِزیہ دے" اس پر اس نے ناک چڑھائی۔ (حضرت) عمر نے کہا: "ہمارے پاس تیرے لئے تین (باتوں) میں سے ایک کے سوا کچھ نہیں ہے: اسلام یا جِزیہ، اور یا یہ، کہ جہاں تیرا جی چاہے تو چلا جا" چنانچہ وہ تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ بلاد الروم چلا گیا، (حضرت) عمر کو جب یہ خبر ہوئی تو نادم ہوئے، عُبادہ بن الصّامت نے انھیں ملامت کی، اور کہا: اگر آپ اس سے صَدَقہ لینا قبول کر لیتے، اور پھر اس کی تالیفِ (قلب) کرتے تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتا"

پھر جب ۲۰ھ میں (حضرت) عمر نے عُمیرؓ بن سَعد الانصاری کو بلاد الروم کی طرف جیشِ عظیم کے ساتھ بھیجا اور انھیں الصّائفہ کا والی کیا، اور یہ اولین الصّائفہ[1] تھی، تو انھیں حکم دیا کہ جَبَلَہ بن الاَیہَم سے بہ تلطف پیش آنا، اور اسے باہمی قرابت کا پاس دلا کر بلادِ اسلام کی طرف آنے کی دعوت دینا، اور کہنا کہ "جو صَدَقہ تم نے دینے کو کہا تھا وہی دو اور اپنے دین پر قائم رہو۔" عُمیرؓ روانہ ہو کر بلاد الروم میں داخل ہوئے، اور (حضرت) عمر نے جَبَلَہ سے جو کچھ کہنے کا حکم دیا تھا اس سے کہا؛ اس نے ان کی بات رد کر دی، اور اِسی پر قائم رہا کہ بلاد الروم ہی میں رہیگا۔

(۱۴۷) اس کے بعد عُمیرؓ ایک مقام پر پہنچے جسے 'الحمار' کہتے تھے، یہ ایک وادی تھی؛ وہ اس کے باشندوں پر ٹوٹ پڑے، اور اس کو اتنا خراب و برباد کیا کہ یہ کہاوت چل پڑی: اَخرَبُ مِنْ جَوْفِ حِمَارٍ (یعنے جوفِ حمار سے بھی زیادہ ویران)۔

کہتے ہیں:- جب ہِرَقْل کو اہلِ الیَرمُوک کی خبر ہوئی، اور اس کی فوج پر مسلمانوں کے ہاتھوں جو کچھ گزری تھی اس کا احوال اس نے سنا تو اَنطاکیہ سے قُسْطَنْطِینِیَّۃ بھاگ گیا، اور الدَّرب[2] سے گزرتے ہوئے اس نے (ارض الشام سے) خطاب کیا: اے سُوریہ تجھ پر سلام۔ دشمن کے لئے یہ کیسا اچھا ملک ہے!" اس سے اس کی مراد مرغزاروں کی کثرت کی وجہ سے ارضِ الشام سے تھی۔

واقعۂ الیَرمُوک رجب ۱۵ھ میں ہوا۔

ہِشام بن الکلبی کہتا ہے:- الیَرمُوک میں حُبَاش بن قَیس القُشَیری

---

[1] عربوں کے غزوات فصلوں اور موسموں کے لحاظ سے معین ہوتے تھے۔ سرد ملکوں پر گرمیوں میں، گرم ملکوں پر جاڑوں میں اور معتدل ملکوں پر بہار میں حملہ کیا جاتا تھا۔ گرمائی مہموں کو الصوائف، سرمائی مہموں کو الشواتی، اور بہار کی مہموں کو الربیعی کہتے ہیں۔ متقدمین مغربی مہمات کو بالعموم الصوائف سے تعبیر کرتے ہیں۔ گرمائی مہمیں بھی دو طرح کی تھیں، ایک شروعِ موسم کی مہمیں، ان کو الصائفۃ الیمنی کہتے تھے؛ دوسری آخرِ موسم کی مہمیں، ان کو الصائفۃ الیسری کہتے تھے۔

[2] الدرب سے مراد یہاں وہ رستہ ہے جو کوہ طوروس میں سے روم کی طرف جاتا تھا۔

شریک تھے، انھوں نے عُلُوج (= گبروں) میں سے بہتوں کو قتل کیا، (ان کی سرگرمی کا یہ عالم تھا کہ) ان کی ٹانگ کٹ گئی مگر انھیں خبر نہ ہوئی پھر وہ اپنی ٹانگ ڈھونڈنے لگے؛ سَوَّار بن اَوْفیٰ کہتا ہے:

وَمِنَّا ابْنُ عَتَّابٍ وَنَاشِدُ رِجْلِهِ   وَمِنَّا الَّذِي أَدَّى إِلَى الْحَيِّ حَاجِبَا

(اور ہمیں میں سے ابن عتّاب ہے جس نے اپنی ٹانگ ڈھونڈی تھی؛ اور ہمیں میں سے وہ ہے جس نے قبیلہ کی نگہبانی کی تھی)

یعنی ذوالرُّقَیبہ

مجھ سے ابو حَفْصُ الدِّمَشْقی نے کہا، اور انھوں نے کہا ہم سے سعید بن عبدالعزیز نے، کہ جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ (ہِرَقْل نے) فوجیں جمع کی ہیں جو الیَرْمُوک کی جنگ کے لئے ان کی طرف بڑھ رہی ہیں تو انھوں نے اہلِ حِمْص کو وہ سارا خراج واپس کر دیا جو ان سے لیا تھا، اور کہا: "ہم دوسرے مشاغل کے باعث تمہاری نصرت و حفاظت سے معذور ہو گئے ہیں، اب تم جانو اور تمہارا کام۔" اس پر اہلِ حِمْص نے کہا: "ہمیں تمہاری حکومت اور تمہارا عدل اس ظلم و جور سے بہت زیادہ محبوب ہے جس میں ہم تمہارے آنے سے قبل مبتلا تھے؛ ہم ہِرَقْل کی فوج کی مدافعت کریں گے، اور تمہارے عامل کے ساتھ مل کر شہر کی حفاظت کریں گے۔" اور یہود نے کہا: "توراۃ کی قسم، ہِرَقْل کا عامل حِمْص میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ہمیں مغلوب نہ کر لے اور ہماری تمام کوشش ضائع نہ ہو جائیں۔" پھر انھوں نے شہر کے دروازہ بند کر لئے اور ان کی حفاظت کرنے لگے۔ اور یہی ان شہروں کے یہود و نصاریٰ نے بھی کیا جن سے صلح ہو چکی تھی؛ انھوں نے کہا: "اگر رومی اور ان کے ساتھی مسلمانوں پر غالب ہو گئے تو ہماری جو حالت تھی وہی پھر ہو جائے گی؛ اور اگر ایسا نہ ہوا تو جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے ہم اسی حالت پر رہیں گے۔" پھر جب اللہ نے کافروں کو ہزیمت دی اور مسلمانوں کو غالب کیا تو انھوں نے اپنے شہروں کے دروازہ کھول دئے

اور مُقَلِّسین (= گانے بجانے والوں) کو ساتھ لے کے نکلے، جشن منایا، اور خراج ادا کیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ جُند قِنَّسرِین و انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس کو فتح کیا۔

مجھ سے العبّاس بن ہشام الکلبی نے اپنے والد کے حوالہ سے کہا اور انھوں نے اپنے دادا کے حوالہ سے، کہ :- السِّمْط بن الأسْوَد الکِنْدِی (۱۳۸) نے الشام اور حِمص، اور خاصکر الیرموک میں خوب داد شجاعت دی حِمص کی منازل اس کے باشندوں کے درمیان انہی نے تقسیم کی تھیں۔ ان کا بیٹا شُرَحبِیل بن السمط الکوفہ میں تھا اور الاَشعث بن قَیس الکِندی کے مقابلہ میں سرداری کے لئے جھگڑ رہا تھا؛ السمط (حضرت) عمر کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ لونڈی غلاموں کو جدا نہیں کرتے مگر آپ نے مجھے اور میرے بیٹے کو جدا کر رکھا ہے، یا اُسے الشام منتقل کیجئے یا مجھے الکوفہ بھیجئے"۔ انھوں نے کہا: "میں اسی کو الشام کی طرف منتقل کئے دیتا ہوں"؛ چنانچہ وہ حِمص میں اپنے باپ کے پاس آ گیا۔

فِلَسْطِین

مجھ سے ابو حَفْصُ الدِّمَشْقی نے کہا، ان سے سعید بن عبدالعزیز نے، ان سے ان کے بڑے بوڑھوں نے، ان سے بَقِیَّہ بن الوَلید نے، اور ان سے مشائخ اہلِ الاسلام نے، کہ:- رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کے وقائع میں پہلا واقعہ (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ارض فِلَسْطِین میں ہوا۔ مسلمانوں کے سردار عَمرو بن العاصی تھے، عَمرو بن العاصی نے (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غَزّہ اور پھر سَبَسْطِیَہ و نابُلُس (اس قرار داد) پر فتح کیے کہ وہ ان کے باشندوں کی جان، ان کے اموال، اور ان کی منازل کو امان دیں گے؛ اور یہ کہ ان کی گردنوں پر جزیہ، اور ان کی زمین پر خراج ہوگا۔ اس کے بعد شہر لُدّ اور اس کی زمین فتح کی۔ پھر یُبْنیٰ و عَمْواس و بَیْت جَبْرِین فتح کیے، اور یہاں عَجْلان نامی ایک جائداد اپنے ایک آزاد کردہ غلام کے نام سے حاصل کی۔ پھر انہی نے یافا فتح کیا، مگر بعض کہتے ہیں: اس کو معاویہ نے فتح کیا تھا۔ عَمرو نے ایسی ہی شرائط پر (جیسی شرائط پر نابُلُس فتح کیا تھا) رَفَح فتح کیا۔ ابو عُبَیدہ قِنَّسْرِین اور اس کے مضافات

عہ ابوالفداء نے سمریہ لکھا ہے ج ۱، ص ۱۶۰۔

فتح کر کے سنہ ۱۶ھ میں ان سے آملے، یہ اس وقت اِیلیَا کا محاصرہ کئے ہوئے تھے؛ اِیلیا شہر بیت المقدس کا نام ہے۔ کہتے ہیں: (ابو عبیدہ نے عَمرو کو) اِیلیا سے اَنطاکیہ کی طرف بھیجا، جہاں کے باشندوں نے غدر کیا تھا، انھوں نے اس کو فتح کیا اور (ابو عبیدہ کے پاس) واپس آگئے؛ اس کے دو تین دن بعد اہلِ اِیلیَا نے ابو عبیدہ سے اُنھی شرائط پر امان و صلح کی درخواست کی جن شرائط پر الشام کے دوسرے شہروں کے باشندوں
(۱۳۹) سے صلح کی گئی تھی؛ یعنے ادائے جزیہ و خراج اور ویسا ہی برتاؤ جیسا کہ ہم چشموں کے ساتھ کیا گیا، بشرطیکہ ان سے عہد و پیمان کرنے والے خود عُمر بن الخطاب ہوں۔ ابو عبیدہ نے (حضرت) عمر کو اس کی اطلاع دی؛ وہ آگئے، اور دِمَشق میں الجَابِیہ پر اترے، پھر اِیلیا پہنچے، اس کے باشندوں کے لئے صلح نافذ کی، اور انھیں اس امر کی تحریر دی۔ اِیلیا سنہ ۱۷ھ میں فتح ہوا۔

فتحِ اِیلیا کے باب میں ایک روایت یہ بھی ہے: مجھ سے القاسم بن سَلّام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن صالح نے کہا، ان سے اللیث بن سَعد نے، اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ:— (حضرت) عمر بن الخطاب نے خالد بن ثابت الفَہمی کو فوج کیساتھ بیت المقدس بھیجا، وہ اُن دنوں الجَابِیہ میں تھے، انھوں نے اس کے باشندوں سے جنگ کی حتیٰ کہ وہ اس پر راضی ہوگئے کہ وہ ان تمام اموال کے عوض جو قلعہ کے اندر ہیں کچھ خراج دیں گے، اور قلعے کے باہر جو کچھ ہے وہ کلیتہً مسلمانوں کا ہوگا۔ (حضرت) عمر نے اس کی اجازت دیدی اور المدینہ واپس چلے گئے۔

مجھ سے ہشام بن عَمّار نے کہا، اِن سے الولید نے، اور ان سے الاَوزاعی نے کہ:— ابو عبیدہ نے قِنَّسرِین، اور اس کے کُور سنہ ۱۶ھ میں فتح کئے۔ پھر فِلَسطِین آئے، اور اِیلیا پر خیمہ زن ہوئے؛ اس کے باشندوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ ان سے صلح کرلیں، اور انھوں نے سنہ ۱۷ھ میں ان سے اس پر صلح کرلی، کہ خود عمر رحمہ اللہ آئیں گے،

اور صلح نافذ کریں گے، اور ان کے لئے صلح نامہ لکھیں گے۔

مجھ سے ہِشام بن عَمّار نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الولید بن مسلم نے کہا، ان سے ہَیثم بن عَطِیّہ نے، اور ان سے عبد اللہ بن قیس نے، کہ وہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو (حضرت) عمر سے ابو عبیدہ کے ساتھ اس وقت ملے تھے جب وہ الشام آئے تھے، (حضرت) عمر گزر رہے تھے کہ اہلِ اَذْرِعات میں سے مُقَلِّسِین ہاتھوں میں تلواریں اور مینڈھی لئے ہوئے ملے؛ (حضرت) عمر نے کہا: انھیں (اس سے) روکو۔" ابو عبیدہ نے کہا: "اے امیر المومنین! یہ ان کی سنت ہے، (یا ایسا ہی کوئی کلمہ کہا۔ مم) اگر آپ انھیں اس سے منع کریں گے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے آپ کے دل میں اس سے نقض کا ارادہ ہے"، کہا: "اچھا نہ روکو۔"

راوی کہتا ہے: ۱۸ھ میں طاعونِ عمواس ہوا جس میں بہت سے مسلمانوں نے وفات پائی؛ انھی میں ابو عبیدہ بن الجراح تھے، ان کی عمر اس وقت ۵۸ برس کی تھی، یہ مسلمانوں کے امیر تھے۔ اور مَعاذ بن جبل نے وفات پائی، یہ الخزرج کے قبیلۂ بنی سَلِمہ میں سے تھے، ابو عبدالرحمٰن کنیت کرتے تھے، اور اس وقت الاُردُن کے ناحیۂ الاُقحُوانہ میں تھے، اور ۳۸ برس کے تھے؛ ابو عبیدہ نے اپنی وفات کے وقت انہی کو اپنا قائم مقام کیا، اور بعض کہتے ہیں: عیاض بن غَنْم الفہری کو قائم مقام کیا، اور بعض کہتے ہیں: عمرو بن العاص کو قائم مقام کیا، اور انھوں نے اپنے بیٹے (عبد اللہ) کو اپنا جانشیں کر کے (۱۴۰) مصر کی طرف کوچ کیا۔ (اسی طاعون میں) الفضل بن العباس بن عبد المطلب فوت ہوئے، یہ ابو محمد کنیت کرتے تھے، لیکن ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ اَجْنادِین کے دن شہید ہوئے، مگر ثابت یہی ہے کہ یہ طاعونِ عمواس میں فوت ہوئے۔ اور شُرَحبیل بن حَسَنَہ فوت ہوئے، یہ ابو عبد اللہ کنیت کرتے تھے، ان کی عمر ۶۹ برس کی تھی۔ اور سُہَیل بن عمرو از بنی عامر بن لؤیّ فوت ہوئے، یہ ابو یزید کنیت کرتے تھے۔ اور الحارث

بن ہشام المخزومی فوت ہوئے؛ کہا جاتا ہے: یہ اِجنادین کے دن شہید ہوئے۔

کہتے ہیں:۔ جب (حضرت) عمر بن الخطاب کو ابو عبیدہ کی وفات کی خبر ہوئی۔ تو انھوں نے ان کی جگہ یزید بن ابی سفیان کو الشام کی ولایت کا پروانہ لکھا، اور انھیں قیساریہ پر حملہ کا حکم دیا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ (حضرت) عمر نے یزید کو الاُرُدُن وفِلَسطِین کا والی کیا؛ دِمشق کا والی ابو الدَّرداء کو، اور حِمص کا والی عُبادہ بن الصامت کو کیا۔

مجھ سے محمد بن سَعد نے کہا، اور انھوں نے کہا مجھ سے الواقدی نے، کہ:۔ ہمارے درمیان قَیسَاریہ کے معاملہ میں اختلاف ہے؛ کہنے والوں میں سے کچھ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کو معاویہ نے فتح کیا؛ اور کچھ یہ کہتے ہیں: کہ اس کو ابو عبیدہ کی وفات کے بعد عِیَاض بن غنم نے فتح کیا، جو اسوقت ان کے قائم مقام تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکو عمرو بن العاصی نے فتح کیا۔ اور بعض کہتے ہیں نہیں، عمرو بن العاصی تو اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنا قائم مقام کر کے مصر چلے گئے تھے؛ مگر ثابت یہی ہے، اور اسی پر علمار کا اتفاق ہے، کہ عَمرو بن العاصی پہلے شخص تھے۔ جنھوں نے اس کا محاصرہ کیا، اور جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں اس پر خیمہ زن ہوئے۔ (ان کے محاصرہ کا ڈھنگ یہ تھا کہ) جب تک ٹھیر سکتے ٹھیرتے، اور جب مسلمانوں کو کہیں دشمن کے مقابلہ میں اجتماع کی ضرورت ہوتی۔ تو فوراً ان سے جا ملتے۔ چنانچہ وہ اسی دوران میں اَجنادِین، فِحل دِمشق والیَرموک (کی جنگوں) میں شریک ہوئے، پھر فِلَسطِین کی طرف واپس ہوئے، اور فتح اِیلیا کے بعد قَیسَاریہ کا محاصرہ کیا، اور قَیسَاریہ سے مصر گئے۔ ابو عبیدہ کے بعد یزید بن ابی سفیان والی ہوئے، اور اپنے بھائی معاویہ کو اس کے محاصرہ پر مامور کر کے دِمشق آئے، یہاں طاعون میں مبتلا ہوئے، اور مرگئے۔

عہ عکا و یافا کے درمیان، ساحل بحر پہ ایک شہر ہے۔ فتوح البلدان نسخۂ قاہرہ

الواقدی کے علاوہ دوسرے راوی یہ کہتے ہیں کہ:- (حضرت)
عمر نے یزید بن ابی سفیان کو الشام کی اجناد کے ساتھ فلسطین کا بھی والی
کیا اور قیساریہ پر حملہ کا حکم دیا۔ اس کا محاصرہ ایک دفعہ اس سے قبل
بھی کیا جا چکا تھا۔ (یزید نے) ۱۷ ہزار کی جمعیت کے ساتھ کوچ کیا۔ یہاں کے (۱۴۱
باشندوں نے ان سے جنگ کی، انھوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ یزید
بیمار ہوئے، اور قیساریہ پر اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو اپنا
قائم مقام کر کے دمشق آ گئے؛ (معاویہ) نے اس کو فتح کیا، اور (یزید)
کو اس کی اطلاع دی، اور یزید نے (حضرت) عمر کو اطلاع دی۔

یزید بن ابی سفیان کے مرنے کے بعد (حضرت) عمر نے معاویہ
کو اس پورے علاقہ کا والی کیا جس کے والی یزید تھے۔ ابو سفیان نے
اس پر ان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا: وصلتک۔ یا امیر المومنین (اے
امیر المومنین! آپ نے صلۂ رحم کا حق ادا کر دیا)۔

مجھ سے ہشام بن عمار نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الولید بن
مسلم نے کہا، اور ان سے تمیم بن عطیہ نے، کہ:- (حضرت) عمر نے
معاویہ بن ابی سفیان کو یزید کے بعد الشام کا والی کیا، اور ان کے
ساتھ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دو شخص قضاء و صلاۃ[1] کے
لئے بھیجے۔ ابو الدرداء کو دمشق و الاردن کی قضاء و صلاۃ کا والی کیا
اور عبادہ کو حمص و قنسرین کی قضاء و صلاۃ کا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے۔ الواقدی کے حوالہ سے جو اسکی
اسناد میں ہے، کہا: جب (حضرت) عمر بن الخطاب نے معاویہ کو
الشام کا والی کیا۔ تو انھوں نے قیساریہ کا محاصرہ کیا اور اس کو
فتح کر لیا، اس کا محاصرہ تقریباً سات برس سے تھا؛ یہ شوال سنہ ۱۹ھ میں
فتح ہوا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے محمد بن عمر نے، اور ان سے

---

[1] قضا۔ فصل خصومات۔ صلاۃ، نماز، یعنی امامت۔

عبد اللہ بن عامر نے، جو اس کی اسناد میں ہے، کہ:۔ معاویہ قیساریہ کا محاصرہ کئے رہے، حتیٰ کہ اس کی فتح سے مایوس ہو گئے، پھر عمرو بن العاص اور ان کے بیٹے نے اس کا محاصرہ کیا، لیکن آخر معاویہ نے بمشکل تمام اس کو فتح کر لیا۔ یہاں انھوں نے سات لاکھ تنخواہ دار فوج پائی۔ السامرہ میں سے تیس ہزار اور یہودیوں میں سے دو لاکھ نفوس تھے، اور تین سو بازار تھے جن میں تجارت کی گہما گہمی تھی، اور ہر روز رات کو ایک لاکھ سپاہ اس کی فصیل پر اس کی محافظت کرتی تھی۔ اس فتح کا سبب یہ ہوا کہ ایک یہودی، جس کا نام یوسف تھا، ایک رات مسلمانوں کے پاس آیا، اور اس نے اس شرط پر کہ وہ اس کو اور اس کے اہل و عیال کو امان دیں گے، ایک بدرَزَو کی طرف، جس میں کمر کمر پانی تھا، ان کی رہنمائی کی؛ معاویہ نے اس کی یہ شرط قبول کر لی، مسلمان رات گئے اس بدرَزَو میں داخل ہوئے، اور وہیں سے انھوں نے تکبیریں کہنی شروع کیں، رومیوں نے اسی بدرَزَو کے رستے بھاگنا چاہا۔ مگر جب وہاں پہنچے تو مسلمانوں کو اس پر موجود پایا؛ مسلمانوں نے دروازہ کھول دیا، اور معاویہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں عربوں میں سے ایک خلقت آباد تھی، جن میں شقرا بھی تھی، حسّان بن ثابت نے اس کی نسبت کہا ہے:۔

تَقُولُ شَقْرَاءُ لَوْ صَحَوْتَ عَنِ الْـخَمْرِ لَأَصْبَحْتَ مُثْرِيَ الْعَدَدِ[ع]

(شقراء کہتی ہے اگر تو شراب چھوڑ دے تو کثیر التعداد ہو جائے گا۔)

۱۴۲) بعض کہتے ہیں: اس کا نام شعثاء تھا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے، جو اس کی اسناد میں ہے، بیان کیا، کہ:۔ قیساریہ کے لونڈی غلام تقریباً چار ہزار تھے، معاویہ نے ان کو (حضرت) عمر بن الخطاب کے پاس بھیجا اور

ع دیوان حماسہ، ص ۶۱۔

انھوں نے ان کو الجُرف میں اتارنے کا حکم دیا؛ پھر (ان میں سے بعض کو) انصار کے یتیموں میں تقسیم کیا، بعض کو کتابت کے کام پر لگایا، اور بعض کو مسلمانوں کی خدمت گزاری پر۔ (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابو اُمامہ اَسعَد بن زُرارہ کی بیٹیوں کو عین التمر کے اسیرانِ جنگ میں سے دو غلام دئے تھے، (جب وہ غلام مر گئے تو حضرت) عمر نے قَیسَاریہ کے اسیرانِ جنگ میں سے دو غلام انھیں عطا کئے۔

کہتے ہیں:۔ معاویہ نے جُذام کے دو آدمیوں کے ہاتھ فتح کی اطلاع بھیجی، اور پھر ان کی سست رفتاری کے اندیشہ سے ایک خَثعَمی کو روانہ کیا؛ وہ اپنی جان ہلکان کر کے دن رات چلتا اور یہ کہتا جاتا تھا:۔

أَرَّقَ عَيْنَيَّ أَخُو جُذَامِ ... أَخِي جُشَمٍ وَأَخُو حَرَامِ
كَيْفَ أَنَامُ وَهُمَا أَمَامِي ... إِذْ يَرْحَلَانِ وَالْهَجِيرُ طَامِ

(جُذام کے بھائیوں نے میری آنکھ سے نیند اڑادی، ایک جُشَم کا بھائی ہے اور ایک حَرام کا۔ میں کیسے سوجاؤں جب کہ وہ دونوں میرے آگے آگے ہیں وہ سفر کر رہے ہیں، اور دوپہر کی دھوپ تیز ہو رہی ہے)

یہاں تک کہ وہ ان دونوں سے آگے نکل گیا، (حضرت) عمر کے پاس پہنچا، (انھیں فتح کی خبر سنائی) وہ اللہ اکبر پکار اٹھے۔

مجھ سے ہشام بن عَمّار نے، اپنی اسناد سے، جسے میں یاد نہیں رکھ سکا، بیان کیا کہ:۔ قَیسَاریہ بزور ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ جب (حضرت) عمر کو اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے بلند آواز سے کہا: قَیسَاریہ بزور فتح ہو گیا، اللہ اکبر۔ اس کے ساتھ تمام مسلمان (جو وہاں موجود تھے) اللہ اکبر پکار اٹھے۔ سات برس اس کا محاصرہ رہا، اور اس کو معاویہ نے فتح کیا۔

کہتے ہیں:۔ یزید بن ابی سفیان نے آخر ۱۸ھ میں دِمشق میں

ہ طبری نے جُشَم لکھا ہے۔ (ج ۱، ص ۲۳۹۷)

وفات پائی۔

جو راوی کہتے ہیں کہ معاویہ نے قیساریہ اپنے بھائی کی زندگی میں فتح کیا، وہ فتح کا زمانہ ۱۸ھ کے آخر میں بیان کرتے ہیں؛ اور جو کہتے ہیں کہ معاویہ نے قیساریہ اس زمانہ میں فتح کیا جب وہ الشام کے والی تھے، وہ ۱۹ھ میں فتح ہونی بیان کرتے ہیں اور یہی ثابت ہے۔ بعض راوی کہتے ہیں؛ وہ ۲۰ھ کی ابتدا میں فتح ہوا۔

کہتے ہیں:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو یہ حکم لکھا کہ فلسطین میں جو (مقامات فتح ہونے) رہ گئے ہیں وہ بھی فتح کرو۔ چنانچہ انھوں نے عسقلان بعدِ قتال صلحاً فتح کیا۔ بعض کہتے ہیں اس کو عمرو بن العاصی نے فتح کیا تھا، بعد میں یہاں کے باشندوں نے نقض کیا اور رومیوں نے ان کی مدد کی، پھر معاویہ نے اس کو دوبارہ فتح کیا، یہاں روابط رکھے اور محافظ متعین کئے۔ (۱۴۳)

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، اور انھوں نے کہا میں نے محمد بن یوسف الفاریابی کو مشائخ اہلِ عسقلان کے حوالہ سے یہ کہتے سنا، کہ:۔ رومیوں نے ابن الزبیر کے زمانہ میں عسقلان ویران کر دیا اور اس کے باشندوں کو یہاں سے جلاوطن کر دیا، جب عبد الملک بن مروان والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے اس کو بنوایا اور قلعہ بند کیا۔ اسی نے قیساریہ کی بھی مرمت کرائی۔

مجھ سے محمد بن مصفی الحمصی نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ابو سلیمان الرملی نے کہا، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ رومی ابن الزبیر کے زمانہ میں قیساریہ کی طرف آگئے، اس کو تباہ کیا، اور اس کی مسجد منہدم کر دی۔ جب امور سلطنت عبد الملک بن مروان کے حق میں درست ہو گئے تو اس نے قیساریہ کی مرمت کرائی، اس کی مسجد

عہ روابط وہ فوج جو سرحدوں پر حفاظت کے لئے متعین کی جاتی ہے۔ اس میں پیدل وسوار دونوں شامل ہوتے تھے، اور یہ لوگ عموماً اہل الدیوان ہوتے تھے۔

از سرِ نو تعمیر کرائی، اور یہاں محافظ سپاہ متعین کی۔ اس نے صُوْر و عَکّا کے بیرونی حصہ بھی تعمیر کرائے، جن کا حشر تقریباً یہی کا سا ہوا۔

مجھ سے ایک جماعت نے، جو الشام کے معاملات سے باخبر تھی، بیان کیا کہ:۔ الولید بن عبد الملک نے سلیمان بن عبد الملک کو جُند فِلَسْطِین کا والی کیا، (سلیمان) لُدّ میں ٹھیرا، پھر اس نے مدینۃ[1] الرَّمْلہ کی داغ بیل ڈالی، اور اس کو آباد کیا۔ پہلی چیز جو اس نے یہاں بنوائی وہ اس کا اپنا قصر۔ اور وہ دار[2] تھا جو دار الصَّبّاغِیْن کے نام سے مشہور ہے، اور اس کے وسط میں صِہْرِیج بنوایا۔ پھر اس نے مسجد کے لئے زمین پر خط بندی کی، اور اس کو بنوانا شروع کیا۔ اسی اثناء میں وہ خلیفہ ہوگیا، اور اپنی خلافت میں اس کو بنواتا رہا۔ پھر اس کی تعمیر عمر بن عبد العزیز نے تمام کی۔ انھوں نے اس کی حدود میں کچھ کمی کر دی، اور اہل الرَّمْلہ سے کہا: تم اسی پر اکتفا کرو جس پر میں نے اس کو گھٹا دیا ہے۔

جب سلیمان نے اپنے لئے قصر بنوایا تو اور لوگوں کو بھی مکانات بنانے کا حکم دیا، اور انھوں نے مکانات بنائے۔ اس نے اہل الرَّمْلہ کے لئے ایک نہر کھدوائی، جسے بَرَدَہ کہتے ہیں، اور کنویں کھدوائے۔ اس نے الرَّمْلَہ کی عمارتوں اور مسجد جامع کے مصارف کی نگرانی پر اہل الرَّمْلَہ میں سے ایک نصرانی کاتب مقرر کیا، جس کو البَطْرِیق بن النَکَّا کہتے تھے۔ سلیمان سے قبل مدینۃ الرَّمْلہ نہ تھا بلکہ محض رَمْلہ (= ریگزار) تھا۔

کہتے ہیں:۔ دار الصَّبَّاغِین صالح بن علی بن عبد اللہ بن العَبَّاس کے وَرَثہ کو ملا، کیونکہ یہ بنی اُمَیَّہ کے اموال کے ساتھ ضبط ہو گیا تھا۔

کہتے ہیں:۔ بنی امیہ سلیمان بن عبد الملک کے بعد الرَّمْلَہ کے

---

[1] مدینہ = وہ شہر جس میں قلعہ ہو اور جس کے گرداگرد فصیل ہو اور جو مملکت کا دار الحکومت ہو اور تہذیب و تمدن میں اپنے قرب و جوار کے شہروں سے بڑھا ہوا ہو۔ چونکہ لفظ شہر ان مفاہیم کا حامل نہیں ہے اس لئے ترجمہ میں مدینہ و بلدہ لکھا گیا ہے کہ شہروں کے اوصاف خلط نہ ہوں۔

[2] دار = وہ گھر جس میں بہت سے بیوت (= کمرے) اور منازل ہوں اور صحن غیر مسقف ہو۔ چھوٹے اور اوسط درجہ کے گھروں کو بیوت، مساکن اور منازل کہتے ہیں۔ دار ان سے بہت بڑا ہوتا ہے، اس کو محل سرا سمجھنا چاہیے۔

کنوؤں اور اس کی نہروں کے مصارف برداشت کرتے رہے۔ پھر جب
بنی العبّاس خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی یہ خرچ برداشت کیا، ان کے
(۱۴۴) زمانہ میں سال کے سال ایک خلیفہ کے بعد دوسرا خلیفہ اس کے مصارف
کی منظوری دیتا تھا۔ جب امیر المومنین ابو اسحٰق المعتصم باللہ خلیفہ ہوا تو
اس نے اس کے مصارف کے لئے مستقل فرمان جاری کیا، جس سے بار بار
اجازت لینے کا سلسلہ بند ہو گیا، اور اس کے لئے اتنی رقم جاری ہو گئی
(جتنی رقم کی اس کے لئے ضرورت تھی) عمال کے پاس اس کا حساب
رہتا تھا اور ان سے (سال کے سال) حساب لیا جاتا تھا۔

کہتے ہیں:۔ فلسطین میں کچھ جائدادوں کے لئے، جو خراج عامہ سے
الگ تھیں، خُلَفاء کے خاص فرامین تھے، اور ان میں تخفیف و بازدہی
کا حساب تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ الرشید کی خلافت میں (بہت سی
جائدادیں) ان کے مالکوں نے چھوڑ دی تھیں؛ امیر المومنین الرشید
نے ان کو آباد کرنے کے لئے ہَرثَمہ بن اَعْیَن کو بھیجا؛ اس نے وہاں
کے کسانوں اور پٹے داروں کو واپس آنے کی دعوت دی، اور ان سے
وعدہ کیا کہ ان کے خراج میں تخفیف کی جائے گی، اور معاملت میں نرمی
برتی جائے گی؛ وہ واپس آ گئے، ان کو "اصحاب التخافیف" کہتے ہیں۔
لیکن جو بعد میں واپس آئے، ان کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا گیا، اور
ان کو اسی سابقہ خراج پر زمینیں دی گئیں، یہ "اصحاب الرُّدُوْد" ہیں۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا:۔ میں عَسقَلان میں ایک عرب سے
ملا، اس نے مجھ سے کہا: میرا دادا ان لوگوں میں سے تھا جنھیں عبدالملک
نے یہاں آباد کیا تھا، اور اس کو ان مرابطہ* کے ساتھ جن کو اس نے
جاگیریں دی تھیں ایک جاگیر دی تھی۔ وہ کہتا ہے: اس نے مجھے
ایک زمین دکھائی، اور کہا: یہ (حضرت) عثمان بن عفان کی دی ہوئی جاگیروں

---

* مرابطہ کے معنے ہیں گھوڑا باندھنا۔ اصل اس کی یہ ہے کہ سرحد پر دشمن اپنے اپنے
گھوڑے باندھتے ہیں، اس لئے سرحد پر اقامت کرنے والوں کا نام مرابطہ پڑا، اور وہ فوج
جو اسطرح سرحد پر رہے رابطہ کہلائی۔

میں سے ہے۔

بکر کہتا ہے: میں نے محمد بن یوسف الفاریابی کو یہ کہتے سنا ہے، کہ:۔ عسقلان میں جاگیریں ہیں جو (حضرت) عمر اور (حضرت) عثمان کے حکم سے دی گئی تھیں؛ ان پر خواہ کوئی دخل یاب ہو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ے طبری نے الفریابی لکھا ہے۔ ج ۳، ص ۲۵۵۰۔

جُندِ قِنَّسرِین

اَور

اُن شہروں کا حال جنھیں العواصم کہتے ہیں

کہتے ہیں :۔ ابو عبیدہ بن الجراح الیرموک سے فارغ ہو کر حمص کی طرف آئے ، چندے قیام کیا ، پھر قِنّسرین آئے ؛ ان کے مقدمہ پر خالد بن الولید تھے ، شہر قِنّسرین کے باشندے ان سے لڑے ، پھر قلعہ بند ہو گئے اور صلح خواہ ہوئے ، اور ابو عبیدہ نے ان سے ویسی ہی صلح کر لی جیسی (اہلِ) حِمص سے کی تھی ۔ مسلمان اس کی زمین اور اس کے دیہات پر غالب ہو گئے ۔

حاضر قِنّسرین پر تنوخ اس وقت سے آباد تھے جب وہ شروع
(۱۴۵) شروع الشام آئے تھے ، اور کمل کے خیموں میں رہتے تھے ، پھر یہاں انھوں نے منازل بنائیں ۔ ابو عبیدہ نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی بعض ان میں سے اسلام لائے ، لیکن بنو سلیح بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ نصرانیت پر قائم رہے ۔

مجھ سے یزید بن حُنَین الطائی الانطاکی کی اولاد میں سے بعض نے اپنے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے کہا :۔ اس حاضر کے باشندوں میں سے ایک جماعت امیرالمومنین المہدی کی خلافت میں اسلام لائی ،

اور اس کے ہاتھوں پر سبز رنگ سے قِنّسْرین گدوا دیا گیا۔ پھر ابو عبیدہ حَلَب کے قصد سے روانہ ہوئے، (رستے میں انھیں) خبر ملی کہ اہلِ قِنّسْرین نے نقض اور غدر کیا ہے؛ انھوں نے السِمْط بن الاسود الکِندی کو ان کی جانب روانہ کیا، (السِمْط نے) ان کا محاصرہ کیا، اور ان کو فتح کیا۔

مجھ سے ہشام بن عَمّار الدِمشقی نے کہا، ان سے یحییٰ بن حمزہ نے ان سے عبدالعزیز نے، ان سے عُبادہ بن نُسَیّ نے، اور ان سے عبدالرحمٰن بن غنم نے، کہ: — ہم نے مدینۂ قِنّسْرین پر السِمْط کے ساتھ (یا کہا کہ شُرَحبیل بن السِمْط کے ساتھ۔ عم) ڈیرے ڈالے، جب اس کو فتح کیا تو یہاں گائیں اور بکریاں ہاتھ لگیں، جن کا ایک حصہ انھوں نے ہم میں تقسیم کر دیا اور باقی مَغْنَم[1] میں داخل کر دیں۔

حاضِر[2] طے ایک قدیم جگہ ہے۔ یہ لوگ حرب فساد کے بعد جو ان کے دو فرقوں کے درمیان ہوئی تھی یہاں آ کر مقیم ہوئے تھے؛ اس کے بعد ان میں سے کچھ دو پہاڑوں (اجٰی و سلمیٰ) کے درمیان ٹھہر گئے اور باقی ماندہ مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ جب ابو عبیدہ ان کے پاس آئے تو ان میں سے بعض اسلام لائے اور بہتوں نے جزیہ پر صلح کر لی اور پھر آسانی سے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن جو ان کی جماعت سے الگ ہو گئے تھے وہ الگ رہے۔

مدینۂ حَلَب کے قریب ایک حاضر تھا، اس کو حاضر حَلَب کہتے تھے، اور اس میں عرب کے مختلف قبائل مثلاً تنوخ وغیرہ جمع ہوتے تھے۔ ابو عبیدہ نے اس کے باشندوں سے جزیہ پر صلح کر لی، اس کے بعد انھوں نے اسلام قبول کیا، ان کے اخلاف امیرالمومنین الرشید کی وفات کے بہت زمانہ بعد تک یہاں مقیم رہے۔ پھر اس حاضر کے باشندوں نے شہر حَلَب

---

[1] یعنی محکمۂ غنائم۔ مَغْنَم کی تشریح کے لئے دیکھو الماوردی، ص ۲۴۰، نسخۂ یورپ۔

[2] جغرافی اصطلاح میں حاضر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ ایک مستقل ذریعۂ حصول آب موجود پا کر سکونت پذیر ہو جائیں

کے باشندوں سے جنگ کی اور انھیں ان کے شہر سے نکال دینے کا ارادہ کیا، یہاں کے باشندوں میں سے ہاشمیوں نے اپنے اطراف کے تمام عرب قبیلوں کو مدد کے لئے لکھا، ان میں سب سے اول جس نے ان کی مدد اور فریاد رسی کی وہ العباس بن زُفَر بن عاصم الہلالی تھا وہ ننھیال کی طرف سے ہلالی تھا، کیونکہ عبداللہ بن العباس کی والدہ لُبَابَہ بنت (۱۴۶)
الحارث بن حَزَن بن بُجَیر بن الہَزم ہلالیہ تھیں۔ اس حاضر کے باشندوں میں (العباس) اور اس کے ساتھیوں سے لڑنے کا دم نہیں تھا، اس نے ان کو ان کے حاضر سے نکال دیا اور اس کو ویران کر دیا۔ یہ محمد بن الرشید کے فتنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ یہ لوگ یہاں سے نکل کر قِنَّسرین کی طرف گئے، یہاں کے باشندوں نے کھانے اور لباس سے ان کی تواضع کی، لیکن جب یہ شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے شہر پر تغلب کا ارادہ کیا، اہل شہر نے جوان کا یہ رنگ دیکھا تو ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا، اس کے بعد یہ لوگ مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے، ان میں سے ایک جماعت تکریت چلی گئی، میں نے اس کو دیکھا ہے، اور ایک جماعت اَرمِینیَہ اور بہت سے مختلف شہروں میں جا رہی۔

مجھے امیرالمومنین المتوکل رحمہ اللہ نے خبر دی، انھوں نے کہا میں نے مشائخ بنی صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس میں سے ایک بڑے بوڑھے کو امیرالمومنین المعتصم باللہ رحمہ اللہ کے حملۂ عَمُّوریہ کے سال یہ کہتے سنا، کہ:— جب العباس بن زُفَر الہلالی ہاشمیوں کی فریاد رسی کو حَلَب آیا تو ان میں سے عورتوں نے اس کو ندا دی: "اے ماموں! ہمیں اللہ کا اور پھر تیرا آسرا ہے" اس نے کہا: "تمہارے لئے کوئی خوف نہیں ہے۔ انشاءاللہ میں تمہارا ساتھ چھوڑوں تو خدا میرا ساتھ چھوڑے"

راوی کہتا ہے:— حیار بنی القعقاع اسلام سے پہلے ایک مشہور بلدہ[ع]

ع: وہ شہر جس میں نہ قلعہ ہو اور نہ فصیل ہو اور نہ کرسی حکومت ہو، خواہ وسعت میں وہ کتنا ہی بڑا ہو۔

تھا، اور یہاں الحِیرَہ کے بادشاہ اَلمُنذِر بن ماء السّماء اللَّخمی کے قیلولہ کی جگہ تھی
پھر یہاں بنی القَعقاع بن خُلَید بن جَزْء بن الحارِث بن زُہَیر بن جَذِیمہ
بن رَوَاحہ بن رَبِیعہ بن مازِن بن الحارث بن قُطَیعَہ بن عَبْس بن بَغِیض
اُترے اور انھوں نے اس کو اپنا وطن بنالیا، اس لئے یہ ان کی طرف
منسوب ہوگیا۔

عبدالملک بن مروان نے یہاں ایک جاگیر القَعقاع کو دی اور
کچھ جاگیریں اس کے چچا العَبّاس بن جزء بن الحارث کو دیں؛ اس نے
یہ زمینیں خراج سے معاف کردیں، جو اس کے بعد بھی معاف رہا، اور ان
کا بندوبست الیمن سے متعلق کردیا۔ ان میں سے اکثر (زمینیں) بنجر
تھیں۔ وَلّادہ بنت العباس بن جَزْء عبدالملک کے پاس تھی اور اسی سے
اس کے ہاں الولید اور سلیمان پیدا ہوئے تھے۔

کہتے ہیں:۔ ابوعُبَیدَہ حَلَب کی طرف روانہ ہوئے، ان کے
مقدمہ پر عِیاض بن غَنَم الفِہری تھے۔ ان کے والد کا نام عبدغَنم[ع] تھا؛
جب یہ اسلام لائے تو انھوں نے پسند نہیں کیا کہ عَبدغَنَم کہلائیں اور
کہا: "میں عیاض بن غَنَم ہوں"۔ (جب وہ یہاں پہنچے تو) انھوں نے
دیکھا کہ اہل شہر قلعہ بند ہیں، یہ خیمہ زن ہو گئے، کچھ دن گزرنے پر
اہل شہر نے اپنی جانوں کے لئے اور اپنے اموال کے لئے اور اپنی (۴۷
شہر پناہ کے لئے اور اپنے کنیسوں کے لئے اور اپنی منازل کے لئے
اور اپنے قلعہ کے لئے امان و صلح کی درخواست کی؛ (عیاض نے)
انھیں امان دے دی اور ان سے صلح کرلی اور مسجد کے لئے ان سے
ایک جگہ مستثنےٰ کرالی۔ ان امور پر ان سے صلح کرنے والے عیاض
اور اس صلح کو نافذ کرنے والے ابوعبیدہ تھے۔

بعض راویوں کا دعویٰ ہے کہ:۔ (اہل حَلَب سے) اس پر صلح

ع غَنم جاہلیت کے بتوں میں سے ایک بت کا نام تھا۔

کی گئی تھی کہ ان کی جان بخشی جائے گی اور ان کی منازل اور ان کے کنیسے نصف نصف تقسیم کرلئے جائیں گے۔

اور بعض کا دعویٰ ہے کہ ابو عبیدہ نے حَلَب میں ایک متنفّس بھی موجود نہیں پایا، اس لئے کہ وہ ان کے آنے کی خبر سنتے ہی انطاکیہ چلے گئے تھے؛ انھوں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے شہر کے لئے صلح کی درخواست کی اور نامہ و پیام کے ذریعہ تمام معاملات طے کئے اور جب صلح کی تکمیل ہوگئی تو حَلَب کی طرف واپس آگئے۔

کہتے ہیں:— ابو عبیدہ حَلَب سے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے، یہاں جُندِ قِنَّسرین کے باشندوں میں سے ایک گروہ قلعہ بند تھا۔ مُہرُوَیہ پر، جو انطاکیہ سے تقریباً دو فرسخ پر ہے، دشمن کی ایک جماعت سے ان کی مٹھ بھیڑ ہوئی، انھوں نے اس کو منتشر کردیا، اس نے شہر میں پناہ لی، انھوں نے شہر کے تمام دروازوں سے اس کا محاصرہ کرلیا اور فوج کا ایک بھاری حصہ باب فارس اور اس دروازہ پر، جس کو باب البَحر کہتے ہیں، متعین کردیا۔ آخر انھوں نے جزیہ اور جلاوطنی پر صلح کرلی، ان میں سے بعض جلاوطن ہوگئے اور بعض مقیم رہے؛ (جو مقیم رہے) ان کو امان دی گئی اور ان میں سے ہر بالغ پر ایک دینار اور ایک جریب مقرر کیا گیا۔ پھر انھوں نے نقض کیا، ابو عبیدہ نے ان کی جانب عیاض بن غنم اور حبیب بن مَسلَمہ کو بھیجا اور ان دونوں نے پہلی سی صلح پر اس کو فتح کرلیا۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ (ابو عبیدہ کے) فِلَسطین کی طرف واپس جانے کے بعد نقض کیا اور انھوں نے ایلیا سے عمرو بن العاصی کو ان کی جانب بھیجا، (عمرو نے) اس کو فتح کیا، پھر واپس ہوئے، اور تھوڑے

ﻋﮧ ایک فرسخ آج کل کے حساب سے تقریباً پونے چار میل کے برابر ہوتا ہے۔ دیکھو تقویم البلدان تحقیق امر المساحتہ۔

ہی دن ٹھہرے تھے کہ اہل ایلیا نے امان و صلح کی درخواست کی ۔ واللہ اعلم ۔

مجھ سے محمدؐ بن سَہم الانطاکی نے کہا، ان سے ابو صالح الفَرّاء نے اور ان سے مَخلَد بن الحُسَین نے، کہ میں نے سرحد کے مشائخ کو یہ کہتے سنا ہے کہ :۔ (حضرت) عمر اور (حضرت) عثمان کے نزدیک انطاکیہ کی بڑی وقعت تھی اور انھیں اس کا بہت خیال تھا۔ جب یہ فتح ہوا تو (حضرت) عمر نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ" انطاکیہ میں صاحب عزم وتدبیر مسلمانوں کی ایک جماعت مرتب کر کے اس کو مرابطہ کی حیثیت سے وہاں متعین کردو اور اس کی تنخواہیں کبھی نہ روکو۔" پھر جب معاویہ والی ہوئے تو ان کو بھی یہی (۴۸) لکھا۔ پھر (حضرت) عثمان نے انھیں لکھا اور حکم دیا کہ" وہاں ایک جماعت متعین کردو اور اس کو جاگیریں دو۔" اور انھوں نے امتثال امر کیا۔

ابن سَہم کہتا ہے میں انطاکیہ میں اُرُنط کے پل پر کھڑا تھا اور اس وقت میں بچہ سا تھا، میں نے اہل انطاکیہ میں سے ایک کبیر السن بڈھے کو یہ کہتے سنا کہ" یہ وہ قطیعہ ہے جو (حضرت) عثمان نے ان لوگوں میں سے ایک جماعت کو جو ابو عبیدہ کے ساتھ آئے تھے بطور جاگیر اس زمانہ میں دیا تھا جب ان کی طرف سے معاویہ الشام کے والی تھے۔"

کہتے ہیں :۔ معاویہ بن ابی سفیان نے ۴۲ھ میں انطاکیہ کی طرف اہل فارس و اہل بعلبک اور حمص و مِصرینؑ کے باشندوں کی ایک جماعت منتقل کی۔ انھی میں مُسلم بن عبداللہ جدّ عبداللہ بن حبیب بن النعمان بن مُسلم الانطاکی تھا۔ مسلم انطاکیہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر، جس کو آج کل باب مسلم کہتے ہیں، قتل ہوا۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ رومیوں نے ساحل سے نکل کر انطاکیہ پر ڈیرے ڈالے، مسلم فصیل شہر پر کھڑا تھا، ایک گبر نے اس کے پتھر کھینچ مارا اور اس کے صدمہ سے وہ مرگیا۔

عہ البصرہ والکوفہ ۔

مجھ سے اہل انطاکیہ کے مشائخ میں سے ایک جماعت نے، جس میں ابن بُرْدُ الفقیہ بھی ہے کہا :— الولید بن عبدالملک نے انطاکیہ میں ساحل کے پاس ارض سُلُوقِیَہ ایک لشکر کو جاگیر میں دی ۔ اور ایک فِلْثَر (= جریب) پر ایک دینار اور ایک مدی گیہوں مقرر کئے ۔ ان لوگوں نے اس کو آباد کیا اور یہ شرح خراج، ان کے لئے جاری رہی ! اور قلعۂ سُلُوقِیَہ تعمیر کیا۔

کہتے ہیں :— بَغْراس کی زمین مَسْلَمَہ بن عبدالملک کی تھی جس نے اسے نیک کاموں کے لئے وقف کردیا تھا۔ عین السَّلَوْر اور اس کی جھیل بھی اسی کی تھی ۔ اور الاسکندرونہ بھی اسی کا تھا، پھر المَہدی کے آزاد کردہ غلام رَجاء کو جاگیر میں ملا، پھر منصور و ابراہیم فرزندان المَہدی اس کے وارث ہوئے، پھر ابراہیم بن سعید الجوہری کو ملا، پھر احمد بن ابی داؤد الإیادی نے خریدا، پھر امیرالمومنین المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ اس کے مالک ہوگئے۔

مجھ سے ابن بُردالانطاکی وغیرہ نے کہا :— مَسْلَمَہ بن عبدالملک نے رَبِیْعَہ میں سے ایک قوم کو جاگیریں دیں جو ضبط کرلی گئیں، اور پھر المامون کے قبضہ میں آئیں اور اس نے ان کا انتظام صالح الخازن کے سپرد کیا جو انطاکیہ میں صاحب الدّار تھا۔

(۱۴۹) کہتے ہیں :— ابوعبیدہ کو خبر ملی کہ مَعَرَّۃ مِصْرِین اور حَلَب کے درمیان رومی جمع ہوئے ہیں ! وہ اس سے جا بھڑے، متعدد بطارقہ کو قتل کیا، ان کی فوج منتشر کی، اسیر کیا، غنیمت حاصل کی، اور مَعَرَّۃ مصرین کو حَلَب کی سی صلح پر فتح کرلیا۔ پھر ان کے رسالوں نے ترکتازیاں شروع کیں، حتےٰ کہ بُوقا جا پہنچے، اور الجُومَہ وسَرْمِین ومَرْتَحْوان و تِیزِین کے دیہات فتح کرلئے۔ اہل دیرطایا (کذافی الاصل) و دیرالفَسِیْلَہ نے اس شرط پر صلح کی کہ ان کے پاس سے جو مسلمان گزریں گے وہ ان کی ضیافت کیا کریں گے۔ نصارائے خُناصِرہ آئے اور ان سے بھی صلح کرلی گئی۔

عہ بطارقہ بطریق کی جمع ہے بطریق کے لئے دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۷۴۔

ابوعبیدہ نے قِنَّسرِین کا پورا علاقہ اور انطاکیہ فتح کرلیا۔

مجھ سے العباس بن ہشام نے اپنے والد کے حوالہ سے کہا:۔ خُناصِرہ، خُناصِر بن عَمرو بن الحارث الکلبی ثم الکنانی کی طرف منسوب ہیں جو ان کا سردار تھا۔ بُطنان حبیب، حبیب بن مَسلَمۃ الفِہری کی طرف منسوب ہے، اس وجہ سے کہ جب ابوعبیدہ یا عیاض بن غَنم نے حبیب کو حَلَب سے اس جانب روانہ کیا تو انھوں نے یہاں ایک قلعہ فتح کیا، جو انہی کی طرف منسوب ہوگیا۔

کہتے ہیں:۔ ابوعبیدہ نے قُورُس کے قصد سے کوچ کیا اور اپنے آگے آگے عیاض کو روانہ کیا، یہاں کے راہبوں میں سے ایک راہب ان سے ملا اور اس نے اہل قُورُس کی جانب سے صلح کی درخواست کی؛ عیاض نے اس کو ابوعبیدہ کے پاس بھیجا، وہ اس وقت جَبرِین وتَل اَعزاز[1] کے درمیان تھے۔ انھوں نے اس سے صلح کرلی، اور قُورُس آکر اس کے باشندوں سے عہد و پیمان کیا، اور انھیں وہی عطا کیا جو اہل انطاکیہ کو عطا کیا تھا؛ اور راہب کو اس کے گاؤں شرقینا کے لئے ایک وثیقہ لکھ دیا۔ پھر انھوں نے اپنے رسالے پھیلا دیے، جنھوں نے نقابلس کی آخری حدوں تک اَرض قُورُس فتح کرلی۔

کہتے ہیں:۔ قُورُس انطاکیہ کے لئے سرحدی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں ہر سال جند انطاکیہ سے ایک طالعہ[2] آتی تھی۔ پھر یہ کیا گیا کہ انطاکیہ کی فوج کے چار حصے کرکے ان میں سے ایک حصہ یہاں متعین کردیا اور طوالع بھیجنے کا طریقہ بند کردیا۔

کہا گیا ہے کہ سلمان بن رَبیعۃ الباہلی ابوعبیدہ کی فوج میں

---

[1] ابوالفدا؛ ص ۲۳۲: تل عزاز۔

[2] طالعہ، ج = طوالع = گشتی فوج، ڈیڑھ دو ہزار سپاہ کا وہ دستہ جو موسم بہار میں سرحدوں پر بھیجا جاتا اور موسم سرما میں بلا لیا جاتا تھا۔

اَبی اُمَامَۃُ الصُّدَیَّ بن عَجْلاَن کے ساتھ تھے ___ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے سلمان قورس کے ایک قلعہ میں اترے جو ان کی طرف منسوب ہوکر حِصن سلمان مشہور ہوگیا۔ پھر الشام سے ان لوگوں کے ساتھ
(۱۵۰) واپس آئے جو سَعد بن ابی وَقّاص کو مدد دینے کے لئے العراق بھیجے گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں: سَلْمان بن رَبِیْعَہ نے العراق کی فتح کے بعد اَرْمِینِیَّہ پر حملہ کرنے سے قبل روم پر حملہ کیا اور ناحیۂ مَرْعَش سے نکل کر اِس قَلعہ پر لشکر انداز ہوئے، اور اسی وجہ سے یہ قلعہ ان کی طرف منسوب ہوگیا۔ سَلْمان وزیاد ان صقالبہ[1] میں سے تھے جنھیں مَرْوان بن مُحمّد نے ثغور میں مقرر کیا تھا۔ میں نے کسی کو کہتے سنا ہے کہ "یہ سَلْمان صقالبہ میں سے تھے جن کی طرف یہ قلعہ منسوب کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

کہتے ہیں:___ ابوعبیدہ حَلَب السّاجور آئے اور عِیاض کو مَنْبِج کی طرف آگے بھیجا۔ پھر خود بھی ان سے جا ملے۔ مَنبج کے باشندے ان کے پہنچنے سے قبل عیاض سے ویسی ہی صلح کرچکے تھے جیسی انطاکیہ سے ہوئی تھی، ابوعبیدہ نے وہ صلح نافذ کردی، اور عیاض بن غنم کو ناحیۂ دُلُوک و رَعْبان کی طرف بھیجا؛ یہاں کے باشندوں نے ان سے مَنبج کی سی صلح کرلی۔ عیاض نے ان پر یہ شرط لگادی کہ وہ رومیوں کی خبریں معلوم کرکے مسلمانوں کو لکھتے رہیں گے۔ ابوعبیدہ نے تمام مفتوحہ کُوَر میں ایک ایک عامل مقرر کیا اور مسلمانوں کی ایک ایک جماعت اس کے ساتھ کی؛ مگر جہاں خطرہ دیکھا وہاں محافظ فوج مقرر کی۔

کہتے ہیں:___ پھر ابوعبیدہ روانہ ہوئے، حتےٰ کہ عَرَاجِیْن پہنچے، اور اپنے ہراوَل کو بالِسْ کی طرف بھیجا، اور ایک فوج حبیب بن مَسْلَمہ (کی سرداری میں) قَاصِرِین کی طرف بھیجی۔ بالِس وقاصِرِین رومی اشراف کیا

---

[1] سلافی، سلیو۔

دو بھائیوں کے پاس تھے ، اور اس کے قریب جو گاؤں تھے وہ ان کو جاگیر میں ملے ہوئے تھے ؛ ان دونوں کو روم اور الشام کے ان شہروں کا محافظ بنایا گیا تھا جو ان کے درمیان تھے ۔ جب مسلمان یہاں اترے تو ان دونوں نے جزیہ وجلا وطنی پر صلح کرلی، اور (شہر کے باشندوں) میں سے اکثر بلاد الروم وارض الجزیرہ وقریۂ جسر منبج کی طرف جلاوطن ہوگئے ۔ اُن دنوں یہاں کوئی جسر[۱] نہ تھا ، (حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صوائف (= گرمائی مہموں) کے لئے بنایا گیا۔ بعض کہتے ہیں : یہ پرانے وقتوں کے آثار میں سے ہے ۔

کہتے ہیں :— ابو عبیدہ نے بالس میں جنگ آزماؤں کی ایک جماعت مرتب کی ، اور یہاں عربوں میں سے ایک قوم کو ، جو الشام میں تھی اور مسلمانوں کے قدوم الشام کے بعد اسلام لائی تھی ، آباد کیا ۔ قبیلہ قیس میں سے ایک قوم صحراؤں سے نکل کر یہاں آباد ہوگئی ۔ یہ لوگ فوجی مہموں میں بھیجے ہوئے نہیں تھے ۔ اور ایک قوم قاصرین میں آباد کی لیکن بعد میں خود اس نے یا اس کی اولاد نے یہاں رہنے سے انکار کردیا۔
ابو عبیدہ الفرات پہنچے ، اور پھر فلسطین کی طرف واپس آگئے ۔ بالس اور وہ (۱۵۱)
گاؤں جو اس کی بالائی وسطی اور زیریں حدود میں سے اس کی طرف منسوب تھے ، اعلیٰ درجہ کی عُشری زمین تھے ۔

جب مَسلمہ بن عبدالملک بن مروان نے روم پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا، اور وہ الجزیرۃ کی سرحدوں سے ملک میں داخل ہوا تو اس نے بالس پر چھاؤنی چھائی ؛ یہاں کے باشندہ ، اور بُوبلیس[۲] وقاصرین وعابدین وصفین (یہ سب بالس ہی کے دیہات ہیں ۔ م) کے باشندہ ، اس کے

---

[۱] کشتیوں کا پل ۔ پکے پُل کو قُنطَرَہ کہتے ہیں ۔ لیکن بسا اوقات قُنطرہ کے لئے بھی جسر بولتے ہیں ، جیسے جسر الولید ۔ جسر الولید کے لئے دیکھو ترجمۂ ہذا کے جغرافی حواشی ۔

[۲] مصری نسخہ میں بوبلس ہے ۔

پاس آئے؛ ان میں سے بالائی حصہ والوں نے درخواست کی کہ ہمارے لئے الفرات میں سے ایک نہر کھدوا دو تاکہ ہم اس سے اپنی زمینیں سبزا کرسکیں۔ اس کے معاوضہ میں ہم تمھیں شاہی عُشر کے علاوہ، جو تم ہم سے لیتے ہو، اپنی پیداوار کا تہائی حصہ دیا کریں گے۔ اس نے نہر کھدوادی جو نہر مَسلَمہ کے نام سے مشہور ہے، اور انھوں نے اپنا وعدہ وفا کیا۔ اس نے شہر پناہ کی مرمت کرائی اور اس کو مستحکم کرایا۔ بعض کہتے ہیں: یہ تجویز خود مَسلَمہ کی تھی اور اس نے ان کو اس معاملہ کی دعوت دی تھی۔

مَسلَمہ کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ بالِس اور اس کے دیہات کے مالک ہوئے اور دولت مبارکہ کے زمانہ تک ان پر انہی کا قبضہ رہا جب عبداللہ بن علی نے بنی امیہ کے اموال ضبط کئے تو یہ علاقہ بھی ان میں داخل تھا؛ امیرالمومنین ابوالعباس نے یہ سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس کو جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؒ بن سلیمان اس کا مالک ہوا؛ اس کا بھائی جعفر بن سلیمان امیرالمومنین الرشید سے اس کی چغلیاں کھاتا تھا؛ ایک دفعہ اس نے لکھا: (محمدؒ نے) اپنے مال وجائداد سے کئی گنی دولت اُس خواہش[ؔ] کے حصول کی کوشش میں صرف کی ہے جسے اس کے نفس نے پرورش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس نے لونڈی غلاموں وغیرہ پر بھی بہت کچھ خرچ کیا ہے۔ ایسی صورت میں امیرالمومنین کے لئے اس کے اموال مطلقاً حلال ہیں"! الرشید نے حکم دیا کہ اس کا یہ خط محفوظ رکھا جائے۔ جب محمدؒ بن سلیمان مرا تو جعفر کو یہ خط دکھایا گیا، اور اس پر اس سے احتجاج کیا گیا، محمدؒ کا اس کے سوا کوئی سگا بھائی نہ تھا۔ اس نے (اپنے خط کا) اقرار کیا، اس لئے اس کے اموال الرشید کے ہوگئے، اور الرشید نے بالِس اور اس کے دیہات المامون رحمہ اللہ کو جاگیر میں دے دیے جو ان کے بعد ان کے بیٹے کو ملے۔

[ؔ] وہ خواہش حصول خلافت تھی۔ ابن الاثیر، ج ۶، ص ۸۲، طبع یورپ۔

مجھ سے ہشام بن عمّار نے کہا، ان سے یحییٰ بن حمزہ نے،
ان سے تمیم بن عطیّہ نے، اور ان سے عبداللہ بن قیس الہمدانی نے،
کہ :- (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الجابیہ آئے، اور زمین
مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا، کیونکہ وہ بزور فتح کی گئی تھی، معاذ
بن جبل نے ان سے کہا ”: خدا کی قسم! اگر آپ نے اس کو تقسیم کیا تو
اس کا نتیجہ وہ ہوگا جو ہم پسند نہیں کرتے۔ بہت سا مال قوم کے قبضہ میں
چلا جائے گا، پھر یہ لوگ مرجائیں گے اور مال ایک ہی جماعت کی نسل
میں محدود رہے گا۔ اس کے بعد ایک دوسری جماعت آئے گی جو اسلام (۲
کی مدافعت میں جانیں لڑائے گی، مگر اسے کچھ نہ ملے گا پس ایسا طریقہ
اختیار کیجے جو اول و آخر، سب کے مفاد پر حاوی ہو عہ“ (حضرت) عمر نے
معاذ کی رائے پر عمل کیا۔

مجھ سے الحسین بن علی بن الاسود العجلی نے کہا، ان سے یحییٰ بن
آدم نے، ان سے مشائخ اہل الجزیرہ نے، ان سے سلیمان بن عطاء
نے، ان سے سَلَمَۃ الجُہَنی نے، اور ان سے ان کے چچا نے، کہ :—
بُصریٰ کے سردار نے مسلمانوں سے کھانے اور تیل اور سرکہ پر صلح کی۔
اور (حضرت) عمرؓ سے درخواست کی کہ اس کے لئے مجھے ایک تحریر دیدو،
ابو عبیدہ نے اسے جھٹلا دیا، اور کہا: ہم نے اس سے اس پر صلح کی
ہے کہ یہ ہمارے سرمائی مرکز میں رسد بھیجا کرے۔ (حضرت عمر نے) ان
کے افراد پر جزیہ اور ان کی زمین پر خراج مقرر کر دیا۔

مجھ سے الحسین نے کہا، ان سے محمد بن عبد الاحدب نے، ان
سے عبداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے، اور ان سے (حضرت)
عمر کے آزاد کردہ غلام اسلم نے، کہ :— (حضرت) عمر نے امراء کو لکھا:

عہ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ یہ زمین ان لوگوں میں تقسیم کر دیں گے جو اس وقت موجود ہیں تو یہ ان کے بعد ان کی اولاد میں منتقل ہو جائے گی اور بعد کے زمانہ میں مجاہدین کے لئے کچھ نہ بچے گا۔

جزیہ صرف ان پر لگاؤ جن پر استرا چل چکا ہو (یعنے جو بالغ ہو چکے ہوں) اور اہل زر پر اس کی مقدار چالیس دینار (فی کس) مقرر کی ۔ انھوں نے الشام و الجزیرہ میں مسلمانوں کی خوراکوں کے لئے دو مُدی گیہوں اور تین قسط تیل مقرر کیا۔ اس کے ساتھ ان پر ان مسلمانوں کی جو ان کے ہاں آئیں تین دن کی ضیافت مقرر کی۔

مجھ سے ابوحفص الشامی نے کہا، ان سے محمد بن راشد نے، اور ان سے مکحول نے، کہ :۔ الشام کی تمام عُشری زمینیں ایسی ہیں جن کے مالک جلا وطن ہو گئے تھے، اس لئے وہ مسلمانوں کو جاگیروں میں دے دی گئیں ۔ انھوں نے ان کو قابل کاشت بنایا، وہ بنجر تھیں اور ان کا کوئی دعوے دار نہ تھا، (مسلمانوں نے) والیوں کی اجازت سے ان میں کاشت کی ۔

قُبرُس کا حال

الواقدی وغیرہ کہتے ہیں :— سمندر میں قُبرُس پر پہلا حملہ معاویہ بن ابی سفیان نے کیا۔ مسلمانوں نے اس سے پہلے بحر الروم میں سفر نہیں کیا تھا۔ معاویہ نے (حضرت) عمر سے بحری جنگ کی اجازت مانگی مگر انھوں نے نہیں دی۔ پھر انھوں نے (حضرت) عثمان بن عفان سے، جب کہ وہ والی ہوئے، قُبرُس پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی، اور انھیں بتایا کہ وہ کسقدر قریب ہے، اور کتنی سہولت سے فتح ہوسکتا ہے؛ (حضرت عثمان نے اس کے جواب میں انھیں) لکھا کہ "میں اس وقت موجود تھا جب تم نے عمر رحمہ اللہ سے بحری جنگ کی اجازت مانگی تھی اور انھوں نے تمھیں اس کا جواب دیا تھا"۔ (معاویہ نے) ۲۷ھ کے شروع میں (حضرت عثمان کو اس کے لئے) پھر لکھا، اور انھیں قبرس کے بحری سفر کی آسانیاں بتائیں؛ (حضرت) عثمان نے اس کا انھیں یہ جواب دیا کہ "تمھیں بحری سفر کی اس شرط سے اجازت دی جاتی ہے کہ تمھارے ساتھ تمھاری بیوی بھی ہوں، ورنہ نہیں"۔ (معاویہ نے) عکّا سے سمندر میں سفر شروع کیا، ان کے ساتھ اور بہت سے جہاز تھے؛ اور ان کی بیوی فاختۃ بنت قرظہ

بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف بن قصی ان کے ساتھ تھیں۔ عبادہ بن الصامت نے بھی اپنی بیوی ام حرام بنت ملحان الانصاریہ کو اپنے ساتھ لیا۔ یہ ۲۸ھ میں سردیوں کا زمانہ گزرنے کے بعد کا واقعہ ہے؛ بعض کہتے ہیں: ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ مسلمان قبرس پہنچکر ساحل پر اترے، یہ سمندر میں ایک جزیرہ ہے، اور اس کا طول و عرض ۸۰ فرسخ سے ۸۰ فرسخ ہے۔ یہاں کے اُرگون[عہ] نے اہل قبرس کی رضامندی سے ان کے پاس صلح کا پیغام بھیجا، اور معاویہ نے سات ہزار دو سو دینار سالانہ پر صلح کرلی۔ رومیوں نے بھی ان سے اسیقدر خراج پر صلح کی تھی، اسطرح وہ دو خراج ادا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے انھوں نے یہ شرط کی کہ وہ انھیں رومیوں کو خراج دینے سے نہیں روکیں گے، اور مسلمانوں نے ان سے یہ شرط کی کہ اگر تم پر کوئی حملہ کرے گا تو ہم تمھارے لیے اس سے جنگ نہیں کریں گے؛ اور یہ کہ وہ مسلمانوں کو ان کے دشمنو سے لڑنے کے لئے جانے کو رستہ دیں گے۔ مسلمان جب کبھی بحری جنگ کے لئے جاتے تو اہل قبرس نہ ان سے تعرض کرتے، نہ ان کی مدد کرتے اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کرتے۔ لیکن جب ۳۲ھ میں انھوں نے بحری حملوں کے لئے رومیوں کو جہاز دئے اور ان کی مدد کی تو معاویہ نے ۳۳ھ میں پانسو مراکب کے بڑے سے ان پر حملہ کیا، اور قبرس بزور فتح کرکے (اس کے باشندوں کو) قتل و اسیر کیا۔ لیکن اس کے بعد اسی صلح پر انھیں برقرار رکھا۔ اہل الدیوان میں سے بارہ ہزار جنگ آزما یہاں متعین کئے، اور انھوں نے یہاں مسجدیں بنائیں۔ معاویہ نے اہل بعلبک میں سے ایک جماعت یہاں منتقل کی، اور ایک شہر بنایا اور اس میں جو لوگ آباد ہوے انھیں عطیہ دئے۔ معاویہ کے مرنے کے بعد جب ان کا بیٹا یزید والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے

[عہ] اُرگون = بڑا دہقان۔ زمیندار، تعلقہ دار۔ یہ یونانی لفظ اُرخون کا معرب ہے۔

فوج واپس بلالی، اور حکم دیا کہ شہر منہدم کر دیا جائے۔

بعض راویوں کا دعویٰ ہے کہ معاویہ نے قبرس پر دوسرا حملہ ۳۹ھ میں کیا۔

مجھ سے محمد بن مُصَفّی الحِمْصی نے کہا، اور ان سے الولید نے، کہ:- یزید بن معاویہ کو اس غرض سے کہ وہ قبرس سے فوج واپس (۴
بلالے بہت بڑی رقم رشوت میں دی گئی، اور اس نے فوج واپس بلالی، اہل قبرس نے ان کا شہر مسمار کر دیا، اور مسجدیں منہدم کر دیں۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے عبدالسلام بن موسیٰ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- قبرس کے پہلے حملہ میں اُمّ حَرام بنت مِلحان اپنے شوہر عُبادہ بن الصّامت کے ساتھ تھیں۔ قبرس پہنچنے کے بعد جب جہاز سے اتریں تو ان کی سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا، جونہی یہ اس پر سوار ہوئیں اس نے ٹھوکر لی، یہ گریں اور مرگئیں۔ قبرس میں ان کی قبر صالح عورت کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

کہتے ہیں:- اس حملہ میں معاویہ کے ساتھ یہ لوگ شریک تھے: ابو ایوب خالد بن زید بن کُلَیب الانصاری۔ ابوالدَّرداء۔ ابوذَرّ الغفاری عُبادہ بن الصّامت۔ فُضالہ بن عبید الانصاری۔ عُمَیر بن سعد بن عبید الانصاری۔ وَاثِلہ بن الاَسْقَع الکِنانی۔ عبداللہ بن بِشر المازِنی۔ شدّاد بن أوس بن ثابت برادر زادہ حسان بن ثابت۔ المِقداد۔ کعب الحَبر ماتع۵۔ جُبَیر بن نُفیر الحضرمی۔

مجھ سے ہشام بن عمّار الدمشقی نے کہا، ان سے الولید بن مسلم نے اور ان سے صفوان بن عمرو نے، کہ:- معاویہ ابن ابی سفیان نے قبرس پر خود ہی حملہ کیا۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔

---

۵ ابن قتیبہ: مانع۔

اللہ نے بڑی شاندار فتح بخشی اور مسلمانوں کو اچھی غنیمت دی۔ مسلمان اس پر پیہم حملہ کرتے رہے، حتیٰ کہ معاویہ نے اپنے زمانہ میں ان سے اس پر دائمی صلح کر لی کہ وہ سات ہزار دینار (سالانہ) دیا کرینگے اور مسلمانوں کو ان کے دشمن رومیوں کے متعلق صحیح مشورہ اور خبریں دیتے رہیں گے!، یہ یا اسی قسم کی شرطیں تھیں۔

کہتے ہیں:— الولید بن یزید بن عبدالملک نے ان میں سے ایک گروہ کو ایک تہمت کی بنا پر الشام کی طرف جلاوطن کر دیا، لوگوں نے اس کو ناپسند کیا، پھر یزید بن الولید بن عبدالملک نے انھیں انکے شہر کی طرف واپس کر دیا۔ حُمَید بن مَعیُوف الہَمدانی نے الرشید کی خلافت میں ان پر حملہ کیا، کیونکہ انھوں نے بغاوت کی تھی، اور ان میں سے ایک گروہ کو قید کر دیا۔ پھر یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ راستی سے پیش آنے لگے، الرشید نے حکم دیا کہ ان میں سے جو گرفتار کئے گئے ہیں، انھیں واپس بھیجدیا جائے؛ اور وہ واپس بھیج دیئے گئے۔

مجھ سے محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے، جو ان کی اسناد میں ہے، بیان کیا، کہ:— اہل قبرص اُسی صلح پر قائم رہے جو صلح معاویہ نے ان سے کی تھی۔ لیکن جب عبدالملک بن مروان والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے (ان کے خراج میں) ایک ہزار دینار کا اضافہ کر دیا جو عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے تک جاری رہا،
اور انھوں نے اس اضافہ کو ان سے ساقط کر دیا۔ پھر ہشام بن (۱۵۵)
عبدالملک نے اس ساقط شدہ اضافہ کو جاری کیا، (جو اس وقت تک جاری رہا کہ) ابوجعفر المنصور خلیفہ ہوا!۔ اس نے کہا: "یہ ان کا حق ہے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ ان پر ظلم کر کے اپنی دولت بڑھائیں"۔ اور اس نے اسی صلح پر جو معاویہ نے ان سے کی تھی، ان کو واپس کر دیا۔

مجھ سے اہل الشام کے بعض اہل العلم اور ابوعبید القاسم بن سلّام نے کہا:- ثغور پر عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس کے زمانہ ولایت میں اہل قبرص نے بغاوت کی، عبدالملک نے ان سے نقض صلح کا ارادہ کیا، اور فقہاء سے جن کی اس زمانہ میں کثرت تھی مثلاً: اللّیث بن سعد، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، موسیٰ بن اعین، اسمٰعیل بن عیّاش، یحییٰ بن حمزہ، ابو اسحٰق الفزاری، مخلد بن الحسین۔ اس کی نسبت استصواب کیا، اور سب نے اس کو جواب دیئے؛ اللیث بن سعد کے جواب میں تھا:-

"اہل قبرص ایک ایسی قوم ہیں جس پر ہم اہل اسلام کے ساتھ دغا اور اللہ کے دشمن رومیوں کے ساتھ خیر خواہی کا الزام لگاتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:
وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ (۸:۶۰)
اور جب تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو تم برابری کا لحاظ رکھ کر ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو۔)
مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ ان کا معاہدہ اس وقت تک ساقط نہ کرو جب تک ان کی خیانت کا پورا یقین ہو جائے۔

میری رائے یہ ہے کہ تم ان کی صلح رد کردو اور انھیں سال بھر کی مہلت دو تاکہ وہ باہم مشورہ کرلیں۔ (اس کے بعد) جو لوگ بلاد المسلمین میں آکر ذمی کی حیثیت سے رہنا اور خراج دینا پسند کریں انھیں قبول کرلو؛ اور جو رومیوں کے ملک میں جانا چاہیں انھیں جانے دو؛ اور جو برسر جنگ ہوکر قبرص میں رہنا چاہیں وہ دشمن ہیں، ان سے جنگ کی جائے اور ان پر حملہ کیا جائے۔ ایک برس کی مہلت میں ان

کے لئے قطع حجت ہے اور ہماری طرف سے ان کے ساتھ وفائے عہد ہے۔

اور مالک بن انس کے جواب میں تھا:-

"اہل قبرص کی امان قدیم تھی جس کا اظہار ان کے وُلاۃ کی طرف سے ہوتا رہتا تھا۔ اور یہ جو کچھ (ان کی طرف سے) ظاہر ہوا ہے اس بنا پر ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ ان کا اپنے حال پر رہنا ان کے لئے ذلت وصغار ہے اور مسلمانوں کے لئے موجب قوت؛ کیونکہ مسلمان ان سے جزیہ لے کر اس سے اپنے دشمنوں پر حملوں کا سامان کرتے ہیں۔ میرے علم میں اب تک کسی والی نے ان سے صلح فسخ نہیں کی اور نہ انھیں ان کے بلدہ سے نکالا۔

میری رائے یہ ہے کہ ان سے نقض عہد میں جلدی نہ کی جائے اور اتمام حجت تک ان کی صلح رد نہ کی جائے؛ اس وجہ سے کہ خدا کہتا ہے: فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ (۹:۴ تم مدت معاہدہ ختم ہونے تک ان کے ساتھ اتمام عہد کرو) اگر وہ اس کے بعد راہ راست پر نہ آئیں، اور اپنی بد عہدی نہ چھوڑیں، اور غدر ان پر ثابت ہو، تو پھر تم ان پر حملہ کر دو، کیوں کہ یہ عذر پورا ہونے کے بعد ہوگا، اس میں کامیابی ہوگی، اور انھیں ذلت ورسوائی نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ" (۱۵۶)

اور سفیان بن عُیَینَہ نے لکھا:-

"ہم نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم سے عہد فرمایا ہو اور پھر اس کے نقض عہد پر اس کا قتل حلال نہ فرمادیا ہو، سوا اہل مکہ کے کہ جن پر آپ نے

مہربانی فرمائی: ان کی عہد شکنی یہ تھی کہ انھوں نے خُزاعہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلَفَاء کے خلاف اپنے حُلَفَاء کی مدد کی تھی۔

اہل نَجران سے جو معاہدہ کیا گیا تھا اس میں یہ (شرط) تھی کہ وہ سود نہیں کھائیں گے، مگر جب انھوں نے سود کھایا تو (حضرت) عمر رحمہ اللہ نے انھیں جلاوطن کردیا۔ قوم کا اس پر اجماع ہے کہ جو نقض عہد کرے اس کے لئے کوئی ذِمّہ نہیں ہے۔"

اور موسیٰ بن اَعْیَن نے لکھا:—

"ایسے واقعات اس سے قبل بھی پیش آئے ہیں اور والیوں نے انتظار کی مہلت دی ہے، مگر میں نے ان میں سے ایک کے معاملہ میں بھی یہ نہیں دیکھا کہ اس نے (ایسی صورت میں) اہل قُبرص کے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ نقض کیا ہو۔ ممکن ہے اس حرکت میں جو ان کے خواص سے سرزد ہوئی ہے ان کے عوام اور ان کی جماعت ان کے ساتھ نہ ہو لہذا میری رائے یہ ہے کہ ہمیں اپنے عہد اور شرائط معاہدہ پر قائم رہنا چاہیئے۔

میں نے الاَوْزَاعی کو ایک قوم کی نسبت، جس نے مسلمانوں سے صلح کرنے کے بعد ان کے اسرار سے مشرکوں کو آگاہ کردیا تھا اور ان کی رہنمائی کی تھی یہ کہتے سنا ہے، کہ " اگر وہ ذِمّی تھے تو انھوں نے نقض عہد کیا اور وہ ہمارے ذمّہ سے خارج ہوگئے اگر والی چاہے تو انھیں قتل کرسکتا ہے اور سولی دے سکتا ہے۔ لیکن اگر ان سے صلح ہوئی تھی، اور

وہ مسلمانوں کے ذمہ میں داخل نہیں ہوے تھے، تو والی ان کا معاہدہ برابری کے ساتھ ان کی طرف پھینکدے، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کَیْدَ الْخَائِنِیْن (قرآن ۵۲:۱۲ = اللہ خائنون کا مکر پسند نہیں کرتا)۔

اور اسمٰعیل بن عیّاش نے لکھا:—

"اہل قبرس ذلیل ومقہور ہیں، ان پر اور ان کی عورتوں پر رومیوں نے قابو پالیا ہے، اس لئے ہم پر حق ہے کہ ہم ان کی حمایت وحفاظت کریں حبیب بن مسلمہ نے اہل تفلیس کے معاہدہ میں یہ لکھا تھا: اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے مسلمانوں کی توجہ تمھاری طرف سے ہٹ جاے اور تمھارا دشمن تمھیں مغلوب کرلے، تو یہ بات تمھارے لئے اس صورت میں ناقض عہد نہیں ہوگی جب کہ تم دشمن کے غلبہ سے قبل مسلمانوں کے وفادار رہے ہو۔ لہذا میری یہ رائے ہے کہ ہم (اہل قبرس کو) ان کے عہد اور ذمہ پر بدستور برقرار رکھیں۔ جب الولید بن یزید نے انھیں الشام کی طرف جلاوطن کیا تھا تو مسلمانو نے اس سے اس حکم کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور فقہاء نے اس کے اس فعل کو بڑی زیادتی سمجھا تھا۔ جب یزید بن الولید بن عبدالملک والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے اپنے زمانہ میں ان کو قبرس کی طرف واپس کردیا، مسلمانوں نے اس کی یہ بات پسند کی اور اس کو منصفانہ قرار دیا"۔

اور یحیٰی بن حمزہ نے لکھا:—

(۱۵۷) قبرس کا معاملہ عربسوس کا سا ہے۔ اس میں

ایک اچھی مثال اور قابل اتباع سنت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عُمیرؓ بن سَعد (حضرت) عمر بن الخطاب کے پاس آئے اور ان سے کہا: "ہمارے اور رومیوں کے درمیان ایک مدینہ ہے جس کو عَربُسُوس کہتے ہیں۔ اس کے باشندے ہمارے دشمن کو ہمارے راز بتاتے ہیں مگر ہمیں اس کے راز نہیں بتاتے۔" (حضرت) عمر نے ان سے کہا: "تم وہاں جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم تمھیں ایک بکری کی جگہ دو بکریاں، اور ایک گائے کی جگہ دو گائیں اور ایک چیز کی جگہ دو چیزیں دیتے ہیں؛ اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو انھیں ان کی چیزوں کے اَلمضَاعف چیزیں دے کر جلا وطن کر دو، اور شہر ویران کر دو۔ اور اگر انکار کریں تو ان سے جو صلح کی تھی وہ توڑ دو، ان کو ایک سال کی مہلت دو، اور پھر اس علاقہ کو تباہ کر دو۔" عمیرؓ نے یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی، انھوں نے انکار کیا، عُمیرؓ نے مدت پوری کی اور پھر ان کا شہر تباہ کر دیا۔ ان کا معاہدہ بھی ویسا ہی تھا جیسا اہل قُبرُص کا معاہدہ تھا۔ اسلئے اہل قُبرُص کو ان کی صلح پر چھوڑ دینا چاہیے، اور جو کچھ وہ (خراج میں) دیتے ہیں اس کو مسلمانوں کے معاملات میں خرچ کرنا افضل ہے۔ تمام اہل عہد، جن کے لئے مسلمان جنگ نہیں کرتے اور جن کے گھروں میں خود انہی کے احکام جاری ہوتے ہیں، اہل ذِمّہ نہیں بلکہ اہل فدیہؔ ہیں۔ جب تک وہ ایفائے عہد

ؔ اہل فدیہ وہ لوگ ہیں جو ایک خاص رقم کے عوض اپنے اندرونی معاملات میں اپنے

کریں گے ان کے ساتھ وفا کی جائے گی، اور جب تک وہ خراج دیتے رہیں گے انھیں معاف رکھا جائے گا۔

مُعاذ بن جبل کی نسبت روایت ہے کہ وہ اس سے کراہت کرتے تھے کہ کسی دشمن سے شئے معلوم پر صلح کی جائے، بجز ایسی صورت کے کہ مسلمان ان سے صلح کرنے پر مجبور ہوں؛ کیونکہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان کی صلح مسلمانوں کے لئے باعث عزت و نفع ہو گی۔"

اور ابواسحٰق الفزاری و مَخلَد بن الحسین نے کہا:—

"ہم نے کوئی معاملہ اتنا مشابہ نہیں دیکھا جتنا مشابہ قُبرُس کا معاملہ عَربَسُوس کے معاملہ سے ہے؛ اور وہ حکم جو (حضرت) عمر بن الخطاب نے اس باب میں دیا تھا: یعنے یہ کہ ان کے سامنے دو باتیں پیش کی جائیں:—

یہ کہ وہ اپنے مال کا المضاعف لے کر شہر سے نکل جائیں، یا یہ کہ انھیں ایک سال کی مہلت دی جائے اور پھر ان کا معاہدہ توڑ دیا جائے۔

انھوں نے پہلی بات سے انکار کیا، انھیں مہلت دی گئی، اور پھر (ان کا شہر) برباد کر دیا گیا۔

اَلاَوزاعی کہتے ہیں: قُبرُس فتح کر کے (اہل قُبرُس کو) ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا، اور ان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قوانین پر عمل کرنے کی آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔ دیکھو کشاف الاصطلاحات ج ۲، ص ۱۱۵۷۔

چودہ ہزار دینار پر صلح کرلی گئی : سات ہزار مسلمانوں کے لئے ، اور سات ہزار رومیوں کے لئے ۔ (اور ان سے یہ شرط کی گئی کہ) وہ رومیوں سے مسلمانوں کے حالات مخفی رکھیں گے ۔ وہ کہتے تھے : اہل قبرص
(۱۵۸) نے ہم سے وفاء عہد نہیں کی لیکن ہم انھیں اہل عہد سمجھتے ہیں ۔ ان سے جو صلح ہوئی تھی اس میں ایک شرط ان پر تھی اور ایک شرط ہم پر تھی اس لئے (بجز ایسی صورت کے کہ) ان کا غدر اور ان کی بدعہدی صاف ظاہر ہو نقض (صلح) درست نہیں ہے۔"

السّامرہ کا حال

مجھ سے ہشام بن عمّار نے کہا، ان سے الولید بن مسلم نے، اور ان سے صفوان بن عمرو نے، کہ:— ابوعبیدہ بن الجرّاح نے الأردن و فلسطین میں السّامرہ سے، جو مسلمانوں کے جاسوس و بدرقہ تھے، نفری جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراکیں مقرر کرکے صلح کرلی۔ جب یزید بن معاویہ (فرماں روا) ہوا تو اس نے ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا۔

مجھے ایک جماعت نے، جو الأردن و فلسطین کے معاملات سے باخبر تھی، خبر دی کہ یزید بن معاویہ نے الأردن میں السامرہ کی زمینوں پر خراج اور ان کے افراد پر دو دینار فی کس (جزیہ) مقرر کیا۔ اسی طرح فلسطین میں بھی ان کی زمینوں پر خراج اور ان کے افراد پر پانچ دینار فی کس (جزیہ) مقرر کیا۔ السامرہ یہود ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں: ایک کو الدّستان کہتے ہیں اور دوسری کو الکوشان[ع]۔

ع دیکھو المقریزی الخطط والآثار، ج ۴، ص ۳۷۱، طبع یورپ۔

کہتے ہیں :— امیر المومنین الرشید رحمہ اللہ کی ابتداء خلافت میں فلسطین میں طاعون پھیلا جس میں گھر کے گھر مبتلا ہوگئے اور اکثر زمینیں ویران و بے کار ہوگئیں ؛ سلطان نے (ان زمینوں کو آباد کرنے کے لئے) یہاں ایک والی بھیجا اس نے تمام زمینیں آباد کیں ، اور کسانوں اور زمینداروں کی تالیفِ (قلوب) کی ؛ اس وجہ سے یہ زمینیں خلافت کی (جاگیروں میں) داخل ہوگئیں (ان زمینوں کے پٹہ دار) السامرہ تھے ۔

۲۴۶ھ میں ان جاگیروں میں سے ایک گاؤں (جس کو بیت ماما کہتے تھے ، اور جو ضلع نابلس میں تھا) کے باشندوں نے ، اور وہ السّامرہ تھے ، اپنی غربت کی شکایت کی اور کہا : " ہم پانچ دینار خراج دینے سے عاجز ہیں " اس پر المتوکل علی اللہ نے حکم دیا کہ ان سے تین تین دینار لئے جائیں ۔

مجھ سے ہشام بن عمار نے کہا ، ان سے الولید بن مسلم نے ، اور ان سے صفوان بن عمرو اور سعید بن عبدالعزیز نے ، کہ رومیوں نے معاویہ سے اس (شرط) پر صلح کی کہ وہ انھیں (کچھ) مال دیں گے ۔ معاویہ نے ان میں سے بطور یرغمال (کچھ آدمی) روک لئے اور ان کو بعلبک میں رکھا ۔ پھر رومیوں نے غداری کی ، مگر معاویہ اور مسلمانوں نے ان کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھا حالانکہ وہ ان کے قبضہ میں تھے ؛ بلکہ انھیں چھوڑ دیا اور کہا : " غدر کے جواب میں وفا ؛ غدر کے جواب میں غدر سے بہتر ہے " ہشام کہتا ہے : یہ قول علماء کا ہے ، (مثل) الاوزاعی وغیرہ ۔

الجراجمہ کا حال

مجھ سے اہل انطاکیہ میں سے بڑے بوڑھوں نے بیان کیا کہ :— الجراجمہ ایک مدینہ کے (باشندہ) ہیں، اور وہ جبل اللکام پر پھٹکری کی کان کے قریب بیاس و بوقا کے درمیان واقع ہے اور الجرجومہ کہلاتا ہے۔ ان کے معاملات، الشام و انطاکیہ پر رومیوں کے استیلا کے زمانہ میں، انطاکیہ کے بطریق اور اس کے والی (سے متعلق) تھے۔ جب ابو عبیدہ نے انطاکیہ پر پیش قدمی کی اور اس کو فتح کرلیا۔ تو یہ لوگ اپنے شہر میں بیٹھ رہے، اور یہ قصد کیا کہ جب انھیں اپنی جانوں کا خوف ہوگا تو رومیوں سے جا ملیں گے، مگر مسلمانوں نے ان کی طرف توجہ نہیں، اور نہ انھیں

؎ یہ لوگ نصرانی تھے اور مدینۃ الجرجومہ اور اس کے مضافات میں رہتے تھے۔ عبدالملک بن مروان جب مصعب بن الزبیر سے جنگ کے لئے بڑھا تو ان میں سے ایک قوم ملک الروم کے ساتھ نکلی اور بڑی الشام میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے بنی امیہ و بنی العباس کے زمانہ میں بعض مقامات پر الجراجمہ سے مدد لی اور ان کیلئے جرایات (وظائف) جاری کئے۔ یاقوت ج ۳ ص ۔۔ طبع مصر

ان کی طرف کسی نے توجہ دلائی لیکن جب اہل انطاکیہ نے نقض و غدر کیا تو ابو عبیدہ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا جس نے اُن کو دوبارہ فتح کیا، اور اس کے بعد انھوں نے حبیب بن مسلمۃ الفہری کو یہاں کا والی کیا۔ (حبیب نے) الجُرجُومہ پر حملہ کیا مگر اس کے باشندوں نے ان سے جنگ نہیں کی بلکہ فوراً صلح و امان کے خواستگار ہوگئے اور ان سے اس پر صلح کرلی گئی کہ "وہ مسلمانوں کے مددگار وجاسوس اور جبل اللکام میں سرحدی چوکیوں کے محافظ بن کر رہیں گے، ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، اور جب وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے مغازی میں شریک ہوں گے تو ان کے دشمنوں میں سے جن کو وہ قتل کریں گے ان کے اموال انہی کو ملیں گے۔

اس صلح میں وہ لوگ بھی داخل تھے جو تاجر و اجیر (= مزدور) اور تابع کی حیثیت سے الانباط وغیرہ اور اہل القریٰ میں سے ان کے شہر میں رہتے تھے؛ ان کا نام "رَوادیف" رکھا گیا، اس لئے کہ یہ ان میں سے نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ شامل ہوگئے تھے۔ بعض کہتے ہیں: یہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر میں اس طرح آئے تھے کہ اُن کے پیچھے گھوڑوں پر سوار تھے، اس لئے ان کا نام 'رُوادیف' رکھا گیا۔

الجُراجمہ والیوں سے کبھی سیدھی طرح پیش آتے اور کبھی کج روی اختیار کرتے اور رومیوں سے خط کتابت کرتے اور ان کی خیرسگالی کرتے۔ جب ابن الزُّبیر کا زمانہ آیا اور مروان بن (٦٠١
الحکم مرگیا اور عبدالملک نے خلافت کی خواہش کی، جسے (مروان نے) اپنا ولی عہد کر دیا تھا، اور اس نے المُصعب بن الزبیر سے محاربہ کے لئے العراق کی طرف لشکرکشی کی طیاری کی؛ تو رومیوں کا ایک رسالہ جبل اللکام کی طرف نکلا۔ اس کا قائد ان کے قائدوں میں سے ایک تھا اور اس نے لبنان کا رخ کیا، یہاں ایک

جماعت کثیر اس سے آملی جس میں الجراجمہ اور انباط اور مسلمانوں کے غلاموں میں سے مفرور غلام تھے۔ عبدالملک نے مجبوراً ایک ہزار دینار فی جمعہ پر (رومی قائد سے) صلح کرلی ، اور پھر طاغیتہ الروم سے اس پر صلح کی کہ وہ اسے کچھ مال ادا کرے گا، کیونکہ وہ (ابن الزبیر کی طرف) متوجہ ہونے کے باعث (اس سے) جنگ نہیں کرسکتا تھا؛ اور یہ خوف تھا کہ کہیں وہ الشام پر حملہ کرکے اس کو مغلوب نہ کرلے۔ اس صلح میں اس نے معاویہ کا اقتدیٰ کیا۔ جب وہ اہل العراق سے جنگ میں مشغول تھے تو انھوں نے (رومیوں کو) کچھ مال دے کر ان سے صلح کرلی تھی اور بطور یرغمال ان سے کچھ آدمی لئے تھے اور انھیں بعلبک میں رکھا تھا۔

اسی زمانہ میں عمرو بن سعید بن العاصی نے بھی خلافت کا دعویٰ کیا اور عبدالملک کے نکلتے ہی دمشق کے دروازہ بند کرلئے، ان وجوہ سے اس کی مشغولیت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہ ۷۰ھ کا واقعہ ہے۔

پھر عبدالملک نے الرومی (یعنے قیصر) کے پاس سُحَیم بن المہاجر کو بھیجا، وہ بھیس بدل کر بڑی ترکیبوں سے اس کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ بڑی خیرخواہی کا اظہار کرنے لگا؛ اس نے عبدالملک کی برائیاں کرکے اور اس کو گالیاں دے کر اور اکی تحقیر کرکے اس کے ہاں تقرب حاصل کیا، حتیٰ کہ وہ اس پر اعتبار کرنے لگا اور اس کے فریب کا شکار ہوگیا۔ ایک دن اس نے موقع پاکر عبدالملک کے موالی کی ایک جماعت اور اُس فوج کے ساتھ جسے اس نے ایک مقام معلوم پر متعین کر دیا تھا، اس پر حملہ کیا اور اس کو اس کے ساتھیوں اسمیت قتل کر دیا، اور جو اس سے مل گئے تھے ان کے لئے امان کا اعلان کیا۔ الجُراجِمہ حمص و دمشق

کے قریوں میں منتشر ہو گئے اور ان میں سے اکثر جبل اللکام میں
اپنے شہر کی طرف واپس آ گئے ، الانباط اپنے قریوں میں آئے
اور غلام اپنے آقاؤں کے پاس ۔ میمون الجُرجمانی بنی ام الحکم ہمشیرۂ
معاویہ بن ابی سفیان کا رومی غلام تھا اور وہ (یعنی بنی اُمّ الحکم)
ثقفی تھے ۔ (میمون) الجُراجمہ کی طرف اس وجہ سے منسوب تھا
کہ ان سے اختلاط رکھتا تھا اور ان کے ساتھ مل کر جبل لُبنان (٦١
کی طرف نکلا تھا ۔ عبدالملک نے اس کی قوت وشجاعت کی خبر
سن کر اس کے آقاؤں سے درخواست کی کہ وہ اس کو آزاد
کردیں ، انھوں نے اس کو آزاد کردیا ، (عبدالملک نے) اس
کو ایک جماعت کا قائد بناکر انطاکیہ بھیجا ، جہاں اس نے مسلمہ
بن عبدالملک کے ساتھ الطّوانہ پر حملہ کیا ؛ وہ خوب داد شجاعت
دینے اور موقف مشہود حاصل کرنے کے بعد شہید ہوا عبدالملک کو
اسکی مصیبت کا ملال ہوا ، اور اسنے اسکے خون کا بدلہ لینے کیلئے جیش عظیم سے روم پر حملہ کیا ۔

کہتے ہیں : ــــ ٨٩ھ میں الجُراجمہ اپنے شہر میں جمع ہوئے
الاسکندرُونہ و روسس سے رومیوں کی ایک قوم ان کے پاس آئی ،
الولید بن عبدالملک نے مَسْلَمَۃ بن عبدالملک کو ان کی جانب روانہ
کیا ، وہ مسلمانوں میں سے ایک جم غفیر کے ساتھ ان پر خیمہ زن
ہوا ، اور ان کو اس (شرط) پر اس نے فتح کرلیا کہ وہ الشام
میں جہاں چاہیں جاکر آباد ہوجائیں ، ان میں سے ہر ایک کے
لئے ٨ دینار جاری کئے جائیں گے ، ان کے اہل وعیال کی
خوراکوں کے لئے دو مدی گیہوں اور دو قسط تیل مقرر کیا جائیگا ،
وہ (کسی بات پر) مجبور نہیں کئے جائیں گے اور نہ ان کی اولاد
اور ان کی عورتوں میں سے کسی کو ترک نصرانیت پر (مجبور کیا
جائے گا) ، اور نہ اس پر کہ وہ مسلمانوں کا سا لباس پہنیں ، اور یہ
کہ ان سے اور ان کے بچوں سے اور ان کی عورتوں سے

جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں گے تو جسے وہ قتل کریں گے اس کا مال انہی کو ملے گا۔ ان کے تاجروں کے اموال اور دولتمندوں کی دولت میں سے اتنا ہی (ٹیکس) لیا جائے گا جتنا مسلمانوں کے اموال میں سے لیا جاتا ہے۔ پھر ان کا شہر ویران کردیا، اور انھیں جبل الحُوّار وسنح اللولون(۹) وعمق تیزین میں آباد کر دیا۔ ان میں سے بعض حِمص کی طرف چلے گئے، بطریق الجُرجومہ ایک جماعت کے ساتھ انطاکیہ میں ٹھہرا رہا، اور پھر بلادالروم کی طرف بھاگ گیا۔

کسی عامل نے انطاکیہ میں الجُراجمہ پر نفری جزیہ مقرر کیا، انھوں نے الواثق باللہ رحمہ اللہ کے پاس مرافعہ کیا، وہ خلیفہ تھا، اس نے حکم دیا کہ یہ جزیہ ان سے ساقط کر دیا جائے۔

مجھ سے ایک کاتب نے، جس پر میں اعتماد کرتا ہوں، بیان کیا کہ:۔ المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ نے الجراجمہ پر جزیہ مقرر کرنے اور ان کے لئے باقاعدہ خوراکیں جاری کرنے کا حکم دیا؛ کیوں کہ یہ وہ لوگ تھے جن سے سرحدی چوکیوں پر مدد وغیرہ کے کام لئے جاتے تھے۔

ابوالخطّاب الازدی مدعی ہے کہ:۔ اہل الجُرجومہ عبدالملک (۱۶۲) کے زمانہ میں انطاکیہ کے دیہات اور ترائی پر چھاپے مارتے تھے۔ گرمائی مہموں میں جو لوگ پیچھے رہ جاتے یا بعد میں آتے یا لشکر کے ساقہ میں سے جن پر قابو پاتے ان کو قتل کر دیتے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں انتہا کر دی تھی۔ اس غرض سے عبدالملک نے اہل انطاکیہ اور وہاں کے انباط میں سے ایک قوم سرحدی چوکیوں پر مامور کی، اور عساکر الصّوائف کے ساقہ پر بھی ان کو مقرر کیا تاکہ الجُراجمہ ان کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس وجہ سے انباط کی اس قوم کا نام الروادیف (= پشتیبان) رکھا گیا،

اور ان میں سے ہر شخص کے لئے ۸ دینار جاری کئے گئے۔ لیکن پہلی خبر زیادہ معتبر ہے۔

مجھ سے ابو حفص الشامی نے کہا، ان سے محمدؐ بن راشد نے، اور ان سے مکحول نے، کہ:۔ معاویہ نے ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں سواحل کی طرف البصرہ کے زُط (= جاٹوں) اور السیابجہ[ع] کی ایک قوم منتقل کی، اور ان میں سے بعض کو انطاکیہ میں بسایا۔ ابو حفص کہتا ہے: انطاکیہ میں ایک محلہ ہے جس کا نام زُط ہے۔ اور ان کی اولاد میں سے ایک قوم بوقا میں ہے، جو انطاکیہ کی عملداری میں ہے، اور وہ زُطّ کہلاتی ہے۔ الولید بن عبدالملک نے انطاکیہ میں السند (سندھ) کے جاٹوں (زُط) کی ایک قوم منتقل کی تھی جس کو محمدؐ بن القاسم الحجاج کے پاس لے گیا تھا اور الحجاج نے اس کو الشام بھیجدیا تھا۔

مجھ سے محمدؐ بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے کہا:۔

جبل لُبنان میں ایک قوم نے، جس کو بعلبک کے عامل خراج سے شکایت تھی، خروج کیا؛ صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس نے کسی کو بھیجا، جس نے اس کے قابل جنگ مردوں کو قتل کیا، اور ان میں سے جو باقی بچے ان کو ان کے دین پر برقرار رکھا اور ان کے گاؤں کی طرف واپس کردیا، اور اہل لبنان میں سے ایک قوم کو جلاوطن کیا۔

مجھ سے القاسم بن سلّام نے کہا، اور ان سے محمدؐ ابن کثیر نے، کہ:۔ الاَوزاعی نے صالح کو ایک طویل خط لکھا، اس میں سے اتنا محفوظ رہ گیا ہے کہ: "جبل لُبنان کے جو اہل الذمہ جلاوطن کئے

ع یہ ایک سندھی قوم تھی جو البصرہ میں رہتی تھی اور قیدخانوں کی محافظت کرتی تھی۔ الکامل، ص ۱۸۱۔

گئے ہیں ان میں بعض وہ بھی تھے جنھوں نے خروج کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا تھا، تو نے ان میں سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو ان کی بستیوں کی طرف واپس کر دیا۔ ان کی جلا وطنی کے جو کچھ واقعات ہیں وہ تجھے معلوم ہیں؛ پھر یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ عام لوگ خاص لوگوں کے گناہوں میں پکڑے جائیں، حتےٰ کہ انھیں ان کے گھروں سے نکالا اور ان کے اموال سے بے دخل کیا جائے؟ حال آں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى (۶ : ۱۶۴ یعنے کوئی گنہ گار کسی دوسرے کے گناہ کا بار نہیں اٹھائے گا) اور یہی حکم اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کا اقتدیٰ کیا جائے۔ اور وصیتوں میں سب سے زیادہ ملحوظ و مرعی رکھنے کے قابل وصیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے: مَنْ ظَلَمَ معاهداً أو كلّفه فوق طاقته فانا حجيجه (جس نے معاہد پر ظلم کیا اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالا (قیامت کے دن) اس کے خلاف میں خود مدعی بنوں گا) اس کے بعد اور اقوال نقل کیے۔ع

مجھ سے محمد بن سہم الانطاکی نے کہا، ان سے معاویہ بن
(۱۶۳) عمرو نے، اور ان سے ابو اسحٰق الفزاری نے، کہ:— بنی امیہ اہل الشام و (اہل) الجزیرہ سے صوائف و شواتی میں بلاد الروم کے ان علاقوں پر، جو ثغور الشام و الجزیرہ سے متصل تھے، حملہ کراتے اور حملوں کے لئے جہاز کھڑے رکھتے، اور سواحل میں محافظ فوجیں مقرر کرتے تھے۔ (لیکن با ایں ہمہ) وہ احتیاط و بیداری میں غفلت اور کمی کرتے تھے۔ جب ابو جعفر المنصور والی ہوا تو اس نے سواحل کے قلعوں اور شہروں کا معائنہ کر کے ان کو آباد و مستحکم

ع تفصیل کے لئے دیکھو کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۰۔

کیا اور ان میں سے جو مرمت کے محتاج تھے ان کی مرمت کرائی اور یہی اس نے تمام سرحدی شہروں میں کیا۔ پھر جب المہدی خلیفہ ہوا تو اس نے ان شہروں اور قلعوں میں، جو باقی رہ گئے تھے، اس کام کی تکمیل کی اور ان کی محافظ فوجوں میں اضافہ کیا۔ معاویہ بن عمرو کہتا ہے: ہم نے غزا میں امیرالمومنین ہارون کے اجتہاد، اور جہاد میں ان کی نفاذ بصیرت کے بڑے بڑے مظاہر دیکھے ہیں! انھوں نے اس صناعت میں ایسی مہارت دکھائی جو ان سے قبل کسی نے نہیں دکھائی تھی۔ انھوں نے ثغور و سواحل میں اموال تقسیم کیے، اور رومیوں کو نہایت ذلیل و پراگندہ کیا۔ المتوکل علی اللہ نے تمام سواحل میں مراکب (= جہاز) مرتب کرنے اور محافظ فوجیں مقرر کرنے کا حکم دیا۔ یہ ۲۴۷ھ کا واقعہ ہے۔

ثغورُ الشّامیہ[1]

(الشّام میں مسلمانوں کی سرحدیں)

مجھ سے اہل انطاکیہ میں سے بڑے بوڑھوں نے، اور ان کے علاوہ اوروں نے بیان کیا کہ :۔ عہد عمر و عثمان رضی اللہ عنہما میں الشام میں مسلمانوں کے سرحدی شہر انطاکیہ وغیرہ تھے جن کا نام الرشید نے عَوَاصِم رکھا۔ مسلمان ان کے ماوراء پر حملہ کرتے تھے جس طرح آج کل ماوراء طرسوس پر حملہ کرتے ہیں۔ الاَسکندرُونہ و طرسوس کے درمیان رومیوں کے ویسے ہی قلعہ اور سرحدی چوکیاں تھیں جیسے قلعوں اور سرحدی چوکیوں سے مسلمان آج کل گزرتے ہیں۔ ان کے باشندہ کبھی ان کو خالی کر دیتے اور ڈر کے مارے بلاد الروم کی طرف بھاگ جاتے اور کبھی ان کی جانب محافظت

---

[1] وہ مقامات جو سلطنت کی آخری حدوں پر ہوں اور دارالحرب (دشمن کے ملک) سے متصل ہوں۔ اس حصہ میں جہاں کہیں ثغور (بصیغۂ جمع) یا ثغر (بصیغۂ واحد) آیا ہے اس سے مراد سلطنت اسلام کی وہ نواحی ہیں جن سے رومی سلطنت کی حدیں ملتی تھیں۔